

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبِيلُ الرَّسُولِ

مُصَنَّفَةٌ

مولانا محمد صادق سیالکوٹی

www.KitaboSunnat.com

تعماری کتاب خانہ

حق سٹریٹ : اردو بازار : لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

(بئیر اجازت مصنف کوئی صاحب تصدیق نہ فرمائیں)

قُلْ هَذِهِ سُنَّتُنَا أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ فَمَا نُنْفِئُ عَنْهُ
 سب سے تم کو طرف اشارہ کی؟
 سب سے تم کو طرف اشارہ کی؟

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دُنیا کے حسین
 جمع ہوتا ہے مسالاتی سیری بیکتائی کا

سُنُّلِ الرَّسُولِ

صلی اللہ علیہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں قرآن اور حدیث کے اصول سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام چر
 چلنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ
 نہیں ہے۔ صرف احادیث غیر لوزی کے دیپ اور سخن ہدای کے چراغ ہی قرآن کی راہ
 عمل کے اجلے ہیں!

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

ناشر: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

گوبرنوالہ میں لائبریری کا پتہ۔ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ۔ قیمت

۲۱۱۰۶

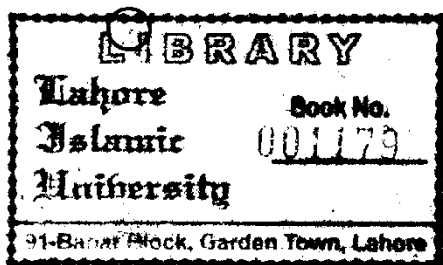
○

ص ۱۰۰

بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ دست
اگر بہ اُونہ رسیدی تمام بولہبی است

○

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے مہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر



فہرست مضامین

نمبر شمارہ	مضمون	صفحہ
۱	تبصیر	۱
۲	خطبہ رحمت للعالمین	۲۵
۳	پیش کلام	۲۶
۴	دعوت الی اللہ	۲۷
۵	سبیل الرسول کیا ہے؟	۲۸
۶	دعوت قبول کرنے کا پھل	۲۹
۷	خدا تعالیٰ کی ضیافت	۳۰
۸	مسلمانوں کو دعوتِ رسول قبول کرنے کا حکم	۳۱
۹	دعوت قبول نہ کرنے کی سزا	۳۲
۱۰	مولانا شاہ عبدالحق دہلوی کی تشریح	۳۳
۱۱	حضور آگ سے کھینچتے ہیں	۳۴
۱۲	شاہراہ بہشت کی نشاندہی	۳۵
۱۳	سیدھی راہ	۳۶
۱۴	تاجی جماعت ہے فرقہ مجتہد نہیں	۳۷
۱۵	ما انا علیہ واصحابی	۳۸
۱۶	رسول خدا کا طریقہ	۳۹
۱۷	سنت کو زندہ کرنے کا حکم	۴۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۶	نماز جنازہ میں ترکِ فاتحہ	۱۸
۵۸	دعوتِ رسول سے زندگی	۱۹
۵۹	صدا اور ہیٹ کا نتیجہ	۲۰
۶۱	رسولِ خدا کی معیت	۲۱
۶۲	حضرت موسیٰ نے بھی اتباعِ رسول کرتے	۲۲
۶۲	تورات دیکھنے کی اجازت نہ ملی۔	۲۳
۶۵	حضرت عمرؓ کا طلبِ عفو	۲۴
۶۵	حضرت موسیٰؑ کی پیروی پر قدغن	۲۵
۶۷	ترکِ حدیث کی چند مثالیں	۲۶
۶۷	قبروں کو پختہ نہ بناؤ	۲۷
۶۸	امام کے پیچھے سورہ فاتحہ	۲۸
۷۱	تشہد میں انگلی اٹھانا	۲۹
۷۲	قبروں پر چراغ جلانا	۳۰
۷۳	عورتوں کا قبروں پر جانا	۳۱
۷۳	قبروں پر مسجدیں بنانا	۳۲
۷۶	حضرت موسیٰؑ کا طریقہ	۳۳
۷۵	صحابہؓ کو لڑا دینے والا ارشاد	۳۴
۷۷	معیارِ حق	۳۵
۷۸	بدعات سے بچنے کی وصیت	۳۶
۷۹	شیطان کی پیشوائی	۳۷

نمبر نمونہ	مضمون	نمبر شمار
۷۹	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن	۳۸
۸۱	حضرت اوزر کے وزن کا غلبہ	۳۹
۸۲	ساری اُمت پر غالب	۴۰
۸۳	رسالت کام امتیوں سے لینا	۴۱
۸۴	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیم	۴۲
۸۶	حضور پر نور کو مت تولو	۴۳
۸۶	حضرت پیران پیر کے ارشادات	۴۴
۸۶	سینے پر ہاتھ	۴۵
۸۶	آمین بالجہر	۴۷
۸۶	توکل فی الصلوٰۃ	۴۷
۸۶	تشہد میں انگلی	۴۸
۸۶	ہر نماز میں سورۃ فاتحہ فرض ہے	۴۹
۸۹	عیدین میں بارہ تکبیریں	۵۰
۸۹	جماعت میں اکبری اقامت	۵۱
۸۹	نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ	۵۲
۹۰	ہاتھ اٹھا کر دعا قنوت پڑھنا	۵۳
۹۳	اسلام کی حد بندی	۵۴
۹۵	اسلام میں فرقہ بندی	۵۵
۹۵	سیدھی راہ کا مطلب	۵۶
۹۷	ترجمی راہیں	۵۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
۱۰	ہو بہو طریقہ رسول پر چلنے کا حکم	۵۸
۱۱	سنت پر زیادتی	۵۹
۱۲	ہمیشہ کا روزہ روزہ نہیں	۶۰
۱۵	کالی بھنگ نماز	۶۱
۱۶	کلمہ سوچ کر پڑھیں	۶۲
۱۸	پہلے نفی پھر اثبات	۶۳
۱۹	مشترکین کا حج	۶۴
۲۰	سفارش کا عقیدہ	۶۵
۲۲	بعض مسلمانوں کے مشرکان عقیدے	۶۶
۲۴	خدا کا حصہ مقرر کرنا	۶۷
۲۳	علموں کا ضائع ہونا	۶۸
۲۶	فجر کی سنتیں ضائع	۶۹
۲۵	نماز ضائع	۷۰
۲۷	اکیسی طورت کا حج	۷۱
۲۹	امت محمدیہ میں مذہبی انتشار	۷۲
۳۰	تین بہتر زمانے	۷۳
۳۱	صحابہ اہل سنت الہدیت تھے	۷۴
۳۱	اللہ کی رستی	۷۵
۳۱	جماعت پر اللہ کا لامعہ	۷۶
۳۲	ہوا اکھر جانا	۷۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۳۵	اہل سنت، اہل حدیث	۷۸
۱۳۶	ایک سنگین غلط فہمی	۷۹
۱۳۷	چار مذہب	۸۰
۱۳۹	قرونِ ثلاثہ کا تعین	۸۱
۱۳۹	اہلسنت کی پہچان	۸۲
۱۴۰	اہل سنت کو شناخت کرو	۸۳
۱۴۲	تقلید کا ایجادی دور	۸۴
۱۴۳	حضرت شاہ ولی اللہ اور مذاہب اربعہ	۸۵
۱۴۷	تقلید کی تعریف	۸۶
۱۵۲	تقلید کے متعلق علامہ ربانی اور بزرگوں کے ارشادات	۸۷
۱۵۳	حضرت شیخ سعدی کا ارشاد	۸۸
۱۵۵	حضرت مولانا روم کا ارشاد	۸۹
۱۶۱	حضرت مولانا شارائے صاحب اترسری کا ارشاد	۹۰
۱۶۳	حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا ارشاد	۹۱
۱۶۶	علامہ ابن حزم کا ارشاد	۹۲
۱۶۷	حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک تقلید کی دو قسمیں	۹۳
۱۷۱	حدیث کے مقابل میں قول چھوڑ دو۔	۹۴
۱۷۲	حدیث کے خلاف قیاس پر نہ چلو۔	۹۵
۱۷۲	اقوال کو احادیث پر پیش نہ کرو۔	۹۶
۲۷۳	صحابہ کا طرز عمل	۹۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۶۴	تقلید کا جادو دور	۹۸
۱۶۵	عامی کی غیبر مشروط تقلید بھی حرام ہے	۹۹
۱۶۶	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد	۱۰۰
۱۶۷	حضرت مولانا اسماعیلؒ کا ارشاد	۱۰۱
۱۶۹	مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا ارشاد	۱۰۲
۱۶۹	حنفی شافعی بننے کا خدا نے حکم نہیں دیا	۱۰۳
۱۸۰	حضرت ملا علی قاریؒ کا ارشاد	۱۰۴
۱۸۱	مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا فتویٰ	۱۰۵
۱۸۱	محمی کیوں نہیں کہلاتے	۱۰۶
۱۸۲	تقلید یہود کا نمونہ	۱۰۷
۱۸۳	حضرت شاہ ولی اللہ کے ارشاد کا مطلب	۱۰۸
۱۸۴	یہود کی سی تقلید سے بچیں	۱۰۹
۱۸۶	حنفی، شافعی شاگردی نسبتیں ہیں	۱۱۰
۱۸۸	عقل دلیل چاہتی ہے۔	۱۱۱
۱۸۸	تقلید شرطی درست ہے	۱۱۲
۱۸۹	تقلید شخصی	۱۱۳
۱۹۰	امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے ممانعت	۱۱۴
۱۹۲	امام احمد بن حنبل کی تقلید سے ممانعت	۱۱۵
۱۹۴	امام شافعیؒ کی تقلید سے ممانعت	۱۱۶
۱۹۷	امام مالکؒ کی تقلید سے ممانعت	۱۱۷

نمبر صفحہ	مضون	نمبر شمار
۱۹۹	ائمہ امت اور علماء کی تقلید سے ممانعت	۱۱۸
۲۱۱	بیت اللہ میں چار مصیبتیں	۱۱۹
۲۱۳	رواجی السنن و الجماعت	۱۲۰
۲۲۰	مجھے میرے مقلدوں سے بچاؤ	۱۲۱
۲۲۲	عصمت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے	۱۲۲
۲۲۷	رسول اللہ کی احادیث سے اختلاف	۱۲۳
۲۲۹	کتے کا ناپاک برتن	۱۲۴
۲۳۰	بیت اللہ کی چھت پر نماز	۱۲۵
۲۳۱	عورتوں کی امامت کا مسئلہ	۱۲۶
۲۳۲	نابالغ کی امامت	۱۲۷
۲۳۳	بسبب کی ہوئی چیز کا مسئلہ	۱۲۸
۲۳۴	استسقاء کی نماز باجماعت	۱۲۹
۲۳۵	نماز جنازہ غائبانہ	۱۳۰
۲۳۶	جماعت میں اکبری تکبیر	۱۳۱
۲۳۷	نماز کی امامت کا مسئلہ	۱۳۲
۲۳۸	رسول خدا کے کلام پر مسند ختم کر دینے کا حکم	۱۳۳
۲۳۹	نماز کا اول وقت	۱۳۴
۲۴۰	جمع مسنونین	۱۳۵
۲۴۱	عورت مرد کی نماز میں امتیاز	۱۳۶
۲۵۱	ایک وتر کا مسئلہ	۱۳۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۲	جلسہ استراحت	۱۳۸
۲۵۲	مسئلہ یتیم	۱۳۹
۲۵۳	پگڑی پر مسج	۱۴۰
۲۵۴	شراب کا سرکہ بنانا	۱۴۱
۲۵۵	کتے کی خرید و فروخت	۱۴۲
۲۵۶	متنفل کے پیچھے مفرض کی اقدار	۱۴۳
۲۵۷	ارکان نماز کی اہمیت	۱۴۴
۲۶۰	حنفی بھائیوں کے لئے لمحہ فکریہ	۱۴۵
۲۶۱	جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں پڑھنا	۱۴۶
۲۶۲	حلالہ کی لعنت	۱۴۷
۲۶۳	حلالہ کرنے والا طہون ہے	۱۴۸
۲۶۹	حدیث کے موافق فقہ سرائیکیوں پر	۱۴۹
۲۷۰	فیصد رسولؐ سے اراہن کا نتیجہ	۱۵۰
۲۷۱	حضرت عمرؓ پر خون کا دعوے	۱۵۱
۲۷۱	حدیث چھوڑ کر قول امتی کی طرف آنا	۱۵۲
۲۷۳	حدیث کے مقابلہ میں قول پر عمل کرنے والے	۱۵۳
۲۷۳	فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ	۱۵۴
۲۷۴	فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ کا انتباہ	۱۵۵
۲۷۵	حضرت امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت	۱۵۶
۲۸۲	بلا دیسیل فتوے دینا حرام ہے	۱۵۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۲	قاضی ابویوسف کا حکم	۱۵۸
۲۸۳	حدیث اور آرائے رجال	۱۵۹
۲۸۳	حدیث سرانگھوں پر	۱۶۰
۲۸۴	امام صاحب کا طریق عمل	۱۶۱
۲۸۵	گھرے ہوئے مسائل	۱۶۲
۲۸۶	ہدایہ کے مصنف کا زمانہ	۱۶۳
۲۸۷	امام صاحب بری الذمہ ہیں	۱۶۴
۲۸۸	امام ابوحنیفہؒ کی کوئی کتاب نہیں	۱۶۵
۲۹۰	وفات حسرت آیات	۱۶۶
۲۹۰	فقہ پر علی و جہ البصیرت عمل کریں	۱۶۷
۲۹۶	فرقہ بندی کا ہلکاؤ	۱۶۸
۲۹۸	ملت واحدہ اہلحدیث	۱۶۹
۳۰۰	اہلحدیث کا مفہوم	۱۷۰
۳۰۲	اہلحدیث محدث فرقہ نہیں	۱۷۱
۳۰۲	اہلحدیث کی ابتداء	۱۷۲
۳۰۴	صحابہ اہلحدیث تھے	۱۷۳
۳۰۵	ایک حدیث کے لئے مدینہ سے دمشق کا سفر	۱۷۴
۳۰۷	سنت اور حدیث	۱۷۵
۳۰۸	صحابی کی زبان پر لفظ اہلحدیث	۱۷۶
۳۱۰	اہلحدیث کی پیدا ہوئے؟	۱۷۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱۶	منکر حدیث مسلمان نہیں	۱۷۸
۳۱۸	المحدیث ہونے کی دعوت	۱۷۹
۳۲۰	المحدیث کے حق میں حضرت انور کی دعا	۱۸۰
۳۲۱	قیامت تک حق پر رہنے والی جماعت	۱۸۱
۳۲۶	اصحاب الحدیث کا حشر کے دن مرتبہ	۱۸۲
۳۲۷	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا نعرہ حق	۱۸۳
۳۲۷	اہلسنت والجماعت الحدیث میں	۱۸۴
۳۳۱	شیخ عبدالقادر جیلانی کے زمان سے اہل بدعت کی پہچان	۱۸۵
۳۳۲	بدعتی اہل حدیث کو برا بھلا کہتے ہیں	۱۸۶
۳۳۴	علماء سور کی انجمن	۱۸۷
۳۳۵	یہود کے فرقہ ساز علماء کا حال	۱۸۸
۳۳۹	امت خیر الرسل کو انتباہ	۱۸۹
۳۴۲	علمائے ربانی لوگوں کے لئے رحمت ہیں	۱۹۰
۳۴۳	المحدیث کا ایک ہی نام ہے	۱۹۱
۳۴۵	المحدیث کے اٹھے سیدھے نام رکھنا بدعتیوں کا کام ہے	۱۹۲
۳۴۷	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا مذہب	۱۹۳
۳۴۹	بادہ پیمانوں کے ہسلیقے	۱۹۴
۳۵۰	دین کے ٹکڑے اور شے بخرے	۱۹۵
۳۵۲	رسول خدا کا فرقہ بازوں سے کوئی تعلق نہیں	۱۹۶
۳۵۳	راہِ خدا سے بھٹکے ہوئے ظالم کا حشر کے دن واویلا	۱۹۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۵	مشرکین مکہ کا مذہب	۱۹۸
۲۶۳	مسلمان آبا و اجداد	۱۹۹
۲۶۵	یہودیوں کی راہ و روش سے بچنے کا حکم	۲۰۰
۲۶۶	علماء و مشائخ کو رب بنانا	۲۰۱
۲۶۹	حدیث کے مقابلہ میں رائے پر عمل کرنے والے گمراہ ہیں	۲۰۲
۲۷۰	دین میں بڑے فتنہ انگیز	۲۰۳
۲۷۰	حدیث کے خلاف رائے کے مسائل	۲۰۴
۲۷۳	خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے	۲۰۵
۲۷۴	ابحدیث مسلمان	۲۰۶
۲۷۶	فروق کو اسلام میں مدغم کر دیں	۲۰۷
۲۷۷	قبر میں نیکی کے سوال	۲۰۸
۲۷۸	دنیا کا اندھا آخرت میں اندھا ہے	۲۰۹
۲۸۱	خاتمہ اور دُعا	۲۱۰

تبصرے

اخبار الہدیت "دہلی"

مولانا حکیم محمد صادق صاحب ان علماء میں سے ایک ہیں جو ہمیشہ مسلک عمل بالحدیث کی تبلیغ و اشاعت عملی طور پر کرتے رہے ہیں۔ مولانا نے اس وقت تک جس قدر کتابیں لکھی ہیں وہ سب قابل قدر ہیں، مگر "سبیلِ رسول" میں مولانا نے جو کچھ اشاعتِ توحید سنت پر لکھا ہے وہ انہیں کا حق ہے۔ شرک و بدعتِ مروجہ کی تردید جس پر ایہ میں کی ہے وہ بہت خوب ہے۔ تقلید اور بدعات کا رد ایسے پرائے ہیں کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے اور گراں نہیں گزرتا۔ کتاب اس قابل ہے کہ ہر لائبریری میں پہنچائی جائے!

"الہدیت" دہلی - یکم فروری 1951ء

اخبار الہدیت "سوہدہ"

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي: کی جامع تفسیر، سنتِ رسول کا مکمل نقشہ، مسائل عجیبہ کا خوب ترین گزشتہ، متبعین سنت کیلئے بہترین تحفہ۔ حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی محنت کا

آخری نمبر — سبیل الرسول — ہے۔

المحدث "سودرہ" — یکم فروری ۱۹۵۶ء

سہ روزہ "منہاج" لاہور

«سبیل الرسول» اپنے مباحث میں ایک دلچسپ اور جامع کتاب ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑنا انتہائی ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے کے سوا اور کوئی رستہ ایسا نہیں جو مسلمان کو صاف سمجھنے اور اسلام کی طرف لے جا سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی اتباع و فرمانبرداری اسلام میں اصل شے ہے۔ جو شخص براہ راست حضور کے ارشادات و فرامین کا تتبع نہیں کرتا ہے اور کچھ درمیانی راستوں کا متلاشی ہے وہ اسلام اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع اساسی اور بنیادی شے ہے۔ اگر مسلمان کے ہاتھ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شے ہوگی تو اس کے راستے کے تمام اذھیروں، اجالوں میں تبدیل ہو جائیں گے اور وہ کامیابی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیگا، لیکن اگر بدقسمتی سے اس نعمت سے محروم ہے تو اس کی کامیابی کی صورت کوئی نہیں ہے۔

اس کتاب میں وہ تمام مسائل بہت اچھے انداز میں لکھے

ہیں جو سنت کے عین مطابق ہیں۔ کتاب کی یہ بحث بڑی عمدہ ہے۔ کہ اہلحدیث فرقہ نہیں بلکہ اصل دین یہی ہے۔ یعنی ایک شخص جب یہ کہتا ہے کہ میں اہلحدیث ہوں تو وہ اپنے آپ کو کسی فرقہ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ ایسا مسلمان ہے جو تمام حد بندیوں اور فرقہ بندیوں سے بالا ہے اور اس کی وابستگی صرف احکام اسلام سے ہے۔

”سبیل رسول“ کے مطالعہ سے ذہن و دماغ کی بہت سی گریں خود بخود کھل جاتی ہیں۔

”منہاج“ لاہور
۲۸ فروری ۱۹۵۹ء

”نوائے ملت“ مردان

حضرت مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے حال ہی میں ”سبیل الرسول“ کے نام سے ایک قابل قدر علمی کتاب شائع کی ہے جس میں قرآن و حدیث کے استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشعل اور سنن ہدی کے چراغ ہی قرآن مجید کی راہ عمل کے اُجالے ہیں۔

اس کتاب میں یہ موضوع نہایت حسن و خوبی اور دلائل کیساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کی تشریح و تبیین کے لئے احادیث نبویؐ ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے خدا کے حکم کے مطابق — قرآن شریف لوگوں کو سنایا، اور ہر حکم پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے عمل سے راستہ متعین فرمایا۔ اگر حضورؐ ہمیں قرآن پر عمل کر کے نہ دکھاتے اور خدا کے احکام پر چلنے کی راہ نہ دکھاتے تو ہم راہ پر نہ آتے بیشک اصل ہدایت قرآن ہی ہے لیکن اس ہدایت پر عمل کرنے کا طریقہ بھی تو چاہیے۔ وہ طریقہ ہمیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مل سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب متذکرہ موضوع پر ایک جامع، مدلل اور دلنشین پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور نہایت مفید ہے کتاب کی ہمہ گیری اس سے ظاہر ہے کہ اس میں دو سو چھبیس عنوانات پر بحث کی گئی ہے اور ہر عنوان مطلب خیر اور جاذب توجہ ہے۔

نوائے ملت مردان — یکم جنوری ۱۹۵۶ء

روزنامہ "احسان" لاہور

دنیات کی یہ کتاب ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں قرآن مجید اور احادیث کے استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف احادیث خیرالوری کے دیپ اور سنن ہدیٰ کے چراغ ہی قرآن کی راہ عمل کے اُجالے ہیں۔ جسکو پڑھتے وقت قاری کا ذہن نہیں تھکتا۔ مولانا محمد صادق صاحب کا انداز سنجیدہ اور عالمانہ ہے۔ انہوں نے بعض نظریات

کے متعلق مشہور مصنفین سے بھی استفادہ کیا ہے :-
(احسان لاہور — یکم جنوری ۱۹۵۵ء)

”نوائے وقت“ لاہور

حکیم صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ ”صلوٰۃ الرسول“ اور اسی نوع کی متعدد دینی و تبلیغی کتب کے مصنف ہیں۔ زیر نظر کتاب دراصل اقبالؒ کے شعر

ہر مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است!

کی تفسیر ہے۔ رسول اللہ ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ انسانیت بن کر تشریف لائے تھے۔ ایک رسول، ایک آقا، ایک باپ، ایک دوست، ایک بھائی، ایک جنرل — عرض آپ نے ہر حیثیت سے ایک مثالی زندگی گزاری۔ آپ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی آج بھی گمراہ انسانیت کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں مسلمانوں کو سرور کائنات کی زندگی سے قابل تقلید مثال نہ ملتی ہو، اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل آپ نے پیش نہ کیا ہو۔

مصنف کے الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل

سنت، حدیث، سیرت، اسوہ اخلاق اور کردار ہی سبیل الرسول ہے جو کچھ آپ نے فرمایا اور زندگی بھر کر کے دکھایا — یہی حضور کی راہ ہے۔ سنت کی شمعیں، حدیث کے چراغ، سیرت کی قندیلیں —

اسوہ حسنہ کے فانوس ، اخلاق اور کردار کے اُجالے بہشت بریں کی راہ کو روشن کر رہے ہیں۔ فاضل مصنف نے احادیث وغیرہ نقل کر کے فقر کے بعض مسائل اور ائمہ کے بعض ارشادات کا ان سے تضاد اور اختلاف بھی دکھایا ہے۔

”نوٹس وقت“ لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء

”ترجمان“ دہلی

مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی یہ دوسری تصنیف ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ انسانی ہدایت کے لئے کامل و مکمل نمونہ رسولؐ کی ذات ہی میں ہے۔ غلط راستوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ اسوہ رسولؐ سے ہٹ کر ملت صد پارہ کے خطرناک نتائج بھی بتا دیئے گئے ہیں۔ بدعات پر جگہ جگہ ضرب لگائی گئی ہے۔ تقلید پر سیر حاصل بحث کے بعد مسلک اہلحدیث کا تسلسل بتایا گیا ہے۔ یہ بحث بڑی دلچسپ ہے کہ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں بلکہ ”جماعت“ ہے۔ جس کیلئے بشارت اخصوٰر کے کلام سے ملی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دعوتِ حق کا بیان بھی موجود ہے :

”ترجمان“ دہلی — جون ۱۹۵۶ء

تنظیم اہلحدیث — لاہور

مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی اہل علم حلقوں میں عموماً اور اہل قسم حلقوں میں خصوصاً اور جماعت اہلحدیث میں بالخصوص متعارف شخصیت ہیں۔

برکت اور الحاد کے اس دور میں جس انداز سے وہ تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور جو عنوانات انہوں نے اپنی تحریری مسامی کے لئے تجویز کئے ہیں۔ اس جس جدوجہد سے انھیں پایہ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں، اس گٹے گڑے زمانے میں اس کی حیثیت جہاد بالقلم سے کم نہیں۔ آج کا دور ہوش رباگرانی کا دور ہے اور آج تصنیف و تالیف کا کام کرنے کے لئے جسقدر اسباب و وسائل کی ضرورت ہے اس سے ہر صاحب علم آگاہ ہے۔ لیکن حیرانی ہے کہ برادر مکرم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی تن تنہا یکے بعد دیگرے چند سال میں ایک درجن سے زیادہ علمی اور ضخیم کتابیں نہایت عمدگی سے پبلک میں لے لے ہیں۔ سچ ہے :

ہر کسے را بہر کار سے ساختند

خدا تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے راہ کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

آج دنیا مذہب سے بہت دور جا چکی ہے اور تعلیمیافتہ طبقہ کے مطالعہ کے محبوب ترین موضوع احسان، ڈرامہ، تاریخی اور جاسوسی ناول کے علاوہ نفسیات اور جنسیات رہ گئے ہیں۔ اس عزت اسلام کے دور میں توحید و سنت اور ارکان اسلام اور اسلامی اخلاق جیسے خشک اور غیر مانوس لیکن بنیادی مسائل کو موضوع تصنیف بنانا اسی شخص کا کام ہے جسے توفیق ایزدی نے اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہو۔ "تنظیم المحدثین" کے کسی گزشتہ شمارے میں موصوف کی تین کتب کا تعارف گرایا جا چکا ہے۔ "سبیل رسول" بھی آپ ہی کی تصنیف ہے

اس کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب میں سبیل الرسولؐ اور
مراطِ مستقیم کی وضاحت کی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں اتباعِ سنت کی فرضیت اور فضیلت پر
بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہی وہ مراطِ مستقیم ہے جس کے
حصول کے لئے ہر نماز کی ہر رکعت میں دعا کی جاتی ہے۔ اس کے بعد عہد
صحابہؓ اور عہدِ تابعینؒ کا طرزِ عمل پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے
کہ خیر القرون میں مسلمانوں کا طرزِ عمل کتاب و سنت کے علاوہ کسی تیسری چیز
پر نہ تھا اور تقلید کا رواج چوتھی صدی سے پیشتر کہیں نہ تھا، اس کے بعد
اسلام میں فرقہ بندی کی تاریخ بیان کی گئی ہے، اور اس ضمن میں ائمہ اربعہ
کی خدمات کا تذکرہ سے اور تاریخ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان
حضرات کا مسلک محض کتاب و سنت کا اتباع تھا اور ان کی تعلیم بھی
یہی تھی کہ حدیثِ رسولؐ کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی شخصیت کے قول و
اقوال کی پروا نہ کی جائے۔

اس کے بعد کتب فقہ کی تاریخ تصنیف اور فقہ کی تالیف و تدوین
کے سلسلہ میں معلومات فراہم کی گئی ہیں اور ان بیسیوں مسائل کی نشاندہی
کی گئی ہے جو حدیثِ رسولؐ سے متصادم ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ کے
معتقدین برابر ان پر عمل پیرا ہیں، نہ حدیث کی پروا کرتے ہیں اور نہ
ہی اپنے امام صاحب کے ارشادات کی۔

کتاب کے آخر میں محدثین کی خدمات کا اجمالی تذکرہ اور لفظ :
”المحدثین“ کی تاریخی حیثیت پر مفید معلومات جمع کی گئی ہیں —
حاصل کلام یہ کہ کتاب اپنے موضوع پر کامیاب ہے۔ طرزِ تحریر

دکشا ہے۔ موقع بوقع موزوں اشعار سے کتاب کی دلچسپی میں مزید اضافہ

”تنظیم الحدیث“ لاہور

۲۳ اکتوبر — ۱۹۵۹ء

”صحیفہ الحدیث“ کراچی

”سبیل رسول“ فاضل محترم حضرت العلام مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی وہ معرکتہ الآراء، بصیرت افزوز اور مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں آیات و احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ نجاتِ آخرت اور بہشت صرف سنت اور حدیث پاک کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے سے ملتی ہے۔ جو کوئی آپ کے قول و فعل کی شمع لیکر راستہ تلاش کریگا، اُسے یقیناً ہدایت نصیب ہوگی اور وہ کامیابی کی منزل مقصود کو پائے گا۔ اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہٹ کر عمل کرے گا یا غیر مستون طرق پر چلے گا تو اُسکا وہ عمل باؤگاہ رب العزت میں قبول نہیں ہوگا۔

اس کتاب میں راہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتانے کے سلسلہ میں توحید کا اثبات کر کے شرک اور بدعت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی گئی ہیں کلمہ طیبہ کا مفہوم نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، اطاعت، اتباع اور استجاب پر دلائل کی رُو سے از حد زور دیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

وزن کے زیر عنوان رسول پاکؐ کا مقام اور مرتبہ بیان کر کے اُمت کو "بہ مصطفیٰ برسائِ خویش را کہ دیں ہمہ اوست" کی تائید کی گئی ہے، اور تمام امت کی نجات کا دار و مدار "بہ مصطفیٰ برسائِ" بتایا گیا ہے۔ اور آیات و احادیث کی روشنی میں مَا آنا عَلَیْهِ وَ اَمَحَابِی کی شاہراہ بہشت کو ایسا واضح کیا ہے کہ فرقوں کی خود ساختہ راہیں جدا نظر آ رہی ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی اللہ — شاہراہ بہشت کی نشان دہی — ناجی جماعت — دعوتِ رسولؐ سے زندگی — حضرت موسیٰؑ اتباعِ رسولؐ کرتے — بدعات سے بچنے کی وصیت — شیطان کی پیشوائی، رحمتِ عالم کا وزن، رسالت کا کام امتیوں سے لینا، اسلام کی حد بندی — اسلام میں فرقہ بندی، ٹیڑھی راہیں، کلمہ سوچکر پڑھیں — بعض مسلمانوں کے شرکیہ عقیدے تین بہتر زلنے — صحابہ اہلسنت اہلحدیث تھے — تقلید کا دور — تقلید جامد کے کارنامے، ملت واحدہ اہلحدیث — قیامت تک حق پر رہنے والی جماعت — شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا نعرہ حق — دین کے حصے بخرے — بادہ پیاؤں کے سلیقے وغیرہ — کتاب کی اہمیت کو اجاگر کر رہے ہیں۔ تمام کتاب کے اندر ایسے ہی ۲۲۶ بصیرت افروز عنوان ہیں۔ جن کے تحت بیش بہا معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب اس لائق ہے کہ ہر اہل سنت، اہل حدیث کے گھر میں موجود ہو اور سب مسلمان اسے پڑھیں۔

کتاب کی یہ خوبی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اسکے پڑھنے سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ

کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ عبارت سلیس، عام فہم اور آسان ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب جواہرات سے تولنے کے لائق ہے۔

صحیفہ البحدیث کراچی

۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء بمطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

خُطْبَةُ رَحْمَتٍ لِلْعَالَمِينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ
وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ
مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا
مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ
فَلَا هَادِيَ لَهُ - وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ - أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ
الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ

سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ جامع اور مبارک خطبہ ہے جو حضور اپنے بروعظ اور
تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے اور یہ خطبہ بالفاظ مختلف (مسم - ابوداؤد - ترمذی) میں موجود ہے۔

مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا
وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ
وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

ترجمہ : سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں (اسلئے) ہم اسکی
تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے
ہیں۔ ہم اس (رب العالمین) سے اپنے گناہوں کی بخشش
چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُسی (پاک ذات)
پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ
کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی)
اسکی پناہ میں آتے ہیں (یقین مانو) کہ جسے اللہ راہ دکھائے اُسے
کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے
دھتکار دے اس کے لئے کوئی راہبہر نہیں ہو سکتا، اور
ہم اترِ دل سے (گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق (مشرک)
اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں
اور (اسی طرح اترِ دل سے) ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے
ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکے خاص بندے، اور
(آخری) رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

حمد و مسلوٰۃ کے بعد (یقیناً) تمام باتوں سے بہتر بات
اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ، اور تمام کاموں میں بدترین
کام وہ ہیں جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں
(یاد رکھو) دین میں جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے
اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی
ہے۔

پیش کلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اسے بہشت میں جگہ دی اور فرمایا :

يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كَلَا
مِنْهَا رَعْدًا اَحَيْتُ سِتْمًا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ
الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (پ ۴۷)

” اے آدم ! تم اور تمہاری بی بی بہشت میں بسو اور اس میں جہاں کہیں سے تمہارا دل چاہے بافراغت کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ پھسکنا۔ (اگر پھسکے) تو ظالموں سے ہو جاؤ گے“

یہ آیت بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دونوں میاں بی بی کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں رہ کر خوب کھائیں، پیئیں، منے سے زندگی گزاریں لیکن ایک درخت سے پیئیں۔ اس کے قریب نہ جائیں، ہرگز ہرگز اُسکا پھل نہ کھائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہو گئی۔ انھوں نے اس درخت کا پھل چکھ لیا۔ جیسا کہ خدا نے ارشاد فرمایا :

فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا
 مِنْ سَوَاتِحِهِمَا وَقَالَ مَا نَفَعَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ
 الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ
 الْخَالِدِينَ ○ وَقَاسَمُومَا إِيَّيَّكَمَا لَنْ نَلْقَا مِنِ النَّاصِحِينَ ○
 فَدَلَّهُمَا بِعُرْوَةٍ ○ فَلَمَّا ذَاكَ الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
 سَوَاتِحُهُمَا وَطِفَاتُهُمْ خُصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ
 وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ
 وَأَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ○

(پت ع ۹)

” پھر شیطان نے دونوں (میاں بی بی) کو بہکایا تاکہ ظاہر کر
 دیوے واسطے ان کے جو کچھ کہ چھپایا گیا تھا ان سے، انکی شرکاء ہو
 سے اور کہنے لگا: تمہارے پروردگار نے جو تمہیں اس درخت
 (کے پھل) سے منع کیا تھا تو اس کا سبب یہ ہے کہ کہیں (ایسا نہ
 ہو، تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا دونوں ہمیشہ زندہ رہو اور ان کے
 اگے قسم کھائی کہ میں بلاشبہ تمہارا خیر خواہ ہوں۔ پھر دھوکے
 فریب سے ان کو مائل کر لیا تو جو نہی انہوں نے درخت (کے پھل)
 کو چکھا تو ان کی شرکاء ہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں، اور پھر
 بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور ان کے پروردگار
 نے ان کو پکارا: کہ کیا منع نہ کیا تھا میں نے تم کو اس درخت
 سے اور نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ شیطان تمہارا صریح دشمن
 ہے۔“

جب ہمارے جدِ اعلیٰ، حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان کے جھانے میں اگر شجرہ ممنوعہ کو کھا لیا۔ بقول قرآن: عَصَى آدَمُ رَبَّهُ؛ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو پھر خدا نے فرمایا:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَمَا يَأْتِيَكُمْ مِنْ يَدِي هُدًى فَمَنْ يَتَّبِعْ هَذَا يَفْضَحْ عَلَيْهِمْ وَوَدَّ هُمْ يُجْزَوْنَ ○ (پ ۶)

”پھر ہم نے کہا کہ تم (آدم، حوا اور اولاد جو تمہاری پشت میں ہے سب کے سب) یہاں (بہشت) سے اتر جاؤ (اور یاد رکھو کہ) جو ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس ہدایت آئے گی (اس پر چلنا۔ کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے۔ ان پر

۱۶ (پ ۱۶ ع ۱۶) ۱۶ خدا کی ذات پر قربان جائیں۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کی توفیق بھی دے دی اور آپ ہی سے استغفار کے کلمات سکھا کر معاف کر دیا:

فَتَلَقَى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ پس

سکھ لیں آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ باتیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ: پس پھر آیا اوپر اس کے تحقیق وہ پھر آنے والا مہربان ہے۔“

۳۱ حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور ان کو بہشت سے نکلنا پڑا۔ اس عبرتناک واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت امام شافعی نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت لڑتے ہوئے یہ شعر پڑھے:

ولما قسى قلبى و منافقتى مذاهبي : جعلت رجائى نحو عفوك سلما

اور جب میرا دل سخت ہوا اور میرے راستے تنگ ہوئے تو میں نے اپنی امید

کو تزی سفوکى طرف سیرھى بناا۔“

بعفوك رجبى كان عفوك اعظما

تعاظمتنى ذنبى فلما قرنته

آخرت میں، نہ تو کسی قسم کا، خوف ہوگا اور نہ وہ ٹھگین ہو گئے۔“
 آپ سبجہ گئے کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام ایک غلطی کے سبب
 اپنے اصلی وطن — گھر (بہشت) سے نکالے گئے۔ گویا وہ مسافر بن کر
 دنیا میں آگئے، اور ہم بھی جو ان کی پشت میں تھے ساتھ ہی جلا وطن ہو
 گئے۔ اب ہماری دنیا کی زندگی جلا وطنی کی زندگی ہے۔ ہمارا اصلی وطن
 آخرت ہے، وہی بہشت ہے جہاں سے ہم نکالے گئے ہیں۔ ہم نے

”میرا گناہ مجھ کو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر میں نے جب اسکا تری عفو کیساتھ
 اندازہ کیا تو اس کو بھاری پایا“

فما ذلت ذاهن من الذنب لم تزل تجود وتعفومنة وتجو ما
 ”تو ہمیشہ گناہوں سے درگزر کر نیوالا بخشش اور ہر بانی اور احسان کرنے والا سے
 فلولاك لم يسلم من ابليس عابدا وكيف وقد اغوى صفيحة آدم
 ”اگر تیرا فضل نہ ہو تو شیطان سے کوئی عابد بھی نہ بچ سکے کیونکہ جب اس نے تیرے
 برگزیدہ آدم علیہ السلام کو بہکا دیا تھا تو پھر اور کسی کا کیا کہنا ہے (ترجمہ کمال فی اسرار الرجال: ۱۴۴)
 علامہ شوکانی رح اندازہ عبرت نفس فرماتے ہیں :-

عطى ابو العالم وهو الذمى من طينه صورة الله
 واسجد الاملاك من اجله وصير المحبته ما وا
 اغواه ابليس فمن ذا انا المسكين ان ابليس اغواه

جہان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کا حکم ٹال دیا اور وہ وہیں جنکا اللہ نے
 مٹی سے نقشہ کھینچا اور فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور بہشت کو انکا ٹھکانا بنایا۔
 انکو ابلیس نے بہکا دیا تو پھر محمد عابز کی کیا حقیقت ہے اگر ابلیس نے عجم کو بہکا دیا۔

(آئہ القرآن برطاعت البینین ص ۵۲۳)

دنیا کے قید خانے سے نکل کر پھر اپنے "وطن" کو جانا ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ ہم مسافر ہیں۔ اس سفر کو ختم کر کے گھر جانا ہے۔

چونکہ ہم مسافر ہیں اور راہی ہیں اس لئے ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنے سفر میں بڑی احتیاط اور غور و فکر سے اس راہ کو اختیار کریں۔ اس راستے پر چلیں جو ہماری منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو لیکن اس راستے کو ہم از خود متعین نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمیں اس کی تعیین اور تجویز کا علم ہے۔

خدا تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ اس دنیا میں اپنے پاس سے ہدایت بھیجی تاکہ ہم اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کریں اور پھر سے اپنے گھر جا بسیں۔ ذاتِ برحق نے ارشاد فرمایا:

فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنِ تَّبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٥٠﴾

۱۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **الدُّنْيَا سَجْرَةُ الْمُؤْمِنِينَ**، دنیا مومن کا قید خانہ ہے (مشکوٰۃ) مطلب یہ کہ نافرمانی کے سبب خدا نے ہمیں ہمارے گھر سے نکال کر دنیا کے قید خانے میں بھیجا۔ اس قید خانے میں جو خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔ اب خدا کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ شجرِ ممنورہ (خدا کی نافرمانیاں) کو مکر رہ چکیں گے تو ہرنے کے بعد اس قید خانے سے چھوٹ کر اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔ گھر آجائیں گے۔ اپنے باپ کی چھٹی ہوئی وراثت پالیں گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ اس چین کی زندگی بسر کریں گے۔

پے پے چرخِ نبلی قام سے منزلِ مسلمان کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہیں وہ کارواں تو ہے

”جو ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس ہدایت آئیگی (پہر) جو ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے، ان پر (آخرت میں) نہ تو کسی قسم کا، خوف ہوگا اور نہ ہی وہ نملگین ہوں گے۔“

معلوم ہوا کہ خدا کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا سیدھی راہ پر چلنا ہے جو ہمیں بہشت میں لے جائے گی۔ وہ خدا کی ہدایت — تورات، انجیل زبور اور دیگر صحیفوں کی صورت میں انبیاء کے ذریعے لوگوں کو پہنچائی گئی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ ہدایت قرآن کی شکل میں حضرت ختم المرسلین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، اکرم الاولین، اکرم الآخرین جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی چنانچہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

كَذَلِكَ أَدْعَلُّكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ

لَتَسْتَلُوا عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْتَا إِلَيْكَ (پس آج ۱۰)

”اے پیغمبر! اسی طرح بھیجا ہم نے تجھ کو بیچ امت کے تحقیق کو گزر گئیں پہلے اس سے بہت امتیں (اور تیرے بھیجنے کی غرض یہ ہے، کہ جو (قرآن) تجھ پر وحی کے ذریعے ہم نے اتارا ہے وہ ان کو پڑھ کر سنادو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کے مطابق قرآن مجید لوگوں کو سنایا اور ہر حکم پر عمل کر کے دکھایا۔ اپنے عمل سے راستہ متعین فرمایا اگر حضور ہمیں قرآن پر عمل کر کے نہ دکھاتے، خدا کے احکام پر چلنے کی راہ نہ دکھاتے تو ہم راہ پر نہ آتے۔ بیشک اصل ہدایت قرآن ہی ہے لیکن اس ہدایت پر عمل کرنے کا طریقہ بھی تو چاہیے۔ وہ طریقہ ہمیں

صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مل سکتا ہے۔ جیسا کہ
خدا نے فرمایا:

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ — (پ ۸ ع ۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں اللہ کی حکم برداری
ہے۔ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ (پ ۸ ع ۵) کا بھی یہی مطلب
ہے کہ حقیقی مطاع — اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر اس کی اطاعت، رسول
رحمت کی راہ اختیار کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اپنی ہدایت نازل کر کے
ساتھ ہی اس نے یہ حکم بھی دے دیا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (پ ۱۲ ع ۱۲)

(اے پیغمبر!) لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو
تو میری پیروی کرو!

یعنی میری راہ پر چلو، میرا راستہ اختیار کرو۔ معلوم ہوا کہ خدا کی ہدایت کے
مطابق زندگی گزارنے کے لئے راہ رسول اختیار کرنی ضروری ہے۔ قرآن پر
عمل کرنے کے لئے حضور کا راستہ پکڑنا لازمی ہے۔ مثلاً خدا نے حکم دیا:
اقِمْ الصَّلَاةَ: نماز قائم کرو!

اب ہم نماز کس طرح قائم کریں؟ قرآن مجید میں قیام نماز کی کوئی ہیئت
بیان نہیں کی گئی تو لا محالہ ہم نماز ادا کرنے کا طریقہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم ہی سے سیکھیں گے۔ خود خدا نے فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (پ ۲۴ ع ۲۴)

”اور جو طریقہ علی ہوسے تم کو رسول میں بھیجا ہوا ہے اس کو“

یعنی میرے احکام کی عملی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل

کرو تو خدا کے اس حکم سے ہمیں نماز حضور کے طریقے پر پڑھنی ہوگی۔
 اگر غیب مننون طریقے پر نماز پڑھیں گے تو قبول نہ ہوگی یقیناً مردود ہوگی۔
 ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ نجات کے لئے سبیل الرسول کو اختیار کرنا
 از بس ضروری ہے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے :

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ قَف عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾

”کہہ (مے پیغمبر) یہ ہے راہ میری (توحید کی) پکارنا ہوں میں
 (اس راہ سے تم کو) طرف اللہ کی اوپر بینائی کے ہوں میں۔
 اور جس نے تابعداری کی میری اور پاکی بیان کرتا ہوں میں واسطے
 اللہ کے (شرک سے) اور نہیں ہوں میں شرک لانے والوں
 سے۔“

اس آیت میں صاف طور پر خدا نے حکم دیا ہے کہ اے میرے پیغمبر!
 لوگوں کو کہہ دیجئے! ہَذِهِ سَبِيلِي۔ کہ یہ ہے میری سبیل، میری راہ!
 أَدْعُو إِلَى اللَّهِ؛ پکارنا ہوں طرف اللہ کی۔ یعنی جس راہ پر میں چل رہا
 ہوں، اسی راہ پر چلنے کے لئے تم کو بلاتا ہوں۔ یہی میری دعوت ہے کہ
 میری راہ پر چلو۔

عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا۔ اوپر بصیرت کے ہوں میں۔ یعنی میرا راہ
 پر چلنا اور اس راہ پر چلنے کی تمہیں دعوت دینا عَلَيَّ وَحِ الْبَصِيرَتِ ہے۔
 اندھیرے میں تیر نہیں مار رہا ہوں۔ اٹکل بچو باتیں نہیں کہ رہا ہوں بلکہ میرا
 راہ پر چلنا اور تمہیں چلانا بینائی، دانائی اور بصیرت پر ہے۔
 وحی الہی کی روشنی میں ہے۔

وَمَنْ اتَّبَعَنِي؛ اور جس نے تابعداری کی میری۔ یعنی جس نے میری متابعت کی جو میری راہ پر چلا، وہ بھی بصیرت پر ہے، نور ہدایت پر ہے میرے قدم پر قدم رکھنے والے کی دل کی آنکھیں روشن ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور کے صحابہؓ کے سینے آپ کی پیردی کے سبب روشن تھے۔ ہدایت کے نور سے معمور تھے اور اسی طرح حضورؐ کے ہر تابع سے سچے متبع کو دینی بصیرت اور قرآنی نور ملتا ہے۔

وَمُبِطْحَانَ اللَّهِ۔ پاکی بیان کرتا ہوں میں واسطے اللہ کے، یعنی حضورؐ نے تمام زندگی شرک کو مٹانے اور توحید کو پھیلانے میں صرف کی؟ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور نہیں ہوں میں شریک لانے والوں میں سے۔ یعنی آپ نے اپنی قوم، برادری اور سارے جہان کو کہہ دیا کہ میں خدا تعالیٰ کی قوی، مبنی، مالی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہیں بناتا۔

۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ یہ ہے۔ عَلِيٌّ بِصَيْرَةٍ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي؛ میں اسیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی، یعنی حضورؐ اور صحابہؓ بصیرت پر تھے۔ تفسیر خازن میں ہے: ثُمَّ اسْتَأْنَفَ عَلِيٌّ بِصَيْرَةٍ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي يَعْنِي أَنَا عَلِيٌّ بِصَيْرَةٍ وَمَنْ اتَّبَعَنِي أَيضًا عَلِيٌّ بِصَيْرَةٍ؛ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ مُحَمَّدًا أَوَّلِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ كَأَنَّا عَلِيٌّ أَحْسَنَ طَرِيقَةً وَأَفْضَلَ هَدَايَةً وَهُمْ مَعْدِنُ الْعِلْمِ وَكُنُزُ الْإِيمَانِ وَحَسْبُ الرَّحْمَنِ (خازن سورۃ یوسف ص ۱۷) یعنی حضورؐ بھی بصیرت پر تھے اور صحابہؓ بھی بصیرت اور روشنی پر تھے۔ اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے: اَوَانَا مَبْتَدَأُ عَلِيٌّ بِصَيْرَةٍ خَيْرٌ مَقَامًا وَمَنْ اتَّبَعَنِي عَطْفَ عَلِيٍّ أَنَا مَبْتَدَأُ وَمَنْ اتَّبَعَنِي عَلِيٌّ حُبَّةٌ وَبُرْهَانٌ (تفسیر مدارک برہان شیعہ خازن سورۃ یوسف ص ۱۷) مطلب یہ ہے کہ حضورؐ اور ان کے پیرو بصیرت، برہان اسیل اور روشنی پر تھے؟

اور شرک سے ہر طرح نافر اور بیزار ہوں۔
 اس آیتِ کریمہ میں راہِ رسولؐ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ
 صرف حضورؐ ہی کی وہ راہ ہے جو سیدھی بہشت کو جاتی ہے۔ راہی کو
 اس کے دھن میں پہنچاتی ہے تو پھر مزوری ہے کہ ہم حضرتؐ انور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی راہ اختیار کریں۔ سبیل الرسولؐ پر چل کر منزلِ مقصود
 کو پالیں۔

گو شمع میاں دیدیں بزم کہ امشب!
 در مجلسِ ما ماہِ رخِ دوست تمام است

محمد صادق سیالکوٹی

جنوری ۱۹۵۸ء

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي

دَعْوَتِ إِلَى اللَّهِ

قَدْ هَدَيْتُهُ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ قَف (پت)
 کہہ دے پیغمبر! یہ ہے میری راہ۔ پکارتا ہوں
 میں طرف اللہ کی“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی ہدایت پر پہلے آپ عمل کیا۔ پھر اس ہدایت کی دعوت اپنی راہ عمل پر دی، یعنی پہلے خود عمل کر کے راہ متعین کی، پھر اس پر چلنے کے لئے لوگوں کو پکارا کہ آجاؤ! یہ ہے میری راہ، اس پر چلو۔ اس لحاظ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں سب سے پہلے موجد، سب سے پہلے مومن اور سب سے پہلے مسلمان ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا:

قُلْ إِنْ صَلَوَتِي وَمَوْجِبِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 لَا شَرِيكَ لَهُ ۗ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (پت)
 ”کہہ دے پیغمبر! تحقیق نماز میری اور (ہر قسم کی) عبادتیں میری اور زندگی میری اور موت میری واسطے اللہ رب العالمین کے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو ایسا عقیدہ رکھنے کا، ہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں۔“

اسی آیت سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور اول المسلمین ہیں۔ سب سے پہلے خدا کے فرماں بردار ہیں۔ جب آپ خدا کے حکموں کو ماننے والوں میں پہلے حکم بردار۔ فرمانبردار ہوئے تو سب سے پہلے عامل قرآن ہوئے حضور کا عمل پہلے اور دعوت پیچھے ہے، آپ راہ بنا کر پھر بتاتے ہیں اس لحاظ سے حضور اپنی امت کے واحد پیشوا۔ اکیلے رہبر اور تنہا امام، ہیں۔ خدا کی ہدایت کے مطابق مشر آپ ہی آخرت کی راہ متعین کرنے والے ہیں۔ تمام صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، محدثین، فقہا، اولیاء اللہ اور سب صالحین حضور ہی کی راہ پر بلا مداخلت چل کر خدا کے مقرب ہوئے اور آپ ہی کی راہ پر چلنا ہر شخص کی نجات کے لیے شرط ہے۔ آپ کا طریقہ ہی امت کی فلاح کا ضامن ہے!

سبیل الرسول کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل، سنت، حدیث سیرت، اسوہ، اخلاق اور کردار ہی سبیل الرسول ہے جو کچھ آپ نے فرمایا اور زندگی بھر کر کے دکھایا، یہی حضور کی راہ ہے۔ سنت کی شمعیں حدیث کے چراغ، سیرت کی قدلیں، اسوہ حسنہ کے فانوس، عادت، اخلاق اور کردار کے اجالے، بہشت بریں کی راہ کو روشن کر رہے ہیں۔ پتہ دے رہے ہیں کہ لادنیٰ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ سے گزے ہیں۔ مرور حیات کے افار جنت فردوس کی بہار ہیں۔



دَعْوَتِ قَبُولِ كَرْنِ كَا پَهْل

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلِيكَةَ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوا ارْتِ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلَةٌ فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْظَانُ فَقَالُوا مَثَلَةٌ كَمَا كَلَّ رَجُلٌ بَنِي دَاوُدَ وَجَعَلَ فِيهَا مَادِبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَحَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَآكَلَ مِنَ السَّادِبَةِ وَمَنْ لَمْ يُحِبِّ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ السَّادِبَةِ فَقَالُوا أَوْ لَوْ هَالَهُ يَفْتَعُهَا قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ ارْتِ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْظَانُ فَقَالُوا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا أَفْقَدَ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَطَى مُحَمَّدًا أَفْقَدَ عَطَى اللَّهَ وَمُحَمَّدٌ فِرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ (بخاری شریف)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور حضور سوتے تھے۔ فرشتوں نے آپس میں کہا کہ تمہارے اس صاحب (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مثل کہاوت ہے۔ پھر آپ کے لئے وہ مثل بیان کر دی (یعنی وہ کہاوت آپ کو سناؤ۔ تاکہ آپ اپنی امت کو سنائیں) بعض فرشتے کہنے لگے: حضور

سورہ ہے ہیں (پھر بیان کرنے سے کیا حاصل ہے) بعضوں نے کہا کہ (آپ کی) آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے (اسلئے مثل اور کہاوت بیان کرنی چاہیئے۔) پھر فرشتوں نے کہا: مثل ان کی اس شخص کی مثل کی مانند ہے جس نے گھر بنایا: اور پھر اس میں کھانا کھلانا (دعوت کرنا) پھرایا اور بھیجا بلانے والے کو، پھر جس نے بلانے والے کو مانا (یعنی اسکی دعوت قبول کر لی) وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے نہ قبول کیا بلانے والے کو (یعنی دعوت اس کی قبول نہ کی) وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا۔ پھر بعض فرشتوں نے کہا کہ اس مثل کو بیان کرو۔

اسکا مطلب بتاؤ، تاکہ حضورؐ سمجھ لیں۔ بعض فرشتے کہنے لگے: آپ سوتے ہیں۔ بعض نے کہا (آپ کی) آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے (اس لئے مطلب بیان کر دینا چاہیئے۔ پھر فرشتوں نے کہا: (اس کہاوت کا مطلب یہ ہے) کہ مراد گھر سے بہشت ہے اور (مراد) بلانے والے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جس نے (دعوت قبول کر کے) فرمانبرداری کی اور جس نے (دعوت نہ قبول کر کے) نافرمانی کی اور جس نے (دعوت نہ قبول کر کے) نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں (حق اور باطل میں) درمیان لوگوں کے۔“

تشریح :- حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گھر یعنی بہشت بنایا ، اور اس میں کھانے کا بندوبست کیا پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ لوگوں کو بہشت کے کھانے کی طرف دعوت دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بہشت کی دعوت دیتے رہے ، اللہ کی طرف بلا تے رہے۔ جنہوں نے حضور کی دعوت پکار کر قبول کر لیا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ صدق دل سے پڑھ کر آپ کی تابعداری میں زندگی گزاری ، وہ اس گھر میں بہشت میں داخل ہو کر خدا کی نعمتوں سے متمتع ہوں گے ، بہشت کے کھانے کھائیں گے اور جو آپ کی پکار۔ دعوت کو نہ مانیں گے وہ گھر میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس گھر (بہشت) کا کھانا کھائیں گے۔

خدا تعالیٰ کی ضیافت

فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ حضور کے بلانے کو قبول کرنے والے حضور کے فرمانبردار ، خدا کے فرمانبردار ہیں اور آپ کے بلانے کو قبول نہ کرنے والے ، آپ کے نافرمان خدا کے نافرمان ہیں۔ پھر حضور کے بلانے اور پکارنے کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت کو مان کر آپ کے اقوال و افعال کو اپنایا جائے۔ دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب جانا جائے اور ہر قیمت پر انہیں عمل میں لایا جائے۔ آپ کے اقوال کو سن کر عمل کی شاہراہ کو پکڑنا جائے۔

غور کریں کہ خدا نے فرشتوں کو بھیجا کہ وہ حضور کے ذریعے لوگوں کو بتا

دین کہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ ہیں۔ خلقت کو خدا کی طرف بلانے والے ہیں۔ جو لوگ حضورؐ کے بلانے کو قبول کرینگے یعنی نبوت کو مان کر موحّد ہو کر تازیست آپ کی فرمانبرداری میں رہیں گے وہ خدا کے بنائے ہوئے گھر میں اسکا تیار کیا ہوا کھانا کھائیں گے، دنیا میں حضورؐ کی دعوت کو قبول کرنے والے آخرت میں خدا کی دعوت (ضیافت) کا مزا پائیں گے اور فرشتوں نے خدا کی زبانی یہ بھی سنا دیا کہ حضورؐ کی دعوت پر کان نہ دھرنے والے۔ آپ کے نافرمان خدا کے نافرمان ہیں۔

جہاں دنیا میں تمام غیر مذاہب والوں پر حضرت انورؐ کی دعوتِ نبوت کو قبول کرنا فرض ہے، وہاں نبوت کے ماننے والوں کو بھی چاہیے کہ وہ حضورؐ کی کسی سنت اور حدیث کا انکڑ نہ کریں، بلکہ قبول کر کے عمل کریں۔ آپ کی کسی پکار، آواز، ندا، نوا، صدا کو رائیگاں نہ جانے دیں، اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھیں کہ دین میں مشر آپ ہی کی آواز کو قابلِ بیک جانیں۔ کسی اور کی صدا پر کان نہ دھریں۔ ہاں اگر کوئی حضورؐ ہی کی ندا سنائے تو ہم تن گوش بن جائیں۔ کیونکہ صاحبِ وحی و کتاب آپ ہی ہیں اور مشر آپ کی زبان سے دین نکلتا ہے۔

در مجلسِ ماعظرمیائیز کہ حالِ لا
ہر لحظہ بگیسوئی تو خوشبونی مشام است

مسلمانوں کو دعوتِ رسول قبول کرنے کا حکم!

صحیح میں ابو سعید بن المعلی سے روایت ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا کہ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا: پس میں نے استجابت نہ کی۔ پھر میں نماز سے فارغ ہو کر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نماز پڑھتا تھا تو فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ - (پک ۱۶۴)

”جب رسول بلائے تو قبول کرو“

اور ایک حدیث میں ابی بن کعب کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور اس میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تجھے معلوم نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ حکم بھیجا کہ:

اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ - (پک ۴)

یعنی جب رسول پکارے وہ بلائے تو استجابت کرو۔“

پس ابی بن کعب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم تو تھا مگر خطا ہوئی، انشاء اللہ اب ایسا نہ کروں گا۔

حضرت حفصہ بن صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے محبت کی کہ اتنے میں جہادِ احد کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پکار ہوئی اور اس وجہ سے نہ ہائے کہ استجابت میں تاخیر ہوگی، لہذا اسی طرح جا کر شہید ہوئے اور ملائکہ نے جب ان کو غسل دیا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کیا حال تھا کہ ملائکہ اس کو غسل دیتے ہیں۔ اس کی جو رو سے دریافت کیا جائے۔ پس اس سے یہ سب

حال معلوم ہوا۔

حضورؐ کا دونوں صحابہ رضہ کو ارشاد فرمانا کہ میرے پکارنے پر تمہیں نماز توڑ کر استنجابت ضروری ہے اور اوپر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپ کی پکار کو سُنکر بلا تاخیر جہاد میں شریک ہو گئے۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو امر کہ مطلق ہو، کسی قید کے ساتھ نہ ہو تو فی الغور حضورؐ کی تعمیل کیسے ہوتا ہے۔ الحاصل آیت مذکورہ اور حدیث بالا کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی استنجابت فوراً چاہیے، اور چونکہ اب خود تشریف نہیں رکھتے۔ لہذا سنت سے جو حکم ثابت ہو اس کی استنجابت بغور واجب ہے کہ حدیث اور سنت حضورؐ کی دعوت اور پکار ہے۔

دعوت قبول نہ کرنے کی سزا

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُلُّ أُمَّتِي يَدْعُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ آجَى قَبِيلٍ وَمَنْ آجَى
قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ آجَى

حضرت ابی ہریرہ رضہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری تمام امتیں بہشت میں داخل ہوگی مگر جن نے (مجھے) قبولی نہ کیا۔ (صحابہ نے پوچھا) اور کس نے (حضورؐ کو) قبول نہ کیا؟ آپ نے فرمایا: جن نے تابعداری کی میری وہ (میرے پکار کو قبول نہ کرنے) بہشت میں داخل ہوا اور جن نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً (میرے پکار کو) قبول نہ کیا۔

تشریح ہے۔ اس ارشاد پاک سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کی تابعداری آپ کی دعوت کو قبول کرنا ہے اور آپ کی نافرمانی آپ کی دعوت کو مسترد کرنا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اگر ایک طرف حدیث رسولؐ (دعوتِ سیدالکونین) ہو اور دوسری طرف امتی کا قول ہو۔ پھر جو شخص دانستہ حدیث کو چھوڑ کر اس کے خلاف امتی کے قول کو ماننا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ بھی حضورؐ اور آپ کا نافرمان اور آپ کی دعوت کو قبول نہ کرنے والا ہے۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تشریح

مذکورہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث

دہلوی ارشاد فرماتے ہیں :

”كَلُّ اُمَّتِي يَكْلُوْنَ الْجَنَّةَ : بھم اُمت من می درآیند بہشت را۔ اِلَّا مَنْ اَبَى مَكَرَ كَيْسَ كَمَا سَرَكَشِي كَرِد۔ قِيلَ مَنْ اَبَى كَفَرْتَا كَمَا سَرَكَشِي كَرِد؟ قَالَ : كَفَرْتَا : مَنْ اَطَاعَنِي فَضَلَ الْجَنَّةَ۔ كَيْسَ كَمَا فَرَاغِي دَارِي كَنْد۔ مَرَاو چنگ در زند بکتاب و سنت در آید بہشت را۔ وَمَنْ عَصَانِي فَفَعَلَهُ اَبَى وَكَيْسِي كَرِبَ فَرَاغِي كَنْد و بے طاعت و رزق و تابع ہونے نفس گر دوسری بہ تحقیق سَرَكَشِي كَرِد و در نیاید بہشت را“

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۲)

حضرت شاہ صاحب نے مَنْ اَطَاعَنِي کا مطلب کتاب و سنت کو مضبوط پکڑنا بتایا ہے جس میں امت اجابت داخل ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری

صحیح حدیث میں فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے جا رہا ہوں۔ تم ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے جب تک ان دونوں کو مضبوط ہتھامے نہ ہو گے! ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول کی سنت، یہ کتاب و سنت بھی امت اجابت کو دی ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ ابَى كَمَا مَتَلَقَ اُوْرُوْپَ فرمایا ہے۔ جس نے بے فرمانی کی اور بدعت کو اختیار کیا اور تابع ہو ائے نفس ہوا، اس نے سرکشی کی " گویا سرکشی سے مراد بے فرمانی۔ اور بدعت لی گئی ہے۔ مسلمان بھائیو! حضور کی نافرمانی مت کرو، آپ کی سنتوں اور حدیثوں پر دل و جان سے عمل کرو اور بدعت سے بچو!

حضور آگ سے کھینچے ہیں

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ نَاسْتَوْ قَدَّ نَارًا اَقْلَمْنَا اَمْنَانَتُ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفِرَاشُ وَهَذِهِ السِّدَّ اَبَ اَلَّتِي تَقَعُ فِي السَّارِ يَتَعَنُ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبُنَهُ فَيَدْتَمِقُنَّ فِيهَا فَاَنَا اَخِذْتُ بِحُجْرَتِكَ عَنِ السَّارِ وَاَنْتُمْ تَقْتَحِمُونَ فِيهَا (بخاری شریف ص ۱۰۰)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اس شخص کی مثال کی مانند ہے کہ جس نے آگ جلائی پھر جب آگ نے اپنا ارد گرد روشن کیا پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں گرنے شروع

کیا اور آگ جلانے والے نے انہیں (آگ میں گرنے سے) روکنا شروع کیا، اور وہ غالب آتے ہیں اس پر (یعنی اسکے روکنے سے سہیں رکتے، اور داخل ہوتے جاتے ہیں آگ میں۔ پس اسی طرح میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پکڑتا ہوں مگر تمہاری کہ بچاؤں تمہیں آگ سے اور تم (مجھ سے) مگر میں چھڑا کر، داخل ہوتے ہو آگ میں۔“

معلوم ہوا کہ حضورؐ نے پکار پکار کر لوگوں کو کہا کہ ادھر آؤ میری طرف، دعوت پر دعوت دی کہ میری راہ چلو۔ حتیٰ کہ مگر پکڑ پکڑ کر کہیں چلا، یعنی بے حد تبلیغ کی۔ ہر قیمت پر خدا کے احکام سنائے۔ عذاب جہنم سے پکار پکار کر ڈرایا لیکن بد بختوں نے مگر چھڑا چھڑا کر دوزخ میں چھلانگیں لگائیں۔ آپ کی پکار۔ آواز کی پرواہ نہ کرتے ہوتے دوزخ کی طرف منہ کیا۔ مسلمانو! کلمہ پڑھنے والے پیارے بھائیو! موت ایک ہی پکار، حضورؐ کی پکار سنو! اور باقی سب مقابلے کی ”پکاروں“ سے بہرے ہو جاؤ۔ دین کے مقتداؤں سے عرض کرو کہ وہ آپ کو حضورؐ ہی کی ”پکاریں“ سنائیں وہ دانائے سبیل، ختم الرسل مولائے کل جنس نے غیب راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا

شاہراہ بہشت کی نشاندہی

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَّ خَطًّا عَنِ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذِهِ

سُبُلٌ عَلَى حَبْلٍ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوا إِلَيْهِ
وَقَدْ آتَىٰ هَذَا إِسْرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ الْآيَةَ
(احمد، نسائی، دارمی)

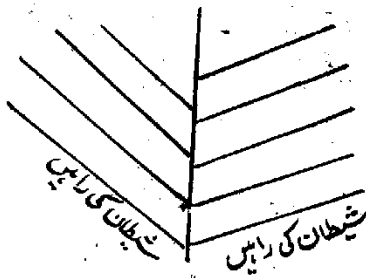
”عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک
(سیدھا) خط کھینچا۔ پھر فرمایا: یہ راہ اللہ کی ہے (یعنی اللہ
کے پاس پہنچانے والی ہے)، پھر آپ نے اس (سیدھے) خط
کے دائیں اور بائیں چند (ترچھے) خط کھینچے، اور فرمایا: یہ
راہیں ہیں۔ ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے پکارتا ہے
اس راہ کی طرف۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: وَ
آتَىٰ هَذَا إِسْرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ: اور تحقیق یہ ہے
راہ میری سیدھی، پاس پیروی کرو اس کی۔“

سیدھی راہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بڑے خیر خواہ تھے
حضور نے ہر طریق سے امت کو نیکی کی طرف بلایا۔ بھلائی کی دعوت
دی اور سیدھی راہ بتائی۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک سیدھی لکیر
کھینچی اور اس لکیر کے داہنے ترچھی لکیریں کھینچیں اور بائیں بھی
ترچھی لکیریں کھینچیں:

اس طرح:

اللہ کی راہ

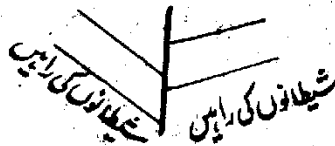


ایک حدیث یوں بھی آئی ہے :

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَحَطَّ حَطًّا وَحَطَّ حَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَحَطَّ حَطَّيْنِ عَنْ
يَسَارِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ هَذَا
سَبِيلُ اللَّهِ ط (ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی۔ پھر دو لکیریں (ترجمی) اس کے داہنے اور دو لکیریں (ترجمی) اس کے بائیں کھینچیں۔ پھر درمیانی (سیدھی) لکیر پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا: یہ اللہ کی راہ ہے۔ (باقی چاروں اللہ کی نہیں) وہ نقشہ اس طرح ہے :-

اللہ کی راہ



دونوں شکلوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضورؐ نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ کہا: یعنی وہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے۔ یہی نجات پانے والوں۔ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکو کاروں کی راہ ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ حضرت مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی راہ ہے۔ سید المرسلین، خاتم النبیینؐ اس راہ پر چل گئے ہیں۔ چنانچہ اس راہ کی شناخت: حدیث ذیل میں یوں کرائی گئی ہے:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَابَتَيْنِ عَلَى أُمَّتِي كَمَا آتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوُ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّىٰ إِنْ كَانَتْ مِنْهُمْ مَنْ آتَى أُمَّةً عِلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَضَعُ ذَلِكَ وَرَأَتْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَعْرِفَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مَلَّةً وَتَعْرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مَلَّةً كُلُّهُمْ فِي الثَّارِ الْأَمَلَّةِ وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا آتَاكَ عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي ۝ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر زمانہ آئیگا جیسے زمانہ آیا بنی اسرائیل پر، برابر پاپوش کے ساتھ پاپوش کے (یعنی ہو بہو زمانہ بنی اسرائیل کے)، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی آتا تھا اپنی (سوتیلی) ماں کے پاس علانیہ (بد فعلی کے لئے) البتہ ہوگا میری امت میں بھی ایسا شخص جو کرے گا یہ (راہ۔ ہاں) بیشک بنی اسرائیل (بڑے پیروں اور

مولویوں کی شرارت سے) متفرق ہوئے اور بہتر فرقوں کے، اور
 (آہ) متفرق ہوگی میری امت (علمدار سوڈ کی فتنہ انگیزی سے)۔
 اور بہتر فرقوں کے، (سنو) سب فرقے دوزخ میں جائینگے
 سوائے ایک گروہ (جماعت) کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ گروہ
 کونسا ہوگا؟ (یعنی اسکی پہچان کیا ہے؟) آپ نے فرمایا:
 مَا أَنَا عَلَيْكَ وَاصْحَابِي — جس ارلوہ) پر میں ہوں اور میرے
 اصحاب“

یعنی نجات پانے والی جماعت میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر

(۱) حاشیہ ص ۵۵) برابر پاپوش کے ساتھ پاپوش کے یا یعنی بحسبہ بعینہ مطلب یہ ہے کہ حضور
 نے خدا سے خبر لیا کہ اپنی امت کو تنبیہ کی ہے کہ اس پر ایک پر آشوب زمانہ بنی اسرائیل کے زمانہ کی مانند
 آئیگا، بالکل اسی طرح کہ جیسے وہ مذہبی فرقوں کی لعنت میں گرفتار ہو گئے تھے ایسے ہی یہ امت بھی فرقوں میں بٹ
 جائیگی۔ بالکل یہودیوں کی طرح ہوجائے گی۔ جتنی کہ یہودیوں میں سے اگر کوئی شخص اپنی (سوتیلی) ماں
 سے بد فعلی کرتا تھا تو اس امت میں بھی یہ کام ہوگا۔ یعنی مذہباً طور پر فرقے بندیوں کی واپس سے
 امت برپا ہوگی۔ اور اخلاقی طور پر وہ بے حیالی اور بدکاری کی انتہا ہوگی کہ سوتیلی (ماں)
 تک سے بد فعلی ہونے لگے گی۔ یعنی مذہباً رہے گا، اخلاق۔ فرقے بندی مذہب کا دیوالا کھال گئی
 اور بد فعلی کی انتہا اخلاق کو مٹا دے گی۔ یہ خبر امت کے کان کھونٹنے کے لئے دی گئی ہے کہ امت
 ایسے پرفتن دور میں خدا کا خوف کرے۔ ہوش کرے، پھونک پھونک کر قدم رکھے اور اپنے
 مذہب اور اخلاق کی حفاظت کرے۔ صرف سبیل ان رسولوں پر جس کو مذہب کو بچاتے۔ فرقے بندی سے
 پرہیز کرے اور بے حیالی اور بدکاری کے محنت اور مقدمات سے دور رہ کر اخلاق کی چھادر کو کھلا کرے۔

(محمد صادق)

چلے گی۔ ان کا وہی عقیدہ اور عمل ہوگا جو میرا اور میرے صحابہ کا ہے۔

ناجی جماعت ہے فرقہ محدثہ نہیں

حضرت معاذیہؓ سے ایک روایت احمد اور ابوداؤد میں یوں آئی ہے:

عَنْ مُعَاذِيَةَ تَشْتَكِيَنَّ فِي الْمَثَارِ وَوَاحِدِيْنَ
الْجَسَدِ وَرَبِّهِ الْجَمَاعَةَ وَرَأَتْهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَهْوَامُ
تَجَارِي بِهِمْ تِلْكَ الْهَوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ
لَا يَبْقَى مِنْهُ عِدْقٌ وَلَا مَفْصَلٌ إِلَّا دَخَلَهُ (رواه ابوداؤد)

حضرت معاذیہؓ سے روایت ہے کہ (حضورؐ نے فرمایا) بہتر گروہ
دوزخ میں ہوں گے اور ایک گروہ بہشت میں اور وہ گروہ ،
جماعت ہے اور بیشک میری امت میں کئی قومیں نکلیں گی کہ
سرایت کریں گی ان میں خواہشیں (یعنی ان کے عقاید اور اعمال
میں بدعتیں چھپیں گی) جیسے سرایت کرتی ہے ہرک (باولے
کتے کا زہر) ہرک دلے کو کہ اس کے رگ و ریشہ اور جوڑ جوڑ
میں داخل ہوتی ہے“

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

حضورؐ نے ناجی جماعت کی پہچان یہ بتائی کہ وہ لوگ میرے اور میرے

ساتھ حضورؐ نے نجات پانے والوں کو جماعت کے نام سے یاد فرمایا ہے فرقہ نہیں کہا جماعت
میں جمع ، اکٹھے ، اتفاق اور اتحاد کا مفہوم پایا جاتا ہے اور فرقہ جہانی ، علیحدگی ، پھوٹ اور
انتشار کے معنی رکھتا ہے۔ خدا فرقہ بندی سے بچائے۔

صحابہ کے طریقے پر ہوں گے، یعنی ان کی راہ وہی راہ ہوگی جس پر میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں۔ پیچھے آپ سیدھی لکیر کا ذکر پڑھ آئے ہیں تو وہ سیدھی لکیر جو حضور نے کھینچی اور اسے اللہ کی راہ کہا۔ یہ اللہ کی راہ۔ وہی راہ ہے، جس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گام فرما رہے ہیں۔ اور اسی راستے پر سوا لاکھ سے زائد صحابہؓ نے آپ کی پیروی کی ہے۔ مَا أَنَا عَلَيِّدٌ وَأَصْحَابِي كَمَا مَطْلَبُ يَهِي ہے کہ جن (مذہب طریقے۔ عقیدے اور عمل) پر میں (اللہ کا رسول) ہوں۔ اور میری پیروی میں، میرے صحابہؓ ہیں۔ نجات پانے والی جماعت بھی بالکل میرے ہی طریقے، عقیدے اور عمل پر ہوگی، میرے صحابہؓ کی سی چال چلے گی۔

رسول خدا کا طریقہ

اب آپ انصاف سے کہیے: اللہ کے ڈر سے سچ سچ بتائیے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور عمل کو سنت نہیں کہتے؟ آپ کے قول اور فرمان کو حدیث نہیں کہتے۔ جب آپ کا طریقہ۔ عمل اور قول سنت اور حدیث ہے تو کیا ہر مسلمان کا مذہب سنت اور حدیث نہیں ہونا چاہیئے؟ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام صحابہؓ صرف حدیث اور سنت پر ہی چلتے تھے تو کیا ہمیں صحابہؓ کی چال نہیں چاہیئے۔ جو دراصل پیروی رسولؐ ہے!

خوب یاد رکھیں! اور ما انا علیہ کی دلیل سے یاد رکھیں۔ کہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت ہی سیدھی راہ ہے۔ یہی

اللہ کا راستہ ہے، نجات کا ذریعہ ہے، بہشت کا موجب ہے۔ آپ کے قول و فعل پر ہی تمام صحابہ رضاً - تابعین^۲ اور تبع تابعین^۳ کا بند ہے۔ سب کا مذہب حدیث اور سنت ہی تھا۔ پھر آپ بھی ہمذ کریں کہ مشر حدیث اور سنت پر ہی عمل کریں گے۔ احادیث کے خلاف اقوال رجال مسترد کر دیں گے۔ بغیر دلیل حدیث کے کوئی عقیدہ - عمل اور طریقہ قبول نہ کریں گے۔

سنت کو زندہ کرنے کا حکم :

خدا کے پیچھے رسول، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کا نام ہی دین ہے۔ اگر آپ کا کوئی فعل ترک کر دیا جائے بھلا دیا جائے تو اتنا ہی دین میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ اس لئے حضورؐ اپنی سنتوں کو جو گم ہو گئی ہوں - زندہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور انہیں پھیلانے اور شائع کرنے پر بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے :

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُسَوَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُورِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا. (ترمذی - ابن ماجہ)

حضرت بلال بن حارث مزی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس نے زندہ کیا (رواج دیا) میری ایسی سنت کو جو چھوڑ دی گئی تھی بعد میرے۔ پس اس سنت کو جاری کرنا

والے کے لیے اتنا ثواب ہے جتنا اس سنت پر عمل کرتے
 والے لوگوں کے لئے ہے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا!
 مسلمان بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرو!
 انہیں رواج دو، جتنے لوگ ان پر عمل کر کے ثواب پائیں گے۔ ان لوگوں
 کے ثواب کے برابر آپ کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ نماز میں جتنی سنتیں
 چھوڑ دی گئی ہیں۔ انہیں زندہ کر کے رحمۃ عالم کی بشارت لو!۔ ایسے
 ہی دوسری عبادتوں میں ترک کردہ سنتوں کو عمل میں لا کر احیائے
 سنت کا رتبہ پاؤ اور زندگی کے ہر شعبے میں احادیث و سنن کی شمعیں
 جگاؤ!

نماز جنازہ میں ترکِ فاتحہ :

تقلید جامد کی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے امام نماز جنازہ
 میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث
 شریف میں فرمایا :

”لَا صَلَوةَ لِمَنْ كَسَفَرَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ (بخاری مسلم)

بفسر الحمد شریف کے (کوئی) نماز نہیں ہوتی۔“

یعنی سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نہ فرض نماز ہوتی ہے نہ سنت، نہ نفل، تہجد،
 اشراق، استجارہ، کسوف، خسوف، عیدین، استسقاء، تسبیح، جنازہ وغیرہ
 پر نماز میں مزور مزور فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے
 کہ اماموں نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا چھوڑ دیا جو ہے، اور
 ان کی تقلید میں عوام فاتحہ اکتاب کا پڑھنا بھوں چکے ہیں۔

اُور دیکھیں کہ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کس طرح پڑھائی۔ نماز جنازہ میں حضور کی دعوت اور پکار کیا ہے؟ دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (پ)، حضرت انورؑ پکارتے ہیں تم کو کہ زندہ کریں تمہیں۔ یہ ہے پکارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حصن حصین میں جنازہ کے بیان میں ارشاد ہوتا ہے :-

وَإِذَا صَلَّى عَلَيَّ كَبَّرْتُمْ قَدْ أَلْفَاخِحَةَ (حصن حصین)
 ” اور جب حضور نماز پڑھتے، میت پر تکبیر کہتے پھر سورہ فاتحہ پڑھتے “

آپ آیت صحیحے پڑھ آئے ہیں۔ جس میں خدا نے فرمایا ہے : اے ایمان والو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار قبول کرو۔“ تو کیا ہم نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کی پکار رسول قبول کی ہوئی ہے؟ — نہیں! تو پھر کس طرح ہمیں اور ہماری میتوں کو وہ ”زندگی“ ملے گی جس کا ملنا استجابت رسولؐ پر موقوف ہے۔ جتنا ہم حضور کی پکاروں (حدیثوں) کی استجابت سے غافل رہیں گے : اتنا ہی ہم اپنے دین کا نقصان کریں گے۔ مسلمان بھائیو! حضور کی حدیث کے مطابق نماز جنازہ میں مزدور مزدور سورہ فاتحہ پڑھا کرو!

وعن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قرأ على
 الجنازة بفاتحة الكتاب - (ابن ماجہ)

”حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کے نماز میں تکبیر اولیٰ کے بعد (سورہ فاتحہ پڑھی“

حضرت ام شریک انصاریہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا، (ابن ماجہ)

برادرانِ اسلام! دیکھا آپ نے کہ حضورؐ نے جنازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔ صحابہؓ نے پڑھی لیکن ہم نے چھوڑ رکھی ہے۔ اصل فاتحہ چھوڑ کر رسمی فاتحہ پڑھتے ہیں۔ افسوس

زود غزنوی میں تڑپ رہی زود خم ہے زلف ایاز میں

ترکِ حدیث کی ہم نے یہ ایک مثال دی ہے۔ ایسی ہی بہت سی حدیثیں ہم نے کورانہ تقلید کی بنا پر اقوالِ رجال کی نذر کر رکھی ہیں ہمیں چاہیے کہ حضورؐ کی تمام حدیثوں کو زندہ کریں اور خوب پھیلائیں۔ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں تاکہ لوگوں کو زندگی ملے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَرَبِّهِ وَأَنَّ إِلَى اللَّهِ تُشْرُونَ (پ ۹، ع ۱)

”اے ایمان والو! پکارنا قبول کرو واسطے اللہ کے اور واسطے رسول کے جب پکارے تم کو واسطے اسکے کہ زندہ کرے تم کو، اور جانو کہ اللہ آدمی اور اسکے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور (جانو) کہ تم اللہ کے پاس حاضر کئے جاؤ گے“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت،

دعوتِ رسول سے زندگی

پکارنا اور بلانا مسلمانوں کے لئے پیغامِ حیات ہے جو شخص آپ کی پکار کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ خدا اس کو زندگی۔ روح کی پاکیزگی عطا کرتا ہے! مسلمان بھائیو! سوچو! سنت اور حدیث کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا کتنا فائدہ ہے۔ خدا فرماتا ہے: **يُحْيِيكُمْ**؛ رسولؐ تم کو (میری مشیت کے ماتحت) زندہ کرتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار ہماری روح کی زندگی ہے۔ دل کی اور ایمان کی زندگی ہے۔ جب ہم آپ کی دعوت کو قبول کریں گے، سنت اور حدیث پر عمل کریں گے تو خدا ہمیں روحانی زندگی عطا کرے گا۔ یہی روحانی زندگی مرنے کے بعد کام آنے والی چیز ہے۔ یاد رکھیں!

خدا اور ہٹ کا نتیجہ

خدا نے جب فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو قبول کرو، آپ کی حدیث پر عمل کرو تو ہر مخلص اور انصاف پسند مسلمان پر فرض ہے کہ وہ خدا کے حکم کو مان کر اپنی زندگی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطابق گزارے۔ عقائد میں، اعمال میں زندگی کے ہر ہر گوشے اور زاویے میں اتباعِ رسول کی شمع جگائے، اور استجابتِ رسولؐ میں کوئی شخص خدا اور ہٹ نہ کرے۔ کاہلی، مستی اور دیر نہ کرے۔ موقع کو غنیمت جان کر ابھی سے بسیک کہہ دے۔ چونکہ دل اللہ کے قبضے میں ہے۔ شترِ ذوقِ بشرِ دوع میں اللہ کسی کے دل کو قبولِ حق سے نہیں روکتا اس لئے پکارِ رسولؐ کو سنتے ہی اُمتا

و صدقنا کہہ کر جلد عمل کرنا چاہیے ، اور اگر حضور آوازوں پر آوازیں دیں تو ان کی آوازوں (حدیثوں) پر کان نہ دہرا جائے۔ حضور پکارتے چلے جائیں۔ ادھر توجہ نہ کی جائے ، آپ کے پیغام پر پیغام آئیں۔ کوئی جواب نہ دیا جائے۔ تو خدا تعالیٰ ایسے لاپرواہ ، کابل اور نافرمان لوگوں سے ناراض ہو جاتا ہے اور اس ناراضی میں توفیقِ خیر سے محروم کر دیتا ہے۔ ایسے لاپرواہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے ، روک بن جاتا ہے۔ اس کے دل پر کفرانِ نعمت کی پاداش میں مہر کر دیتا ہے۔ آیت مذکورہ میں یہی چیز بیان کی گئی ہے۔ پھر نہیں!

وَاعْلَمُوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکاروں

کی پروا نہ کرنے والو، جان لو!

إِنَّ اللَّهَ يَجْزِلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ كَمَا أَنَّ اللَّهَ (اپنی قدرت سے) آدمی اور

اس کے دل میں آڑے آجاتا ہے

جب خدا، بندے اور اس کے دل میں آڑے آگیا۔ حائل ہو گیا، روک بن گیا تو وہ بد نصیب بندہ پھر کیا کر سکے گا۔ کیا حق کو قبول کریگا عمل کی توفیق پائے گا، ہرگز نہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر تم نے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار کو نہ سنا، نہ مانا، نہ عمل کیا تو اس لاپرواہی، سستی، مخالفت، ضد اور اہام کی سزا میں تمہارے دل کے کواڑ بند کر دوں گا جو زندگی استیجابت رسول سے تمہیں ملنی تھی (نبوت کی نعمت کی ناشکری کے سبب)،

۱۰ حضور کے زندگی بھر کے قول و فعل حضور کی پکار ہے۔ محرم صادق

اس سے محروم کر دوں گا۔ مردہ دل ہو کر رہ جاؤ گے، ”مر جاؤ گے۔“
 مسلمان بھائیو! یقین جانو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وسلم کی آواز
 پر لبیک کہنے میں دل کی زندگی ہے اور انکار میں دل کی موت ہے۔
 پھر جس نے حدیثِ مصطفیٰ کو اپنا مذہب بنا کر سنت کے
 آب حیات سے زندگی پائی، وہ شخص دراصل زندہ جاوید ہو گیا۔
 دستِ لزمس وجود جو مردانِ راہِ بشتوئے
 تا کیمیائے عشقِ بیابانی و زرشوی!

رسولِ خدا کی معیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي
 فِي الْجَنَّةِ (مشکوٰۃ شریف)

”جس نے دوست رکھا میری سنت کو، اس نے دوست
 رکھا مجھ کو، اور جس نے دوست رکھا مجھ کو، ہو گا میرے
 ساتھ بہشت میں“

اسے حدیث سے ثابت ہوا کہ حضورؐ کی سنت اور حدیث سے محبت
 کرنا۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور معیت کا موجب
 عملِ باعدیث بہشت کا باعث ہے۔ پھر آپ کو چاہئے کہ سنتوں سے اور
 حدیثوں پر عمل کیا کریں کہ یہی راہِ نجات ہے!

حضرت موسیٰ بھی اتباعِ رسول کرتے

وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ عَمْرٍاءَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْخَرُ مِنْ التَّورَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ التَّورَةِ فَجَعَلَ يَتَرَأَى وَوَجْهَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَكَلَّتْكَ الشَّوَاهِدُ مَا تَرَى بِوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَظَنَرَ عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَأَ الْكُفْرَ مُدْرَسِي فَأَتَّبَتْهُ وَتَوَكَّلْتُ مَوْنِي لَفَضَلْتُمْ عَنْ سِوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا وَادَّرَكَ نَبُوْتِي لَأَتَّبَعْتَنِي ۝ (مشکوٰۃ شریفہ)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نسخہ تورات کا لائے اور کہا۔ حضور! یہ ہے نسخہ تورات کا! حضور اکرمؐ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ اسے پڑھنے لگ گئے اور حضورؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا۔ تم کہیں اسے تجھ کو تم کرنیوالیاں کیا نہیں دیکھتا تو وہ چیز جو حضورؐ کے چہرے میں (ظاہر ہوئی) ہے؛ (یعنی حضورؐ غضب ناک ہو گئے ہیں) پھر حضرت

عمرؓ نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا دکانپ گئے۔ اور کہنے لگے: (حضورؐ!) پناہ پکڑنا ہوں میں ساتھ اللہ کے، اللہ کے غضب سے اور اللہ کے رسولؐ کے غضب سے، راضی ہوئے ہم ساتھ اللہ کے رب ہونے پر اور ساتھ اسلام کے دین ہونے پر، اور ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر (یعنی اللہ کے سوا ہمیں کسی رب کی ضرورت نہیں۔ اسلام کے سوا کسی دین کی ضرورت نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کی ضرورت نہیں) پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم سے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر ظاہر ہوتے تمہارے لیے حضرت موسیٰ (آج) پھر پیروی کرتے تم ان کی، اور چھوڑ دیتے تم مجھ کو، البتہ گمراہ ہوتے تم۔ سیدھی راہ سے۔ (سنو!) اگر حضرت موسیٰ (آج) زندہ ہوتے اور پاتے میری نبوت کو تو ضرور پیروی کرتے میری (ہی)۔“

تورات دیکھنے کی اجازت نہ ملی

مذکورہ حدیث پڑھ کر مسلمانوں کو بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں نسخہ تورات دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حاشیہ نمبر ۳۷
نے عرب اپنے محاورے میں اس جملہ کو مقام تعجب پر لوتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے کہنے کا مطلب ہے کہ حضورؐ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا ہے۔ بڑا تعجب ہے کہ تو یہ بات نہیں سمجھتا۔ عیساؑ

اس نیت پڑھنے تورات کی ورق گردانی نہیں کر رہے تھے کہ وہ اسکی تعلیم کے مطابق عبادات بجا لائیں گے، زندگی گزاریں گے، شریعت موسوی پر چلیں گے۔ دراصل بات یہ تھی کہ تورات انہیں اتفاقاً مل گئی، اور وہ اسے یونہی سرزا ہے دیکھ رہے تھے۔ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے تورات (خدا کی نازل کردہ برحق کتاب) کو جناب عمرؓ کے ہاتھ میں دیکھ کر اس لئے غضب کا اظہار فرمایا کہ کہیں عمرؓ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کتاب و سنت کے علاوہ مذہب میں دوسری کتابوں، بزرگوں کی بے سند باتوں، قصوں، کہانیوں کی طرف نہ رجوع کرنے لگ جائیں اور رفتہ رفتہ غیر کتاب و سنت چیزیں اسلام میں بار نہ پانے لگ جائیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سوائے قرآن و حدیث کے کسی چیز کو دین اور مذہب میں دخل حاصل نہیں جب تورات تک پڑھنے کی اجازت نہیں ملتی تو قال اللہ اور قال الرسول کے سوا کس کتاب کے پڑھنے اور کس امتی کی بات ماننے کی اجازت ہو سکتی ہے؟ پھر یقین کر لیں کہ دین صرف نام ہے قرآن اور قرآن پر عمل رسول کا۔ جو شخص بحیثیت مسلمان اسلام پر چلنا چاہے اسے صرف سبیل الرسول ہی اختیار کرنی چاہیے۔

لہ حضورؐ کے قول و فعل، سنت اور حدیث کے ہوتے ہوئے تورات کو دیکھنا پڑھنا غضب رسول کا سبب ہے تو دانستہ حدیث چھوڑ کر اس کے خلاف امتی کے قول پر عمل کرنا کس قدر حقول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کا موجب ہو سکتا ہے جو لوگ جان بوجھ کر خلاف حدیث احوال رجال پر چل رہے ہیں یقیناً وہ غضب رسولؐ مولیٰ رہے ہیں۔ انھیں بڑی جلد تو بہ کر کے مال باحدیث ہو جانا چاہیے۔

(مختص صادق)

حضرت عمرؓ کا طلبِ عفو

حضور کو غضبناک پا کر حضرت عمرؓ نے خدا تعالیٰ سے اسکے غضب اور اس کے رسولؐ کے غضب سے پناہ چاہی۔ پھر عرض کیا: حضور! میں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں۔ یعنی میں تمام زندگی بحیثیت مسلمان صرف خدا کا حکم مانوں گا اور اس کے حکم پر صرف آپ کے طریقے کے مطابق چلوں گا۔ قرآن اور حدیث کے سوا تیسری کسی بات کی طرف رجوع نہ کروں گا، اور نہ اسے دین کی چیز تصور کروں گا۔

مسلمان بھائیو! کیا آپ کی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اقرار کرتے ہیں کہ صرف سبیل الرسولؐ پر ہی چلیں گے۔ دین صرف اللہ کی کتاب اور حدیث نبویؐ کو ہی مانیں گے اور بلا سند و دلیل انحصار دہندہ کسی کے قول و فعل کو دین میں قابل قبول نہ جانیں گے؛ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کی صرف ورق گردانی پر حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غضبناک پا کر آپ سے معافی مانگتے ہیں تو کیا آپ کو خدا کے غضب اور اس کے رسولؐ کے غضب سے خوف کھا کر کتاب و سنت کے معارضے کی ہر چیز سے دست بردار نہیں ہو جانا چاہیے؛ اور حدیث کے مقابلہ میں اقوالِ رجال، سنت کے معارضہ میں بزرگوں کی بے سند باتوں کو تیاگ نہیں دینا چاہیے؟

حضرت موسیٰ کی پیروی پر توجہ

حدیث بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:۔۔۔

” قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جسکے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ اگر ظاہر ہوتے نہمارے لئے حضرت موسیٰ (آج) پھر پیروی کرتے تم ان کی اور چھوڑ دیتے تم مجھ کو البتہ گمراہ ہوتے تم سیدھی راہ سے“

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آج میری (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بالفرض آجائیں تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاؤ۔ میری باتیں ماننے کی بجائے ان کی ماننے لگو۔ میری حدیثوں کے مقابلے میں ان کے اقوال پر چلنے لگو۔ میری سنتوں کو پس پشت ڈال کر ان کی روش اختیار کرو تو قسم خدا کی تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اللہ اکبر! مرے رسول اللہ کی پیروی حدیث اور سنت کے مقابلے میں گمراہی ہے مسلمان بھائیو! سوچو! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت کے ہوتے ہوئے خدا کے سچے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہیں ہے، تو آج سنت اور حدیث کے مقابلے میں جو کتابوں کے انبار لگ چکے ہیں اور ان انباروں کے نیچے حدیث کی کتابیں

۱۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص شان نہیں ہو سکتی اور نہ حضور نے اپنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لحاظ سے مقابلہ کیا ہے، بلکہ حضور پر نور نے امت کو سبق سکھایا ہے کہ پہلی شریعتیں اپنے اپنے وقت کیلئے تھیں۔ اب اسلام میں حرفِ میرا طریف، میری راہ، روش، حدیث، سنت اور میری سیل پر چلنا ہی نجات کا موجب ہے۔ میری موجودگی میں، حدیث و سنت کے آفتاب کی نصف النہاری میں کسی پیغمبر کی شیعہ نبوت نہیں جل سکتی۔ گویا خدا کے حکم سے امت کو مسند بتایا کہ حدیث کے مقابلے میں ہر چیز کو چھوڑ دینا چاہیے۔

(محمد صادق)

دب چکی ہیں اور مسلمان ان حدیث کی کتابوں کی بجائے انباروں کی طرف لپک رہے ہیں۔ حدیث کی بہ نسبت قول سے زیادہ پیار ہے۔ ایسے لوگ یقیناً خدا اور رسول کے غصے کے لائق ہیں۔ ان پھائیوں کو چاہیے کہ معاذِ احادیث، اقوال و اساطیر کو چھوڑ کر سنت کے نور میں زندگی گزاریں۔

ترکِ حدیث کی چپ مثالیں

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَخْتَصَّصَ الْقَبْرَ وَأَنْ يُكَلِّبَهُ عَلَيْهِ وَأَنْ يَقْعُدَ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ شریف، باب دفن المیت بحوالہ صحیح مسلم)

حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت (قبر، گنبد، مینار وغیرہ) بنانے اور اس پر (مجاور، معتکف، چلکشی وغیرہ بنکر) بیٹھنے سے منع فرمایا۔

قبروں کو پختہ نہ بناؤ!

اس حدیث میں حضور نے قبروں کو پختہ بنانے، ان پر ہر قسم کی بنا بنانے، عمارت کھڑی کرنے، پھر ان پر ہر طرح کی نشست — مجاوری چلکشی، اعتکاف وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ کیا حضور کے اس حکم — حدیث پاک کی مختلف قبریں پختہ نہیں بنائی جا رہی ہیں؛ اور بناتے کون ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے وارث بنے ہوئے ہیں — علماء،

مشائخ طہیت، پیرانِ عظام، بزرگوں کی قیروں پر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ قبے اور گنبد بنتے ہیں۔ ایسا کرنے والے "بزرگ" اور ان کے ہزاروں مرید۔ کیا حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، آپ کے فرمان پاک کو دانستہ نہیں چھوڑتے ہیں؟ پھر مریدانِ باصفا جو حضور کے حکم کو ترک کر کے ان "بزرگوں" کے حکم کو مانتے ہیں، کیا وہ خدا اور رسولؐ کو ناراض نہیں کرتے ہیں؟ خدا کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات تو شریعتِ محمدیہ میں نہ مانی جائے بلکہ اس ماننے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گمراہی قرار دیں، لیکن حدیث کے خلاف ان امتیوں کی بات کو مان لیا جائے۔ کتنا اذہر ہے۔ مسلمان بھائیو! خدا را اپنے پیارے رسولؐ، سہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھو اور اس کے خلاف کسی کی بات مت مانو۔

از چشم شوخش لے دل، ایمان خود نگہدار!
کام جادوئے کماں کش، بر عزم غارت آمد

امام کے بیچے سورۃ فاتحہ

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی سخت تاکید کی ہے۔ یہاں تک فرمایا:

لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (بخاری مسلم)

الحمد شریف پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں موتی

یعنی امام پڑھے، مقتدی پڑھے، منفرد پڑھے اور نماز فرض ہو یا نفل ہو کوئی ہو۔ بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہوتی!

ایک دن حضورؐ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر پوچھا۔ کیا تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟ مقتدیوں نے عرض کیا: ہاں حضور! ہم پڑھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

لَا تَفْعَلُوا إِنْ لَمْ يَفْتَحِ الْكِتَابَ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا۔

سورۃ فاتحہ کے سوا اور کچھ (یعنی اگلی قرأت) نہ پڑھو اسلئے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(البرداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ مولانا ماکہ مسند احمد)

حضورؐ کے اس حکم سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے ضرور ضرور سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ اگر نہ پڑھیں گے تو نماز نہیں ہوگی۔ کون کہتا ہے نہیں ہوگی؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: نہیں ہوگی، لیکن بہت سے لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ ان سے پوچھو، تو کہتے ہیں: ہمارے امام صاحب نے ہمیں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے اس لئے ہم نہیں پڑھتے۔ عوام تو درکنار، بعض علماء لوگوں کو کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے منع کیا ہے۔ اس لئے امام کے پیچھے، احمد شریف مت پڑھو۔ اب آپ ازراہ انصاف غور کریں: کہ

لے ہمارا تو حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق بڑا نیک گمان ہے کہ وہ ہرگز حدیث رسول کے مقابل میں اپنے قول پیش نہیں کرتے تھے۔ یہ سب کچھ امام صاحبؒ کے اذکار و حدیثوں کی تراشی ہوتی باتیں ہیں جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مِنْ نَبِيِّ مُحَمَّدٍ هِيَ مِيرَانَةٌ هِيَ (عقیدہ الجمید) توجب صحیح حدیث میں سمعنا فلو لم یلق منہا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں : سورۃ فاتحہ ضرور پڑھو ، نہ پڑھو گے تو نماز نہیں ہوگی اور لوگوں نے حضور کے حکم کو بالائے طاق رکھ کر امام کی بات پر عمل کر لیا ہے کہ خلف امام محمد شریف نہیں پڑھتے ایسے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸) کا امام کے پیچھے پڑھنا ثابت ہو گیا تو امام صاحب کا مذہب بھی یہی ہو گیا۔ کہ امام کے پیچھے امام شریف پڑھو۔ پھر امام صاحب نے تو اپنی بریت بہانہ تک کر دی ہے فرمایا : وَإِذَا رَأَيْتُمُ كَلَامِي يُحَادِّثُ الْحَدِيثَ فَأَعْمَلُوا بِالْحَدِيثِ وَاصْبِرُوا بِالْحَادِثِ وَأَرْجِبْ مِثْرَةَ كَلَامِ الْحَدِيثِ كَالْخَلْفِ بِأَوَّلِهِ (نبروار) حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر مہر دو (معتد الجدید) اس کا مطلب یہ ہے کہ بالقرض اگر میرا قول حدیث نہ ملنے کی وجہ سے حدیث کے خلاف ہو جائے اور تم کو میرے قول کے خلاف حدیث مل جائے تو تم ضرور ضرور حدیث پر ہی عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر مہر دو۔ سبحان اللہ! امام صاحب کتنے عاشق حدیث تھے لیکن امام صاحب کے ہاتھ والوں کا یہ حال ہے کہ انھوں نے امام صاحب کے قول (الحمد نہ پڑھو) کو پلے باندھ لیا ہے اور حدیث رسول کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ روش اچھی نہیں ہے ان بھائیوں کو چاہیے کہ وہ حضور سید المرسلین کی حدیث پاک پر عمل کر کے خلف امام ضرور سورۃ فاتحہ پڑھا کریں ایسا کہنے میں وہ عامل حدیث ہو کر حضرت امام صاحب کے بھی تابع دار ہو جائیں گے کہ ان کا فرمان ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے یا تم بھی حدیث پر عمل کرو۔ (صادق)

۱۔ یمن عظیم الشان مجتہد یعنی حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو۔ اور اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی غنیہ انطالیہ میں فرماتے ہیں :- فَإِنَّ قِرَاءَتَهَا فَرِيضَةٌ وَوَهْيٌ رُكْنٌ يَبْطُلُ الصَّلَاةُ بِتَرْكِهَا — سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہ نماز کا دکن ہے اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے ؛ جب سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض اور رکن ہوا۔ تو پھر امام اور مقتدی دونوں کے لئے لازمی ہو گیا۔ جس طرح وضو فرض ہے۔ امام بھی کرے اور مقتدی بھی کرے پس سب بھائیوں کو خلف امام فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیے۔

لوگوں کو ٹھنڈے دل سے اس کو تابی پر غور کرنا چاہیے۔

زمصحف رُخِ دلدار آیتے برخواں!

نہ ایں مقام مقالات کشف و کشف است

تشہد میں انگلی اٹھانا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو تشہد کے اندر :

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے وقت انگلی اٹھاتے تھے تاکہ زبان کی قوی

شہادت و حدانیت کے ساتھ فعلی شہادت بھی ہو جائے۔ حضور کی اس سنت

مؤکرہ پر سوا لاکھ صحابہ رضی عنہم عمل کرتے رہے اور تمام محدثین اور فقہاء کا بھی اس

پر عمل رہا۔ لیکن بہت سے مولوی صاحبان لوگوں کو اس سنت سے روکتے

ہیں اور اس حد تک مسلمانوں کو اس سنت پاک کے خلاف اکسا رکھا ہے کہ

انگلی اٹھانے والوں کے ساتھ کٹی لڑائیاں اور جھگڑے ہو چکے ہیں۔ ہم

مسلمانوں کے سامنے حضرت انور کی سنت رفع سبابہ پیش کرتے ہیں :

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِإصْبَعِهِ إِذَا دَعَا (ابوداؤد۔ نسائی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے اپنی انگلی کے

ساتھ جس وقت (تشہد میں) دعا مانگتے تھے۔

حضور کا فعل — سنت پاک آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ حضور نے انگلی مبارک

اٹھائی، سنت ثابت ہو گئی۔ حضور نے اپنی اس سنت سے آپ کو حکم

دیا کہ انگلی اٹھاؤ۔ بعض مولوی صاحبان کہتے ہیں : نہ اٹھاؤ! آپ کو کس

کی بات ماننی چاہیئے؟ جن کی رسالت کا آپ نے کلمہ پڑھا ہے ان کا ہی حکم ماتنہ چاہیئے نا؟ پھر جو لوگ حضور کا حکم ترک کر کے آیتوں کا حکم مان لیتے ہیں سنت کو ان کے کہنے پر ترک کر دیتے ہیں۔ ایسے تابع اور متبوع خدا کے نزدیک کتنے قصوفوار ہیں؟

قبروں پر چراغ جلانا

ایک اور حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سنئے: حضرت ابن عباسؓ

روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَاوِرَاتِ الْقُبُورِ وَ
الْمُتَخَذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسَّرْحَ ط (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی
عورتوں پر لعنت فرمائی اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت
کی اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی“

غور کیا آپ نے! حضور نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔
لیکن ایک مذہبی طبقہ — کئی علماء اور گدی نشین حضرات مسلمانوں کو کہہ

لے قبروں کی زیارت کی ممانعت عورتوں کو ہے، مردوں کو نہیں۔ حضور فرماتے ہیں فَرُّوا
الْقُبُورَ فَإِنَّهَا شَذَّ كَرَمُ الْمَوْتِ - پس (اے مردو!) تم زیارت کرو قبروں کی، کیونکہ
زیارت کرنی قبروں کی موت کو یاد دلاتی ہے“ (صحیح مسلم) یہ جو قبروں کی زیارت کی اجازت دی
گئی ہے یہ بھی موت کو یاد کرنے کے لئے کہ قبروں کو دیکھ کر اپنی قبر کا تصور کر کے بدیوں سے
بچو اور نیکیاں کر لو۔ نہ کہ اہل قبور سے جا بستیں مانگنے اور مرادیں چاہنے کے لئے!

کربروں پر چراغ جلا رہے ہیں۔ اس کام کو ثواب کا کام بتا رہے ہیں۔
 اللہ اکبر! حضورؐ جس کام پر لعنت بھیجیں، علماء و مشائخ اسے کارِ ثواب
 بتائیں، سوچ لیں: کیا حشر ہوگا ایسے مسلمانوں کا! مسلمان بھائیو! خدا را
 حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے آگے سر
 تسلیم خم کرو، آپ کی پکار کو سنو اور قبول کرو!

عورتوں کا قبروں پر جانا

حدیث مذکور میں حضورؐ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت
 فرمائی ہے۔ پھر قبروں کے عرسوں پر جو عورتوں کے جھنگٹے ہوتے ہیں، کیوں
 ہوتے ہیں؟ کیا یہ حضورؐ کی صریح نافرمانی نہیں ہے؟ آپؐ کی آواز اور پکار
 کو نہ سننا نہیں ہے؟ جو علماء اور مشائخ عورتوں کو قبروں کے عرسوں پر بلاتے
 ہیں اور جو عورتیں وہاں جاتی ہیں، یہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی
 کرتے وقت کیوں کانپ نہیں جاتیں؟ مسلمان بھائیو! رسولِ خدا کی پکار سنو
 اور مانو۔ آپؐ کی پکار کے خلاف کسی کی آواز پر کان نہ دھرو۔ سرورِ دنیا و دین
 بزمِ امکاں کے امیر، ہادیؑ بجزو بر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کرو کہ یہی مسلمانی ہے۔

قبروں پر مسجدیں بنانا

حدیث بالا میں قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر بھی حضورؐ نے لعنت
 کی ہے۔ قبر پر مسجد بنانے کا ایک مطلب تو واضح ہے کہ قبر کے پاس
 مسجد کی تعمیر کی جائے۔ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اتخاذا

مساجد کا یہ مفہوم بھی ہے کہ جو کام مسجد میں اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں وہ کام قبروں پر کئے جائیں۔ مثلاً قیام، اعتکاف، رکوع، سجدہ، دعا، نذر، نیاز وغیرہ۔ یہ سب کام عبادت کے ہیں۔ ان کو قبروں پر بجالانا حرام ہے بقول خاصہ خاصانِ رسل لعنتی کا کام ہے۔ پھر جو حاجات اللہ ہی پوری کر سکتا ہے، جو مشکلات خدا ہی حل کر سکتا ہے ان کے لئے اہل قبر سے التجا کرنی، قبر کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ اچکل ہزاروں لوگ یہ کام قبروں پر کر رہے ہیں، حالانکہ رسول پاک قبروں پر ان کاموں کو کرنے سے روک رہے ہیں۔ افسوس! ان لوگوں کو علماء و مشائخ کی شہ ہے۔ یہ "بزرگ" انہیں ان کاموں کی رغبت دلتے ہیں۔ "استمداد از اہل قبور" کا موضوع مقرر کر کے عوام کو وعظ سناتے ہیں۔ پھر عوام ان حضرات کے کہنے پر لگ جاتے ہیں اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کان نہیں دھرتے ان لوگوں کو حشر کے دن پتہ چلے گا کہ حضرات اور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا کیا حشر ہوا ہے!

علماء و مشائخ کے کہنے پر حدیثوں کو چھوڑ دینے کی ہم نے صرف یہ چند مثالیں پیش کی ہیں کہ سادہ دلوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کیا کر رہے ہیں ان سے کیا کرایا جا رہا ہے؟

حضرت موسیٰ کا طریقہ

اوپر آپ حدیث میں حضور کے یہ الفاظ پڑھ آئے ہیں: **وَلَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا وَآدَمَ لَكَ نُبُوَّتِي لَأَشْبَحْتَنِي**۔ اور اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے اور پاتے میری نبوت کو تو پیروی کرتے میری

اس سے ثابت ہوا کہ خدا کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ اگر حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پاتے تو وہ ضرور ضرور حضور کے طریقے پر چلتے، سنت اور حدیث پر ہی عمل کرتے، وہ خود کو کسی امتی کی طرف منسوب نہ کرتے۔ کسی فرقے میں شامل نہ ہوتے۔ تقلید جامد نہ کرتے بلکہ براہ راست صحابہ رضی کی طرح سرور رسولوں صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر چلتے۔ سبیل الرسول پکڑتے۔

مسلمان بھائیو! سوچو کہ جب حضرت موسیٰؑ کو سولے اتباع رسول کے کسی امتی کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہ ہوتا جو حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے صرف اسی کو پکڑتے۔ پھر اگر آپ حدیث اور سنت رسول کو ترک کر کے مولویوں، پیروں، بزرگوں کی بے سند باتوں کو دین مانیں گے۔ ان پر عمل کریں گے تو آپ کا کیا انجام ہوگا؟ سوچ سمجھ لیں! آپ حضرت موسیٰؑ سے تو بڑے نہیں ہیں۔ حدیث اور سنت کے سامنے کسی پیغمبر کی سنت نہیں چل سکتی تو کیا اقوال رجال کام آسکتے ہیں؟ حدیث خیر الوریٰ کے سامنے نبوت انبیاء کا سکوت تو آپ مانیں، لیکن علماء و مشائخ کے اقوال کے سامنے حدیث کا خود روا رکھیں۔

بہوش باش کہ ہنگام باد استغناء
ہزار خرمن طاعت بہ نیم جو بدہند

صحابہ کو رُلا دینے والا ارشاد!

وَعَنِ الْعُرْبَابِضِ ابْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ
فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا
الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةٌ مُرَوِّعَةٌ فَأَوْصِنَا فَقَالَ
أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالتَّسْبِيحِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ
عَبْدًا جَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ تَجَشَّ مِنْكُمْ يُعْدِي فَيْسِرِي
إِخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
السُّهُدِيِّينَ تَسَكُّوْا بِهَا وَعَصُوا عَلَيْهَا بِالتَّوَّاجِدِ وَ
إِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ
بِدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۖ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

عریاض بن ساریہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک روز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی پھر آپ ہماری
جانب متوجہ ہوئے اور موثر نصیحت فرمائی۔ (یہ) نصیحت سنکر ہماری
آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرز گئے۔ ایک شخص نے عرض
کیا: اے خدا کے رسول! یہ نصیحت تو ایسی (معلوم ہوتی) ہے: جیسے
کسی رخصت کرنے والے کی ہوتی ہے۔ (حضور!) ہم کو (مزید خاص)
نصیحت فرمائیے (جو زندگی بھر کام آئے) حضور نے فرمایا: (سنو!) میں
تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور (اپنے سردار کی بات
سننا اور ماننا۔ اگرچہ (سنانے والا) غلام حبشی ہو (ہاں ہاں یاد رکھنا)
میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ (مذہب میں) بہت اختلاف

دیکھے گا کہ بندگانِ حرص و آز علماءِ سور فرقہ بندی پیدا کریں گے، اور اپنے اپنے اقوال و آراء پر غلام کو چلاتیں گے۔ خبردار! تم اس وقت میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، مضبوط پکڑنا۔ اور دانتوں سے پکڑے رکھنا۔ (صرف حدیث، سنت اور تعامل صحابہ پر جم جانا) اور (دین کے اندر) نئے نئے کاموں (بدعتوں کے جاری کرنے سے بچتے رہنا۔ کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)“

معیارِ حق

سرورِ رسولانِ ختمِ نبیّاتِ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں صحابہؓ کو رُلا دینے والا، اُمت کو لڑا دینے والا خطبہ، قیامت تک زوشن رہنے والی شمع کے اُجالے میں صداقت کی وہ راہ دکھائی ہے۔ طالبِ حق کو سیدھا راستہ بتایا ہے کہ جسکا راہی کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا، کبھی راہ نہیں بھول سکتا۔

حضرت النور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصتانہ وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ مذہب میں اختلاف کثیر ہوگا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ مذہب میں فرقے بندیاں اور گروہ سازیاں ہوں گی۔ دین میں نئے نئے طریقے جاری ہوں گے۔ کئی مذہب نکل آئیں گے، فتنے جاگیں گے، فساد مرائٹھائیں گے، اُمت ٹٹلے ٹٹلے ہو جائے گی۔ ہاں تو ایسے نازک وقت میں اپنے ایمان کو بچانے کے لئے صرف سنتِ مصطفیٰ ہی کام آئے گی۔ تمام جھگڑوں، فتنوں، فسادوں، اختلافوں میں سچائی کی کسوٹی اور حق کا معیار صرف حضورِ نواجہؐ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰؐ

مسلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی ہوگی اور اگر حدیث و سنت کی عملی صورت دیکھنی ہو تو صحابہؓ کا طریقہ معلوم کرنا چاہیے پس مَا أَنَا عَلَيِّدٌ وَ أَصْحَابِي هِيَ سَلَامَتِي کا راستہ ہوا۔ یہی راہ — راہ نجات ٹھہری، اور مسلمان وہ قرار پایا جو سنت اور اس پر عمل صحابہ کو نگاہ رکھے، اسی کو دین جانے، معیارِ حق قرار دے اور جھگڑوں میں منصف مانے۔

بدعات سے بچنے کی وصیت

ایمان کے جواہر اور ہیروں کے ساتھ تولنے والی مذکورہ حدیث پاک میں حضور پرؐ نور مسلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا : وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحَمَّدًا ثَابِتِ الْاُمُورِ : اور بچو تم نئے نئے کاموں سے “ یعنی دین مکمل ہو چکا ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو میں نے تمہیں بتا نہیں دیا۔ یاد رکھو ! میں نے تمہیں دین کی روشنی میں چھوڑا ہے جہاں کوئی تاریکی نہیں ہے۔ اس لئے خبردار ! تم خود دین میں مسئلہ گھڑتے شروع نہ کر دینا۔ نفس کی ٹکسال سے نئے نئے سکتے ڈھالنے نہ لگ جانا۔ خبردار خبردار ! ایسا ہرگز نہ کرنا — کوئی نیا کام، نیا طریقہ، نیا مسئلہ، نئی بات بدعت میری مکمل شریعت میں جاری نہ کرنا۔ سُنُّوْا سُنُّوْا !! فَإِنَّ كُلَّ مُخَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ : بیشک ہر نئی بات جو دین میں نکالی جائے، کارِ ثواب بتائی جاتی ہے — مسئلہ کہہ کر سنائی جائے وہ بدعت ہوگی : وَ كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ : اور ہر بدعت گمراہی ہے یعنی بدعت پر عمل کرنے والا راہ گم کر لے گا — راہ راست

سے ہٹ جائے گا۔ اس سے مبراہ مستقیم چھوٹ جائیگی۔ وہ آسمان
 اَنَا عَلَيَّهِ وَآصْحَابِي كِي شبراہ سے بھٹک کر شیطان کی پگڈنڈی پر
 چلنے لگے گا۔ بدعت کے حامل کی مہار شیطان کے ہاتھ میں ہوگی۔

شیطان کی پیشوائی

اس فرمان ہدی سے ثابت ہوا کہ سنت اور حدیث پر چلنے والے کے
 پیشوا اور ہادی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور
 بدعت پر چلنے والے کا پیشوا اور ہادی شیطان لعین ہے، اب آپ
 کا فرض ہے کہ سنت اور بدعت میں تمیز کریں، دونوں کو پہچانیں۔
 اس طرح کہ جو کام حضور سید العرب والجمع صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے
 یا کرنے کو کہا ہے وہ سنت اور حدیث ہے اور جو کام مہبط وحی و
 الہام صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہے، نہ کرنے کو کہا ہے۔ بلکہ
 امت کے لوگوں نے اسے دین کے نام سے ایجاد کیا ہے وہ بدعت
 اور گمراہی ہے۔ شیطان کی پیشوائی ہے۔ آگ کا انگارا ہے دوزخ کا
 شعلہ ہے۔ اس سے بچو، پھر بچو، کنا کر دو، الگ رہو!

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن

بساط کبکشاں پر ہے کمن درتقاء تیری!
 تیری راہ معین سے نہ آگے بڑھ سکے رہو (شم)

وَعَنْ أَبِي ذَرِّ بْنِ الْعَفَّارِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ
 عَلِمْتُ أَنَّكَ نَبِيٌّ حَتَّى اسْتَيْقَنْتُ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَنْتَ فِي

مَلَكًا وَ أَنَا بَعْضُ بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَوَقَعَ أَحَدُهُمَا إِلَى الْأَرْضِ
وَ كَانَ الْأُخْرَى بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ
أَهْوَهُ وَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَرِزْتَهُ بِرَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِهِ فَوَزِنْتُ بِهِ
فَوَزِنْتُهُ ثُمَّ قَالَ زِنْتُهُ بِعَشْرَةِ فَوَزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ
قَالَ زِنْتُهُ بِمِائَةٍ فَوَزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْتُهُ
بِأَلْفٍ فَوَزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ كَمَا تَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَتَشْتَرُونَ
عَلَى وَنِ خِنْتَةِ الْمِيزَانِ قَالَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ لَوْ زِنْتُهُ
بِأُمَّتِهِ لَرَجَحْتَهُمَا (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے کہا :
”اے اللہ کے رسول! آپ نے کس طرح جان لیا کہ آپؐ نبی ہیں ؟ حضورؐ

نے فرمایا (سناؤ)، میں بطحاء مکہ کی ایک جانب تھا کہ میرے پاس دو
فرشتے آئے۔ ان دونوں فرشتوں میں سے ایک تو زمین کی طرف اتر

آیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان (کھڑا، پھر دونوں میں
سے ایک نے اپنے دوست کو کہا، کیا وہ یہی ہے ؟ کہا : ہاں وہی

ہے۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا : تو اس کو رتا کہ لوگ اسکی
قدر جانیں اور اس کے قول و فعل کے مقابل دنیا و مافیہا کو بیچ سکیں)

اس کی اُمت کے ایک مرد کے ساتھ، (ترازو لگ جاتی ہے ایک
پلڑے میں حضور کو بٹھا دیا جاتا ہے اور دوسرے پلڑے میں ایک

مرد رکھ دیا جاتا ہے، پھر میں تو لا گیا اس مرد کے ساتھ اور میں
غالب آیا اس پر۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا : تو اس کو دس

مردوں کے ساتھ۔ پھر میں تو لا گیا ان کے ساتھ اور غالب آیا

اس پر۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا: تول اس کو سو مردوں کے ساتھ۔ پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ اور غالب آیا ان پر، پھر اس نے کہا تول اس کو ہزار مردوں کے ساتھ، پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ۔ اور غالب آیا ان پر، اور (اس دفعہ) کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ہزار مرد اپنا پلڑا ہلکا ہونے کے سبب مجھ پر گرے ہیں (یعنی ان کا پلڑا باوجود اتنے بوجھ کے اُونچا ہو گیا، پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اگر تو اس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی ساری اُمت کے ساتھ تولے تو یقیناً یہ اپنی ساری اُمت پر غالب آئے گا!

حضرت انورؑ کے وزن کا غلبہ

حدیثِ بلاہ میں جو حضرت انورؑ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے حکم سے فرشتوں نے تولا تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضورؑ کا مرتبہ اور درجہ اُمت کو بتایا گیا ہے کہ زمرت فرداً فرداً ہی کوئی ان کے مقابلہ کا ہے بلکہ ساری اُمت آپؑ کے مقابلہ میں جسمانی اور روحانی طور پر بے وزن ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضورؑ کے قول و فعل کے مقابل آپؑ کی سنت اور حدیث کے سامنے تمام اُمت میں سے کسی کا قول و فعل کچھ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ پاٹے استحقاق سے ٹھکرا دینے کے لائق ہے۔ اگر حضورؑ کے وزن کے مقابل ساری اُمت بے وزن ہے تو حضورؑ کے قول و فعل کے مقابل بھی ساری اُمت کا قول و فعل بے وزن ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص یہ تسلیم کرتا ہے

کہ حضورؐ کے مرتبہ کا کوئی انسان کوئی رسول نہیں ہے۔ آپؐ کے وزن کی کوئی ہستی نہیں ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے مقابلہ میں امتی کا قول لے لیتا ہے اور حدیث چھوڑ دیتا ہے تو اس نے امتی کا مرتبہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ سے معاذ اللہ بڑا مانا۔ حضورؐ سے امتی کو وزنی سجھا اور اس کے عمل نے اسکے زبانی دنیوی پر پانی پھیر دیا۔ یاد رکھیں کہ جو شخص سرورِ رسولان صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، سنت اور حدیث کے مقابلہ یا تبادلاً میں کسی امتی کے قول و فعل یا رائے قیاس کو دین میں دانستہ عمل میں لانا ہے تو وہ نہ صرف حضورؐ کا نافرمان اور بے ادب ہے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متوازی ایک رسالت کھڑی کرتا ہے رسالت کھڑی کرنے کا قاتل نہ سہی فاعل ضرور ہے۔ بھائیو! حضورؐ کے مرتبے کو پہچانو اور اسکی قدر کرو۔ اس طرح کہ ارشاد سید الکونینؐ کے سامنے ہر چیز آپ کو گرد و راہ دکھائی دے۔

ساری امت پر غالب

حدیث مذکور پر ایک بار پھر غور کریں کہ جب فرشتوں نے ایک پرٹے میں سرورِ کائنات کو بٹھا کر دوسرے پرٹے میں امت کا ایک آدمی رکھا تو حضورؐ غالب آئے۔ پھر دس آدمیوں پر بھی غالب، پھر ہزار پر بھی غالب ہوئے۔ اب فرشتہ کہتا ہے: لَوْ وَصَّيْتَهُ بِأُمَّتِهِمْ لَوَجَّحْتُمَا: اگر تو حضورؐ کو ان کی ساری امت کے ساتھ تولے گا تو پھر بھی آپ غالب آئیں گے، سب پر وزنی ہوں گے، ان کی ساری

امت مجموعی طور پر آپ کے وزن کو ہلانے کے گی، یعنی آپ کی حدیث کے مقابلہ میں ساری امت کے اقوال بے وزن اور لاشعے ہیں۔

جب رحمت عالم، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے مقابل رسالت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو صاحب مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کی احادیث کے مقابل اور معارض اقوال رجال کیوں ہوں؟ پھر جو لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ترازو کے ایک پلٹے میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھا کر دوسرے پلٹے میں اٹکھڑے مشائخ کو بٹھا رکھا ہے اور ان کے پلٹے کو معاذ اللہ وزنی بت لکھا ہے، اندھا دھند احادیث کے خلاف باتیں مانتے ہیں۔ یہ لوگ کیسے مسلمان ہیں اور کس منہ سے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھتے ہیں؟

رسالت کا کام امتیوں سے لینا

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے تئیں کا حال بیان فرمایا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ آپ کے تولنے کے لئے کوئی باٹ نہیں ہے۔ یعنی امت کے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ حضور کو ہرگز نہ تولیں۔ آپ کے مقابلے کے پڑھے میں خبردار! کوئی باٹ نہ رکھنا۔ حدیث اور سنت کا مقابلہ نہ کرنا۔ لیکن افسوس! بہت سے مسلمان رتیوں، ماشوں، تیلوں، چھٹانگوں سے حضرت محمد رسول اللہ

لے حضور پر نور تو نبوت کا ایک پہاڑ ہیں جس سے وحی الہی کے ہیرے، نیش اور نعل نکلتے ہیں اور امت کے امام، مجتہد وغیرہ اس پہاڑ کے آگے رتیاں، ماشے اور تولے ہیں جو بالکل بے وزن ہیں۔

صحتی اللہ علیہ وسلم کو تول رہے ہیں اور پھر سپوتوں نے اپنے زعم میں ان "باؤں" کے پڑے کو بھاری کر رکھا ہے — حدیثوں کے مقابلہ میں اقوالِ رجال پر عمل کر رہے ہیں۔ پیر کی بات مان لیتے ہیں۔ اور سنت کا انکار کر دیتے ہیں تو کیا یہ لوگ حضورؐ کے مقابل کے پڑے کو بھاری کرنے والے نہیں ہیں؟ قولاً حضورؐ کی رسالت کو مانتے ہیں لیکن عملاً رسالت کا کام اُمتیوں سے بھی لیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعظیم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ارشاد فرماتے ہیں :

وَأَجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ إِمَامًا لَّكَ وَانظُرْ فِيهِمَا
بِتَأْمَلٍ وَتَدَبُّرٍ وَاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَعْتَدَ بِالْقَالِ وَ
الْقِيلِ وَالْمَوْسِطِ (فتوح الغیب)

"اور کتاب اور سنت کو اپنا امام (پیشوا) بنا لے اور دونوں کو غور اور تدبیر سے پڑھا کر، (خبردار) ان دونوں پر (ہی) عمل کرنا، کسی کے قول قیاس رائے پر نہ چلنا۔"

حضرت پیر جیلانیؒ کا ارشاد بھی آپ نے پڑھ لیا کہ سوائے قرآن و حدیث کے دین میں کسی کی رائے۔ قیاس اور قول و فعل پر مت

لے حدیثوں کے مقابلہ میں اقوالِ رجال کو لینا، ان کی تبلیغ کرنا، نبوت کے پہاڑ کو زینوں، ماشوں اور تولوں کے ساتھ تولنا ہے۔

۳۰ حدیث کو چھوڑ دینا اور اس کے خلاف اُمتی کے قول پر عمل کرنا — اُمتی کے پڑے کو حضورؐ کے پڑے کے مقابلہ میں بھاری کرنا ہے۔

چلو۔ آپ اور ارشاد فرماتے ہیں :

لَيْسَ لَنَا نَبِيٌّ غَيْرُهُ فَتَتَّبِعُهُ وَلَا كِتَابَ غَيْرَ الْقُرْآنِ
فَتَعْمَلُ بِهِ فَلَا تَخْرُجُ عَنْهُمَا فَهَلْكَ فَيُضِلَّ هَوَاكَ وَ
الشَّيْطَانُ (فتح الغیب)

”سولتے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارا
کوئی نبی نہیں جس کی ہم اتباع کریں۔ سولتے قرآن کے ہمارے
پاس کوئی کتاب نہیں جس پر ہم عمل کریں۔ خبردار! اگر تو نے
قرآن اور حدیث کے سوا کسی اور چیز کی طرف رخ کیا تو
برباد اور ہلاک ہو جائیگا، خواہش نفس اور شیطان تجھے گمراہ
کریں گے“

اس ارشاد میں بھی حضرت پیر جیلانیؒ نے صرف قرآن و حدیث پر جم جانے
کی تلقین کی ہے اور قرآن و حدیث سے دھرا دھرا ہونے کو گمراہی کہا ہے
آپ مزید وضاحت فرماتے ہیں :

وَالسَّلَامَةُ مَعَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْهَلَاكُ مَعَ غَيْرِهِمَا
بِهَمَايَرِنَقِي الْعَبْدُ إِلَى خَالَةِ الْوَلَايَةِ وَالْبَدَلِيَّةِ (فتح الغیب)
”خبردار! سلامتی صرف کتاب و سنت (قرآن و حدیث) پر عمل
کرنے میں ہے اور ان دونوں کے سوا کسی اور چیز پر عمل
کرنے میں بربادی اور ہلاکت ہے (میرے مرید یاد رکھ!)
اولیاء اللہ اور ابدال بننے کے مرتبے صرف قرآن و حدیث پر
عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں“

ذ

حضور پر نور کو مت تولو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے ان ارشادات سے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کے سوا کسی چیز کی طرف رُخ نہ کریں۔ عمل کے لئے صرف کتاب و سنت کو کافی جانیں: یعنی کسی اُمتی کے قول کو حدیث کے مقابلہ میں قبول نہ کریں۔ گویا آپ کی یہ تعلیم مذکورہ بالا حدیث کے مطابق ہی ہوئی کہ ترازو میں صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو بیٹھنے دو۔ مقابل کے پڑے میں اُمتیوں کو بٹھا کر حضور پر نور کو مت تولو۔

حضرت پیران پیر کے ارشادات

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض سنتوں کو (جو نماز جیسی عظیم الشان عبادت سے متعلق ہیں) بیان فرماتے ہیں تاکہ مسلمان اُن پر عمل پیرا ہو کہ سنت کی معراج کو پائیں اور غلط فہمیوں اور تنزموں سے بچیں!

جَلَسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ (غِنِيَةِ الطَّالِبِينَ)
جلسہ استراحت (اے طالبِ حق! نماز کی دوسری یا تیسری رکعت کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے) تھوڑی دیر بیٹھنا چاہیئے۔

وَالرُّكُوعَ وَالرَّقِيعَ مِنْهُ (غِنِيَةِ الطَّالِبِينَ)
رفع الیدین (اے طالبِ حق!) رکوع میں آتے وقت او رکوع سے سرائٹلتے وقت رفع الیدین کرنا چاہیئے۔

سینے پر ہاتھ وَضَعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ قُبُوَ الشُّرَّةِ (غنية الطالبين)

(اے طالب حق) نماز میں ہاتھ ناف سے اوپر

(سینے پر) باندھنے چاہئیں

وَالْجَهْرُ بِأَمِينٍ (غنية الطالبين)

(اے طالب حق!) اونچی قراءت والی نماز میں

آمین اونچی آواز سے پکارتی چاہیے

وَالْتَوَكُّرُكَ فِي الشَّافِئِ (غنية الطالبين)

(اے طالب حق!) آخری قعدہ میں بائیں

پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھنا چاہیے؟

مُشِيرًا بِالسَّبَابَةِ (غنية الطالبين)

(اے طالب حق) التحیات میں (اَشْهَدُ

اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کہتے وقت، انگشتِ شہادت کھڑی کرنی

چاہیے۔

فَاِنَّ قِرَاءَتَهَا فَرِيضَةٌ

وَرَحَى دَمَكُ تَبْطُلُ

ہر نماز میں سورۃ فاتحہ فرض ہے

الصَّلَاةُ بِتَرْكِهَا (غنية الطالبين)

(اے طالب حق!) ہر نماز میں (خواہ تو امام ہو، مقتدی ہو،

مسبوق ہو، منفرد ہو) سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، اور

یہ نماز کا رکن ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہوتی ہے

(یعنی اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی)

ملاحظہ: شیخ علیہ الرحمۃ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض بتاتے

ہیں اور فرض ہر نمازی کے لئے ضروری ہے خواہ امام ہو یا مقتدی، جیسے وضو فرض ہے : امام بھی وضو کرے اور مقتدی بھی ضرور کرے مقتدی بے وضو نماز پڑھیگا تو نہیں ہوگی۔ ایسے ہی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوگی۔

شیخ جیلانی کا ارشاد، اور

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی تشریح

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ارشاد مذکور کی جو تشریح ہم نے کی ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ امام بھی پڑھے اور مقتدی بھی پڑھے، کیونکہ اس کا پڑھنا فرض ہے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے بھی شیخ علیہ الرحمۃ کے ارشاد کی وہی تشریح کی ہے کہ مقتدی بھی خلف الامام سورۃ فاتحہ پڑھے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :

حضرات صوفیاء قائلین قرأت فاتحہ خلف الامام

اکثر صوفیاء کرام کا مذہب بھی قرأت خلف الامام کا تھا۔ چنانچہ ملا جیون صاحب کی عبارت سے ابھی گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ غنیہ الطالبین میں ارکان الصلوٰۃ کی تفصیل میں فرماتے ہیں :

وقرأتہ الفاتحہ منہ : یعنی فاتحہ کا پڑھنا بھی ایک رکن ہے نماز کا۔

اسی طرح آپ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

فان قراتها فريضة وهي ركن تبطل الصلوة بتركها

(غنية الطالبين مترجم فارسی ص ۵۳)

”کیونکہ سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہے اور وہ ایک رکن ہے۔
اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے“

جو تشریح فان قراءتها فريضة کی ہم نے کی ہے کہ مقتدی
بھی خلف الامام سورۃ فاتحہ پڑھے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم
صاحب میرسیالکوٹی نے بھی فان قراءتها فريضة لکھ کر بعینہ
وہی تشریح فرمائی ہے اور حضرت شیخ جیلانی کو قائل قرأت خلف
الامام مانا ہے۔

عیدین میں بارہ تکبیریں

يُكْتَبُ فِي الْأَوَّلِي سِتًّا سِوَى تَكْبِيرَةِ الْإِمَامِ وَفِي
الثَّانِيَةِ خَمْسًا - (غنية الطالبين)

(اے طالبِ حق) عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں
اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں“

جماعت میں اکبری اقامت

اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - أَشْهَدُ
أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - أَشْهَدُ أَنَّ

مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ - حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ - حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ - قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ
أَكْبَرُ - لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - (غنية الطالبين)

يَقْرَأُ فِي الْأَوَّلِي الْفَاتِحَةَ (غنية الطالبين)
(اے طالبِ حق!) نماز جنازہ میں پہلی

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ

تبکیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے

ہاتھ اٹھا کر دعائوت پڑھنا

ثُمَّ يَمُزُّ يَدًا عَلَىٰ وَجْهِهِ (غنیۃ الطالبین)

(اے طالب حق!) وتر کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد

ہاتھ اٹھا کر دعائوت پڑھنی چاہیے اور پھر ہاتھوں کو

منہ پر پھیرنا چاہیے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مذکورہ سنتوں پر عمل کرنے کے لئے مسلمانوں کو تاکید کی ہے۔

مریدوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نماز میں جلسۂ استراحت کریں، رکوع

میں آتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت تکبیر اولیٰ

کی مانند، رفع الیدین کریں۔ نماز میں ناف سے اوپر دسینہ پر،

ہاتھ باندھیں۔ اونچی قرأت والی نماز میں اونچی آواز سے آمین

کہیں۔ نماز کے آخری قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر

بیٹھیں۔ التحیات میں انگشت شہادت اٹھائیں۔ ہر نماز میں

(خواہ فرض ہو، سنت ہو، نفل ہو اور نمازی امام ہو، مقتدی ہو،

منفرد ہو، مسبق ہو) سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں کہ اس کا پڑھنا

فرض ہے۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں کہیں۔ فرض نماز کی جماعت

میں اقامت کہری کہیں۔ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھیں،

پھر حضورؐ کی ان سنتوں سے جو مولوی حضرات منع کرتے ہیں

سوچیں کہ کیا وہ آپ کے خیر خواہ ہیں؟ ان کے دل میں حضرت

انورہ کی کیا محبت اور عزت ہے اور حضرت پیر جیلانی کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے ؟ اگر وہ خود ان سنتوں پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو روکتے کیوں ہیں ؟ برادرانِ اسلام ! خدارا آنکھیں کھولو اور اتباعِ رسولؐ سے خدا کو راضی کر لو۔ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہم پر فرض کی ہے۔ پس حضورؐ کی اطاعت لازم جالو، تعصب چھوڑ دو۔ کسی اُمتی کو حضور کے ساتھ نہ تولو اور حضور کے ارشاد کے مقابلہ میں کسی غیبی نبی کی بات مان کر اسے وزنی نہ بناؤ۔

اور پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے ولی اللہ کی زبان پر بھی آپ کو اعتبار نہیں جو حضور انورؐ کی سنتوں پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے ہیں اور اس تاکید سے فرقے بندیوں اور لڑائیوں جھگڑوں کو مٹاتے ہیں کیونکہ جب تمام مسلمان، کیا علماء اور کیا عوام حضور کی سنت پر عمل کر لیں تو کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے فرمان پر بھی اگر آپ نے عمل نہ کیا، اور بعض علماء کی بے سند باتوں کو ہی مانا تو گویا یہ علماء حضرات، حضرت شیخ جیلانی سے بڑے ہوئے۔ علم میں بھی بڑے، عمل میں بھی بڑے مذہبی بصیرت میں بھی بڑے اور ولایت میں بھی بڑے۔ فریٹے آپ کو کس کی بات پر اعتبار کرنا چاہیے ؟ حضرت پیر حقانی شیخ جیلانیؒ زیادہ معتبر ہیں یا یہ علماء حضرات ؟ اگر واقعی حضرت شیخ جیلانیؒ آپ کے نزدیک ہر لحاظ سے ان علماء حضرات سے بزرگ، برتر، افضل اور معتبر ہیں تو پھر آپ شیخ علیہ الرحمۃ کی زبان پر اعتبار کر کے مذکورہ سنتوں پر عمل کریں !

پھر تعجب آتا ہے ایسے لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے ولی اللہ تھے۔ قطب الاقطاب تھے۔ اہل اہل کے ابدال تھے۔ ان سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں ہوا۔ لیکن ان ولی اللہ کا کہنا نہیں ماننا، ان کی تعلیم پر کان نہیں دھرنا، ان کے ارشادات کو قطعاً نہیں سنا، زبان سے ان کی تعریف میں آسمان اور زمین کے قلابے ملاتے ہیں۔ لیکن ان کی تعلیم کے مطابق جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ سنتوں پر عمل کرے وہ کشتی اور گردن زدنی ہے۔ ایسا شخص مسجد میں شیخ جیلانی کی تعلیم کے مطابق نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اگر پڑھے اور سنتیں بجالائے تو وہ جگہ پلید ہو جاتی ہے۔ پانی سے اس جگہ کو دھلایا جاتا ہے۔ خوب مانا ان مولویوں نے شیخ جیلانی کو اور خوب ہی مانا قطب الاقطاب کو

مسلمان بھائیو یاد رکھو! جو بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہو جائے، اس کو سینے سے لگا لو۔ اس پر عمل شروع کر دو، یہ خیال مت کرو کہ اگر ان سنتوں پر عمل کرنے لگ گئے تو لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔ برادری کیا نام رکھے گی۔ سنیئے! مسلمان وہ ہے جو اپنی خواہش، ارادے، آرزو اور خیال کو حضور کے قول و فعل پر قربان کر دے۔ لوگوں کے طعنے الہنے کی پروا نہ کرتے ہوئے سننِ ہدیٰ کو اپنالے۔ چنانچہ حضور پر نور ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يَوْمٍ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ بَيْنَ مَا حِثَّتْ بِهِ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب السنن)

"تم میں کوئی (پورا) مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ ہو خواہش

اس کی تابع اس چیز کے کہ میں لایا ہوں اسکو (یعنی شریعت)
 مطلب یہ ہوا کہ جب تک خواہشات کو حضور کی شریعت کے تابع نہ
 کیا جائے ہر مانع کو ٹھکرا کر آپ کی سنت پر عمل نہ کیا جائے۔ یا وہ
 دوستوں، برادریوں کی عار کے بت کو توڑ کر حضور سیدِ ولدِ آدم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک کی شمع کو نہ جگایا جائے اس وقت
 تک مسلمان نہیں بنا جا سکتا۔

اسلام کی حد بندی

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَصِلُوا مَا
 نَسْتَكْتُمُ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ ط (رواه في اللوطا)
 مالک بن انس بطریق ارسال روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو
 چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے
 رکھو گے، ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ
 کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ۱۱

اسے فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا، کہ اسلام
 محدود ہے قرآن اور حدیث میں، یعنی اسلام نام ہے قرآن اور حدیث
 کا۔ ان دونوں چیزوں کے سوا تیسری کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے
 اسلام کہا جائے۔ پھر جو علماء قرآن اور حدیث کے سوا۔۔۔ بغیر سند
 اور دلیل کے آپ گھڑ کر مسئلے بناتے ہیں وہ ہرگز اسلام نہیں ہے

شریعت کی چیز نہیں ہے اور وعظ سننے والوں کو خوب ہوشیار رہ کر وعظ سنا چاہیے۔ انہیں غور کرنا چاہیے کہ واعظ اور خطیب جو کچھ سنا رہا ہے وہ قرآن اور حدیث پڑھ کر سنا رہا ہے یا اکاذیب و امانی بیان کر رہا ہے؟ اگر قرآن اور حدیث سے وعظ کر رہا ہے تو بڑے ادب سے بہ تن گوش ہو کر سنیں اور عمل کریں اور اگر خرافات سنا رہا ہے تو اس مسموم فضا سے اٹھ کر چلے جائیں :

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (پ ۷)
 "پس مت بیٹھ پیچھے (حق) یاد آنے کے ظالم لوگوں کے پاس"

ایسا مولوی، واعظ، خطیب ظالم ہے جو قرآن اور حدیث سے باہر جاتا ہے، بے سند قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے حضور فرمائیں: عَضُوا عَلَيْهَا بِالتَّوَابِئِ (مشکوٰۃ)۔
 "میری حدیثوں اور سنتوں کو مضبوط دانتوں کیساتھ پٹے رکھو"

یعنی میری حدیثوں پر جم جاؤ۔ حرف ان ہی پر عمل کرو اور یہی لوگوں کو سناؤ لیکن بجائے دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑنے کے جو عالم واعظ اپنے بیان میں حدیثوں اور سنتوں کو ترک کر کے ادھر ادھر کی کہانیاں سنائے، کتاب و سنت کے خلاف قصے بیان کر کے لوگوں کو —
 مَا آتَا عَلَيْنَا وَ أَصْحَابِنَا کی شاہراہ سے ہٹائے، اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟

اسلام میں فرقہ بندی

شاہراہ بہشت کی نشاندہی کے تحت آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ حضورؐ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے داہنے اور بائیں کئی ترچھی لکیں کھینچیں۔ پھر درمیانی لکیر پر دستِ مبارک رکھ کر فرمایا: یہ راہ اللہ کی ہے اور ترچھی راہوں کو شیطانوں کی راہیں فرما کر یہ آیت پڑھی:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّوْكُمْ
بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (پ ۶ ع ۶)

اور (خدا نے فرمایا) کہ یہی (پیغمبر کی تابعداری) ہے، راہ سیدھی میری، پس چلو اسی پر، اور مت چلو اور راہوں پر، کہ (یہ راہیں) تم کو خدا کی راہ سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دیں گی یہ بات (نصیحت) کی ہے کہ حکم دیتا ہے خدا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم (جہنم سے) بچ جاؤ۔“

سیدھی راہ کا مطلب

اس آیت میں خدا نے فرمایا: هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ: ”یہ ہے راہ میری سیدھی“۔ یعنی میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میری سیدھی راہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ راہِ عمل سے نبتی سے خدا تعالیٰ نے دنیا میں آکر کوئی عمل کر کے نہیں دکھایا۔“

نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ حج کیا، نہ زکوٰۃ دی۔ تمدنی، معیشتی، معاشرتی زندگی نہیں گزاری کہ اس کی عمل سے راہ بنتی اور اس راہ پر ہم چلتے۔ یاد رکھیں کہ اللہ واحد القہار، ہمارا حقیقی مالک اور احکم الحاکمین ہے۔ وہ صفاً حکم دینے والا ہے، اور بندوں — اس کے عاجز غلاموں پر اس حکم کا بجالانا فرض ہے۔ اس نے اپنے احکام کی بجائے اُوری کے طریقے بتانے کے لئے اپنے بندوں، بشروں میں سے ہی رسول منتخب کئے۔ ان رسولوں پر بذریعہ وحی اپنے احکام نازل فرمائے اور رسولوں ہی کو اپنے حکموں پر چلنے کا طریقہ بتایا پھر امتوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے حکموں کی تعمیل رسولوں کے طریقے پر کریں۔ پس وہ رسولوں کا طریقہ ہی خدا کی سیدھی راہ ہوئی۔

تو مطلب یہ ہوا کہ آیہ مذکور میں خدا کی سیدھی راہ سے مراد — حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری، حضور کا عمل، حدیث اور سنت ہوئی۔ خوب سمجھ لیں!

فَاتَّبِعُوا — پس چلو اسی میری سیدھی راہ پر۔ یعنی میرے پیغمبر کی تابعداری کرو، اس کی راہ عمل پکڑو۔ اس کے قدم پر قدم رکھو، ہو بہو اس کے طریقے کے مطابق میرے حکموں کو بجا لاؤ۔ میرے رسول کے قول اور فعل کو میری سیدھی سڑک بہشت میں پہنچانے والی راہ جانو!

۱۰۔ معاذ اللہ خداتعالیٰ ان باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ یہ غلاموں کے فرائض ہیں جو ان کے مالک، حقیقی نے ان پر عاید کر رکھے ہیں۔ (محمّد صادق)

اگر تم ایمان داری سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ صراطِ مستقیم ایک ہی راہ ہے اور وہ حضورؐ کی سنت اور حدیث ہے۔ جس راہ پر آپ چل گئے ہیں وہی بہشت کی راہ ہے اور سوائے اس راہ کے کوئی راہ نجات نہیں ہے۔ کسی اُمتی کا ذاتی قول و فعل خدا کی راہ نہیں ہو سکتی ، دین میں حجت نہیں !

ترچھی راہیں

وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ — اور مت چلو ٹیڑھی راہوں پر — یعنی راہ رسول کے سوا اور راہوں پر نہ چلو۔ یہ ارشادِ خداوندی ہے : کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل کے سوا کسی اور کے قول و فعل پر عمل نہ کرو۔ سبیلِ رسول کے سوا جتنی اور راہیں ہیں یہ سیدھی راہیں نہیں ہیں۔ خدا کے پاس پہنچانے والی نہیں ہیں۔

مسلمانوں کو آنکھیں کھول کر دین کی بات پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر وہ بات فرمودہ رسولؐ ہے۔ فعلِ رسالتِ مآب ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہ صراطِ مستقیم ہے ، سیدھی راہ ہے۔ اور اگر کسی امام یا پیر وغیرہ کی گتہ نیت ہے ، ایجادِ بنہ ہے تو وہ ٹیڑھی راہ ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ جب خدا نے حکم دے دیا کہ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ (خبردار! سبیلِ رسول کے سوا) اور سبیلوں ، راہوں پر نہ چلنا تو مسلمان وہ ہے جو خدا کا حکم مان کر دین میں صرف حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر ہی چلتا ہے اور بڑی چھان بین سے ہر امر میں طریقتِ رسولؐ ہی اختیار کرتا ہے۔ جب حضور کے طریقے کے سوا اور طریقوں پر

چلنے میں برائی اور قباحت تھی تو اسی لئے خدا نے دوسرے تمام طریقوں اور راستوں سے روک دیا۔ پھر آگے دوسرے طریقوں اور راہوں پر چلنے کے بڑے انجام سے آگاہ فرمایا :

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ — یہ (دوسری راہیں) تم کو خدا کی راہ (یعنی پیغمبر کے طریقے) سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دینگی، یعنی طریقہ رسول کے سوا اور طریقے تم کو مراءِ مستقیم سے بھٹکا دیں گے۔ سیدھی راہ سے جُدا کر دیں گے۔ دوسری راہیں فرقے بندیاں پیدا کر دیں گی، تمہیں گروہ گروہ بنا دیں گی۔ تم پر افتراق و انشقاق کی بربادیاں لائیں گی۔ ان راہوں پر چل کر تم تتر بتر، منتشر اور پراگندہ ہو جاؤ گے۔ خبردار! خبردار!! — اور راہوں، راستوں، طریقوں اور سبیلوں سے بچو، چنانچہ خدا نے فرمایا :

ذَلِكُمْ وَمَشَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

یہ بات دکھ اور راہوں سے بچو، طریقہ رسول کے سوا تمام طریقوں سے کنارہ کش رہو، نصیحت کی ہے۔ خدا تم کو اس (نصیحت) کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ (اس پر عمل کر کے جہنم کی آگ سے) بچ جاؤ“

اس آیت سے ثابت ہوا کہ طریقہ رسول کے سوا دین میں دوسروں کے منفر حدیث طریقوں پر عمل کرنا گمراہ ہونا ہے۔ حدیث اور سنت کے مقابلہ میں دانستہ انتیوں کی ماننا انجام کار عاقبت برباد کرنا ہے!

اب اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ کون خدا کی راہ سے خدا کے پاس پہنچانے والی راہ — یعنی راہ رسول پر ہے اور کون دوسری ممنوعہ

راہوں پر ہے؛ تو اس کی پہچان یہ ہے کہ جو شخص حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت پر عمل کرتا ہے۔ آپ کے طریقے پر چلتا ہے؛ وہ راہِ رسول پر گامزن ہے اور جو دنیاویات اور مسائل میں حدیث اور سنت کو ترک کر کے اُمّتیوں کے بنائے ہوئے طریقوں پر چلتا ہے وہ یقیناً دوسری راہوں پر چلنے والا ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرًا فَهُوَ زَوَّارٌ (ترمذی)

”جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا (قولی یا فعلی) حکم نہ ہو

تو وہ (عملِ خدا کے نزدیک) مردود ہے“

حضور کے اس ارشاد سے معلوم ہو گیا کہ اگر ہم اپنے عملوں کو خدا کے ان مقبول بنانا چاہتے ہیں اور ان کے ذریعہ نجات کے خواہاں ہیں، تو ہمیں صرف وہی عمل کرنے چاہئیں جو حضور نے کئے ہوں یا کرنے کا ارشاد فرمایا ہو اور اگر ہم نے ایسے عمل کئے جو نہ حضور نے کئے اور نہ کرنے کا حکم دیا تو یہ عمل مردود ہوں گے۔ حشر میں اُن کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔

پس جو شخص صحیح سُنَد کے ساتھ حضور کے طریقے پر عمل پیرا ہے وہ خدا کی راہ پر ہے اور جو حضور کے طریقوں کے خلاف، اور طریقوں کو اپنائے ہوئے ہے وہ سیدھی راہ سے بھٹک کر فرقہ بندی کی راہ پر چلتا ہے۔ خوب یاد رکھیں کہ سنت اور حدیث کے مقابلہ میں تمام طریقے، راستے اور مسلک اسلام کے اذرِ فرقہ بندیوں ہیں، گروہ سازیاں ہیں۔

ہو بہو طریقہ رسول پر چلنے کا حکم!

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطًا إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُخْبِرُوا بِمَا كَانَتْ تَقَالُوهَا فَقَالُوا آيِنُ فَعْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ فَتَالَ أَحَدُهُمْ أَمَا أَنَا فَاصْبِي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ الْآخَرُ أَنَا أَصُومُ النَّهَارَ أَبَدًا وَ لَا أَفْطِرُ وَقَالَ الْآخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ فَبَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَ كَذَا أَمَا وَاللَّهِ إِنْ لَا خُشُوعَ لِلَّهِ وَ اتَّقَاكُمْ لَهُ الْكَيْبِ أَصُومُ وَ أَفْطِرُ وَ أَصْبِي وَ أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَن سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي - (بخاری سے مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی خدمت میں حضور کی عبادت کا حال پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ جب انھیں عبادت کی خبر دی گئی، گویا کم جانا اس کو، پھر (صحابہ رضی اللہ عنہم) آپس میں کہنے لگے کہاں ہیں ہم بر نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے! بے شک خدا نے حضور کے پہلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے۔ (یعنی کہاں ہم گنہگار اور کہاں حضور معذور و معصوم! پھر آپ بہت زیادہ عبادت کریں اور ہم بہت کم) پس ان میں سے ایک نے کہا

میں تو تمام رات نماز ہی پڑھا کروں گا ہمیشہ - دوسرا بولا
 میں تو دن کو روزہ ہی رکھا کروں گا ہمیشہ اور افطار نہ
 کروں گا - تیسرے نے کہا : میں الگ رہوں گا عورتوں سے
 اور نکاح نہ کروں گا ہرگز - حضورؐ (کو جب خبر ہوئی تو)
 ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا : ایسا اور ایسا تم
 نے کہا تھا ؛ خبردار ! قسم سے خدا کی میں البتہ بہت ڈرنا
 ہوں خدا سے بہ نسبت تمہارے اور بہت تقویٰ کرتا ہوں
 واسطے اللہ کے بہ نسبت تمہارے - لیکن (باوجود اتنے
 ڈرنے اور اتنے تقویٰ کے) میں روزے بھی رکھتا ہوں
 اور افطار بھی کرتا ہوں - نماز بھی پڑھتا ہوں رات کو اور
 سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں عورتوں سے -
 (خبردار) جس نے امراض کیا میرے طریقے سے ، پس
 نہیں ہے وہ مجھ سے ۔“

سنت پر زیادتی!

غور فرمایا آپ نے کہ تین شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ ، عثمان بن مظعونؓ
 اور عبداللہ بن رواحہؓ حضرت انورؓ کی ازواج مطہرات کی خدمت
 میں حاضر ہوتے ہیں اور حضورؐ کی عبادت کا حال دریافت فرماتے
 ہیں - اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم ان کو جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
 کی عبادت ، اذکار اور یاد الہی کی کیفیت بتاتی ہیں - یہ حضرات اپنی
 عبادت کے ساتھ حضور انورؐ کی عبادت شاقہ کا موازنہ کر کے ڈرتے

میں اور کہتے ہیں کہ کہاں حضورؐ معصوم کی اتنی بڑی عبادت — اور کہاں ہم گنہ گاروں کی اتنی کم! پھر باہم مشورہ کرتے ہوئے تمام رات ہمیشہ نماز پڑھتے رہنے، دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرنے، عورتوں سے الگ تھلگ رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم اطلاع پا کر موقع پر پہنچ جاتے ہیں اور از راہ تنبیہ فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا، اور تقویٰ کرنے والا، روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پھر تم کون ہو افطار، نیند اور نکاح سے باز رہنے والے میرے طریقے کے سوا انوکھے طریقے پر چلنے والے! سٹو! اچھی طرح سٹو! یاد رکھو! بھولنا نہیں کہ جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا، قدم ادھر ادھر رکھا تو وہ مجھ سے نہیں یعنی میری جماعت سے نہیں مَا اَنَا عَلَیْهِ کِی شاہراہ پر نہیں۔ میرا طریقہ الگ، اس کا طریقہ الگ۔ الگ طریقے والا میرے طریقے سے بھٹکا ہوا ہے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ صحابہؓ نے جن باتوں پر عمل کرنے کے لئے عہد کیا تھا: وہ باتیں بھی تو عبادت ہی سے تھیں لیکن سنت پر زیادتی تھی۔ یہ زیادتی رسول رب العالمین کو گزارنا نہ ہوتی۔ حضورؐ سنت پر ہمیشی کی وجہ سے ناخوش ہوئے اور چاہا: کہ سولہ آنے پر میرے طریقے پر چلیں۔ پھر غور کریں کہ جب سنت سے بال برابر ادھر ادھر ہونے کی اجازت نہیں ہے تو سنت اور حدیث کو بالائے طاق رکھ کر۔ جو لوگ

غیر مسنون طریقوں پر عمل کر رہے ہیں یا بعض حدیث کو ترک کر کے اقوالِ رجال پر چل رہے ہیں۔ سوچئے کہ انکی عبادتیں اور عمل کس طرح قبول ہوں گے اور یہ لوگ قیامت کو کیونکر خدا کے سامنے پیش ہوں گے!

ہمیشہ کا روزہ، روزہ نہیں!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ہر روز روزہ رکھتے اور ہر شب قیام کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:

فَلَا تَفْعَلْ صُومًا وَأَنْطَرًا : ایسا نہ کرو : روزہ رکھو اور افطاری بھی کرو۔ قَمْرًا وَنَمْرًا : قیام کرو اور سو بھی رہو

یعنی روزمرہ۔ متواتر ہمیشہ نہ روزے رکھو، اور نہ تمام

شب ہمیشہ قیام کرو!

فَاتَّ لِحَسْبِكَ عَلِيكَ حَقًّا : کیونکہ تمہارے بدن کا تم پر حق

ہے۔ " یعنی بدن کو اتنی مشقت میں نہ ڈالو مبادا بیمار ہو

جاؤ، ہلاک ہو جاؤ۔

وَاتَّ لِعَيْنِكَ عَلِيكَ حَقًّا : اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے

یعنی سویا بھی کرو تاکہ آنکھوں کو راحت اور آرام پہنچے۔

وَاتَّ لِرِزْوَانِكَ عَلِيكَ حَقًّا : " اور تمہاری بی بی کا تم پر حق

ہے۔ " یعنی اس کے ساتھ بیٹھو، باتیں کرو، اس کا دل بہلاؤ،

جنسی تعلقات نبھاؤ۔

وَاتَّ لِيْزُوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے؟ یعنی اس کی خاطر داری کرو، اس سے بائیں کرو اس کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ایسا نہیں چاہیے کہ تمہارے گھر مہمان آیا ہو، اور تم سارا دن علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر وظیفہ پڑھتے رہو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو بن عاص (سُتُو)!

لَا صَامَ مَنَّمَا الدَّهْرَ، نَزُوْرَه رَكْحَا جَس نَزُوْرَه
رکھا ہمیشہ! (بخاری مشریف)

یعنی متواتر ہر روز ہمیشہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کا کوئی روزہ نہیں! ایسے روزوں کا کوئی ثواب نہیں۔ خدا ان سے خوش نہیں، یہ محض فاقے ہیں!

اس سے ثابت ہوا کہ نیکی وہ ہے جو بالکل سنت کے مطابق ہو، حضور کے طریقے پر ہو۔ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اپنی پہلی فرصت میں تمام دینی کاموں کا جائزہ لینا چاہیے کہ سب کام سنت کے مطابق ہو رہے ہیں۔ اگر سنت کے مطابق، عین حدیث پاک کے برابر ہو رہے ہیں تو یقین کریں کہ خدا راضی ہے اور بہشت کا سامان ہو رہا ہے۔ اور اگر دینی امور بطریق مسنون انجام نہیں پا رہے: تو ان کا کوئی اجر نہیں، ثواب نہیں، محض تضيغ اوقات ہے اور خدا کی گرفت اور پکڑ اس پر سلا ہے!



کالی بھنگ نماز

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :
 صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي رَأَيْتِي : نماز ٹھیک اسی طرح
 پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ۔

اس فرمانِ پاک سے معلوم ہوا کہ نماز ہو بہو طریقہ نبوی کے مطابق
 ہونی چاہیے۔ حضور کے قاعدے، ضابطے اور شکل و صورت کے
 موافق ہوتی چاہیے پھر نماز قبول ہوگی اور فرسیت کا بوجھ سر سے
 اترے گا اور اگر بے قاعدہ نماز پڑھی جائے گی تو خدا قبول نہیں
 کریگا بلکہ وہ نماز نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق ہو جائے گی۔
 چنانچہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے قاعدہ نماز کی بابت ارشاد
 فرماتے ہیں :

مَنْ صَلَّى لَهَا لَغَيْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ يُسَبِّحْ وَضَوَّهَا وَلَمْ يَتَمَرَّ
 لَهَا خُشُوعًا أَوْ لَا رُكُوعًا وَلَا اسْجُودًا خَرَجَتْ رُحْمَى
 سَوْدَاءَ سَطْلِيَّةٍ ۗ تَقُولُ مَيْتَاتُ اللَّهِ كَمَا ضَعَيْتَنِي حَتَّى رَأَى
 كَأَنَّهُ جِيءَ بِمَاءٍ اللَّهُ لَفَتْ كَمَا يُلْفَتُ الثَّوْبُ الْخَلْقُ ثُمَّ
 ضَرَبَ بِهَا وَجْهَهُ ۗ (ترغیب ترہیب)

”جس شخص نے نماز کو اس کا اول وقت، مال کر (عمدًا) اخیر
 وقت، پڑھا، اور اس کا وضو بھی سنوار کر نہ کیا اور دل کو
 بھی حاضر نہ رکھا اور رکوع اور سجدہ کو (مع قومہ جلسہ) خوب
 تسلی اور اطمینان سے پورا نہ کیا، تو جب وہ نماز رخصت

ہوتی ہے تو کالی بھنگ ہوتی ہے (یعنی نور اور برکت سے خالی ہوتی ہے) پھر وہ نماز اس نمازی کو کہتی ہے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے، خدا تعالیٰ اسی طرح تجھے برباد کرے، یہاں تک کہ جب تھوڑی سی اونچی ہوتی ہے: جن قدر کہ اللہ کو منظور ہو پھر (فرشتے) اس نماز کو چیتھڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر مار دیتے ہیں۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نماز بڑے آرام سے ادا فرماتے تھے۔ رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ بڑے اطمینان سے پورا کرتے تھے، دو سجدوں کے درمیان آرام سے بیٹھتے تھے۔ رکوع کے بعد کرسی صی کر کے کھڑے ہوتے تھے۔ تقریباً رکوع جتنی دیر قومہ میں لگاتے تھے یاد رہے کہ جو شخص نماز اس طریقہ رسول کے مطابق نہیں پڑھتا۔ جلدی جلدی کرتا، کھٹولگیں مارتا، قومے، جلسے، رکوع، سجدہ کو نہایت عجلت سے برباد کرتا ہے۔ ایسی نماز چیتھڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ وہ نکمی، ناقص اور ناتمام نماز اس نمازی کی بربادی کی دعا کرتی ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہی عبادت خدا قبول کرتا ہے۔ اسی نیکی کو مٹا دینا ہے جو طریقہ رسول پر ہو۔

کلمہ سوچ کر پڑھیں!

آپ کلمہ پڑھتے ہیں — لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

اس کلمہ کے دو حصے ہیں: پہلے حصہ میں توحید کا اقرار اور دوسرے

حصہ میں حضرت مُحَمَّدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ماننا دل کی تصدیق کے ساتھ - ہمیں چاہیے کہ کلمہ سوچ کر پڑھیں - اس کلمہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف اللہ پر ایمان لے لو کہ اس کی ہستی ہے اور بس - یعنی مشرک ہستی کا استمرار مقصود ہے - یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تمام مشرک مانتے تھے - قرآن کہتا ہے :

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ

الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۗ (پطالع ۲)

” اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے ، کون آتا ہے آسمان سے پانی ، پھر زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو پیچھے اس کی موت کے ، البتہ کہیں گے اللہ “

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۗ (پطالع ۱۲)

” اور اگر پوچھے تو ان سے ؛ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو ، البتہ کہیں گے (مشرک) اللہ نے “

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (پطالع ۷)

” اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے ، کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو تو البتہ کہیں گے پیدا کیا ہے ان کو عزت والے ، علم والے (اللہ) نے “

وَلَيْدٍ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ (دشاع ۱۳)

”اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے کہس نے پیدا کیا ہے ان کو۔ البتہ کہیں گے اللہ نے۔ پھر (میز اللہ کو پکارتے ہوئے) کہہ رہے جا رہے ہیں“

انے آیات سے معلوم ہوا کہ مکہ کے مشرک کا نرسب اللہ کو مانتے تھے۔ اسی کی ہستی کا اقرار کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ان کی مخالفت اور معاندت کی کیا وجہ تھی؛ سنیئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا:

اَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاتَّكُوا الْإِلَاطِ وَالْعَدِي
لوگو! اقرار کرو۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور چھوڑ
دولات اور عزتی کو۔“

پہلے نفی پھر اثبات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت رسول اللہ ان کو توحید کا پیغام دیا۔ یعنی فرمایا کہ جن جن کو تم نے رکوع، سجدے، قیام، طواف نذر، نیاز کے لائق سمجھ رکھا ہے جنہیں تم دور و نزدیک سے پکارتے ہو۔ حاجت روا، مشکل کشا، حاضر ناظر جانتے ہو، خدائی کاموں میں خلیل و شریک مانتے ہو، یہ سب چھوڑ دو! جب تم یہ مشرکانہ عقیدے چھوڑ کر اللہ کو مانو گے، تو پھر اللہ کا ماننا صحیح ہوگا۔ عقیدہ توحید کے ساتھ ماننا ہوگا۔

غور کیا آپ نے! کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان سے انکار کروانا چاہا۔ ہر غیر اللہ کی نفی چاہی۔ اس نفی کے بعد اثبات چاہا۔ گویا نفی پہلے ہے، اثبات پیچھے ہے۔ جب تک پہلے جمادات، نباتات اور حیوانات میں مانے ہوئے معبودوں کا سر لاد کی تلوار سے قلم نہ کیا جائے، اس وقت تک اللہ کا اثبات و اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا۔ مشرکین مکہ پہلے نفی نہیں کرتے تھے۔ لَإِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے تھے صرف اللہ اللہ پکارتے تھے اور اللہ کے ساتھ اس کی ذات اور صفات میں اوروں کو شریک کرتے تھے۔

وہ اپنی کھیتی باڑی میں اللہ کا حصہ نکالتے تھے۔ چارپایوں سے بھی خدا کے نام کی نذر نیاز دیتے تھے، لیکن ساتھ ہی غیر اللہ کے حصے۔ نذر نیاز بھی نکالتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَأَقُولُوا هَذَا لِلَّهِ بِرِجْمِهِمْ وَهَذَا لِلشُّرَكَائِ تِلْكَ (پ. ۷)

اوپر ایسوں (مشرکوں) نے واسطے اللہ کے اس چیز سے کہ پیدا کیا ہے کھیتوں سے اور جانوروں سے ایک حصہ، پھر کہا انہوں نے یہ واسطے اللہ کے ہے ساتھ گمان اپنے کے اور یہ واسطے ہمارے (مقرر کردہ) شریکوں کے ہے۔

یعنی خدا کے پیدا کئے ہوئے اناج، پھل، سبزیوں سے اور اونٹ گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ سے ایک حصہ خدا کا بھی ٹھہراتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اتنا تو خدا کا ہے۔ اور اتنا ہمارے ان مقربان بارگاہ ایزدی کا ہے۔ جن کو ہم نے شریک خدائی

مان رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا :

”کیا ہی، بڑا حکم (تقسیم کا) ہے جو

(مشرک، لگاتے ہیں۔ (پ ۳۶)

مشرکین کا حج

وہ لوگ حج بھی کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرفات کے میدان میں بلند آواز سے یوں بتیک پکاتے تھے:

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمَلِّكُهُ وَمَا مَلَكَ

”حاضر ہیں ہم اے اللہ ہمارے! ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں

تیرا کوئی شریک نہیں سوائے ان شریکوں کے کہ جن کا

در اصل تو ہی مالک ہے۔ خود ان کا بھی اور ان چیزوں کا

بھی جن کا اختیار تو نے انہیں دے رکھا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب مشرکین لَا شَرِيكَ لَكَ

تک پہنچتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے: قَدْ، قَدْ،

بِسْ كَرُوا، بس کرو۔ بس یہیں رُک جاؤ۔ یعنی لَا شَرِيكَ لَكَ کہہ کر اِلا

شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمَلِّكُهُ وَمَا مَلَكَ نہ کہو۔

سفارش کا عقیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیس برس تک مشرکین

مکہ کا جھگڑا، تنازعہ اور لڑائی محض اس وجہ سے تھی کہ وہ نفی کے بغیر

اثبات کے قائل تھے، اور حضور پہلے ان سے نفی کرنا پھر اثبات چاہتے تھے۔ وہ غیر اللہ کے انکار کے بغیر اللہ کا اقرار کرتے تھے۔ لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے اقرار سے قبل غیر اللہ کے انکار کا مطالبہ کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کے غلط طریقے کو نہ چھوڑا۔ اللہ کو مانا، ضرور مانا۔ اپنے رسم و رواج کے مطابق اس کی عبادت بھی کی۔ اسکے نام کے صدقات وغیرات بھی دیئے، اس رضا کے لئے قربانیاں بھی کیں، حج بھی کئے۔ اللہ کا نام لے لے جئے، پر لا الہ الا اللہ نہ کہا۔ یعنی یہ اعتقاد نہ رکھا کہ اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ کسی کو اس کے اقتدار، اختیار اور تصرف میں دسترس حاصل نہیں بلکہ وہ مقربانِ بارگاہِ ایزدی کے متعلقہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا نے ان کو اختیار دے رکھے ہیں۔ وہ حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ روٹھے خدا کو مانا سکتے ہیں۔ اس کی نازل کردہ بلائیں ٹال سکتے ہیں، وہ خدا کے پاس ان کے سفارشی ہیں اور خدا کے مقرب ہونے کی وجہ سے اپنے مریدوں، معتقدوں اور نادروں کو خدا کا مقرب بنا دینے پر قادر ہیں۔ خدا کے درباری اپنے پیجاویں کو بھی اس کا درباری بنا سکتے ہیں اور کوئی بھی خدا کے پاس بغیر خدا کے پیاروں کی

۱۱۱ وَ يَقُولُونَ هُوَ لَآءِ شَفَعَاءُ تَأْتِيهِ اللَّهُ - اور کہتے ہیں (مشرکین مکہ)

یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (پ ۱۱۱ ع ۱)

۱۱۲ مَا تَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى - ہم تو ان کے پیاروں

کی پوجا پاٹ (نذر نیا ز وغیرہ) مردہ یا اس لئے کرتے تھے کہ وہ ہمیں اللہ

کے نزدیک کریں۔ (پ ۱۱۱ ع ۱۵)

سفارش، دلیل اور دسیلے کے نہیں پہنچ سکتا۔ وہ برملا کہتے تھے کہ
دیتے دلاتے سمجھی کو یہی ہیں

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ کیوں نفی کے بغیر اثبات کے
قابل تھے۔ کیوں لَدَالِہ نہیں کہتے تھے، کیوں غیر اللہ کا انکار
نہیں کرتے تھے اور مشر اللہ اللہ جیتے تھے۔ اس لئے کہ وہ خدا
تعالیٰ کے "گماشتوں" اور "ایجنٹوں" کے قابل تھے اور لَدَالِہ کے
اقرار سے تمام قسم کے گماشتوں اور ایجنٹوں کا صفایا ہو جاتا تھا۔ وہ
حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جس طرح حضورؐ
انہیں کلمہ پڑھاتے تھے وہ کلمے کو اس طرح سوچ سمجھ کر نہیں پڑھتے
تھے۔ پھر مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا وہ سمجھ کر اس کلمہ کو
پڑھتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ جس طرح حضورؐ نے انہیں تعلیم دی ہے
اور کلمے کا مفہوم بتایا ہے۔

بعض مسلمانوں کے مشرکانہ عقیدے

بیشک مسلمان زبان سے اقرار کرتے ہیں: لَدَالِہِ اِلَّا اللہ —
یعنی پہلے لَدَالِہ کہہ کر غیر اللہ کی زبانی نفی کرتے ہیں۔ پھر اللہ کو
ثابت کرتے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا وہ لَدَالِہ کے اقرار
کے ساتھ اعتقاداً اور عملاً بھی اس بات کا ثبوت دیتے ہیں:
کہ کوئی خدا کی ذات اور صفات میں شریک نہیں ہے؟
کوئی خدا کا جزو اور حصہ نہیں ہے؟
کوئی خدا کے خزانوں اور اسکے کاموں پر مختار نہیں؟
کوئی حاجت روا، مشککشا اور اس کے پاس سفارشچی نہیں....

بلائیں ٹالنے، وباؤں ہٹانے، بگڑی بنانے، شفا بخشنے اور کوئی غم دور کرنے والا نہیں۔ اس کی قوی۔ بدنی۔ مالی عبادات میں کوئی ساجھا نہیں۔ کوئی حاضر ناظر۔ غیب جاننے والا نہیں؟

اگر ان سب باتوں کا جواب اعتقاداً اور عملاً نفی میں ہے تو لڑالہ کہنا درست ہے اور اس کے بعد اللہ کا اثبات مبارک ہے! ایسا معتقد مسلمان موحد ہے اور اگر مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ کہتے ہیں۔

پردہ انساں میں اگر خود دکھانا تھا جمال

رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہ ہو

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں خدا آیا۔ اسی

مضمون میں یہ شعر بھی پڑھا جاتا ہے جو محافل اعراس کی زینت ہے

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اُتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

یعنی وہ خدا جس نے عرش پر قرار پکڑا، وہی مصطفیٰ بن کر مدینے

میں آگیا۔ فرمائیے کیا ایسے لوگ توحید کے ماننے والے رہے؟ اُن کا

۱۷ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کہا۔ ہندوؤں نے اپنے بزرگ کرشن جی کو

خدا کا اوتار کہا۔ یعنی خدا کرشن کی شکل میں آیا اور مسلمانوں نے کہا: خدا خود

رسول خدا بن کے آیا۔ کیجئے: تینوں کے کہنے اور عقیدے میں کیا فرق ہوا؟

افسوس مسلمانوں نے توحید کو برباد کر دیا۔

۱۸ جنگ احد میں خدا کا دانت شہید ہوا تھا یا حضور سمیرا بشر جناب محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ بعد از خدا بزرگ ذات کا؟

لہٰذا اللہ کہنا غلط نہ ہوا۔ پھر مسلمان ہی جھوم جھوم کر پڑھتے اور سنتے ہیں سے

پیراں دیا پیرا کر دے دور مجبوریاں!
لایاں توں بنے جیہڑیاں رب نے روڑیاں

”اے پیروں کے پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ! میری مجبوریوں کو دور کر
دے کہ تو نے انہیں بچا کر پار لگایا۔ جنہیں خدا نے ڈبو دیا تھا“
اب یہ اعتقاد بھی مسلمانوں ہی کا ہے کہ جن کو خدا ڈبو نے کا ارادہ

کر کے ڈبو دے۔ پیر جیلانی انہیں پار لگا دیتے ہیں، بچا لیتے ہیں :
پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا اللہ : کوئی معبود نہیں۔ حالانکہ ان کے قول
کے مطابق پیر جیلانیؒ خدا سے بھی بڑے معبود ہیں۔ خدا سے بڑھکر
قدرت رکھتے ہیں کہ خدا ڈبو تا ہے اور یہ تڑاتے ہیں۔ کئے کے لوگ

۱۔ ایک بے سسر پا کہانی بھی حضرت پیر جیلانیؒ کے متعلق مشہور کر رکھی ہے کہ انہوں نے
بارہ برس کا ڈوبا ہوا بڑا دریا سے نکالا تھا۔ کہانی یہ ہے کہ: ایک عورت کا ایک بیٹا تھا
اسکی شادی کی برات گئی۔ جب برات دریا عبور کر رہی تھی تو طغیانی آگئی اور وہ برات ڈب
گئی، ساتھ ہی دو لہا بھی ڈوب گیا۔ وہ عورت بارہ برس تک روتی رہی۔ آخر حضرت پیر جیلانیؒ
کے پاس گئی۔ انہوں نے اس بڑھیا کے حال پر ترس کھا کر کہا: مائی! نہ رو! جا کر ہماری
گیارھویں لپکا: تیرا بیٹا زندہ ہو جائے گا۔ اس عورت نے حضرت پیر کی گیارھویں
لپکاٹی نو بارہ برس کا ڈوبا ہوا بڑا دریا سے نکل آیا۔

اب ملائیت کہتی ہے کہ جو لوگ اپنی جان، مال، اولاد کی خیریت چاہتے ہیں انہیں
چاہیے کہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو پیر صاحبؒ کی گیارھویں کی نیاز دیا کریں۔ (فسوس)
روٹی کی خاطر ایک جھوٹی کہانی گھڑی اور گیارھویں کو مسلمانوں میں رواج دے دیا۔ چنانچہ
خاص بغداد کے اندر کوئی گیارھویں کا نام تک نہیں جانتا اور زندہ دنیا میں کہیں دی جاتی ہے۔

لَدَالِہ نہیں کہتے تھے کیونکہ ان کے اعتقاد میں اَللّٰہ کے سوا اور معبود تھے۔ لیکن مسلمان اپنے اعتقاد اور عمل میں اللہ کے سوا اور معبود رکھتے ہوئے لَدَالِہ کہتے ہیں۔ یہ کلمے سے زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسا گندہ عقیدہ تو مکے کے مشرکوں کا بھی نہیں تھا کہ کوئی غیر اللہ اَللّٰہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے تھے :

”خداوندا! تیرے شریک جو ہم نے بنا رکھے ہیں، وہی ہیں جن کا دراصل تو مالک ہے خود ان کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جن کا تو نے اختیار انہیں دے رکھا ہے؟“

(تفسیر ابن کثیر)

یعنی مشرکین مکہ جن غیر اللہ سے عقیدت اور ارادت رکھتے تھے، انہیں بھی، اور ان چیزوں کو بھی جن پر ان کا اختیار جانتے تھے۔ خدا کی ملکیت جانتے تھے۔ لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی عقیدت اور

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۴) ہمارے ہاں یہ حال ہے کہ مسلمان ڈرتے ڈرتے گیارہویں کا تمہ دلاتے ہیں کہ کہیں پیر صاحب ناراض نہ ہو جائیں اور پھر کوئی آفت نہ آجائے۔ واضح ہو کہ خدا کے نام پر دینا ایصالِ ثواب کی نیت سے درست ہے۔ اس میں کسی کو کام نہیں لیکن تذلّیل اللہ کی صورت میں اس خیال سے دینا کہ اگر زندیا تو بزرگ ناراض ہو جائیگا اور کوئی تباہی آجائے گی اور نیاز دینے سے بزرگ کی خوشی رہیں پسلیں کرے گی۔ سراسر ایمان برباد کرنا ہے۔ خدا کی قدرت اور اختیار غیر اللہ میں مان کر اسکے سوا معبود بنانا ہے۔ ہاں تو یہ یاد رہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات، درست ہیں لیکن کسی بزرگ کے متعلق ایسا واقعہ خود گھڑانا، بنانا، مستحکم وجود تو حق میں ہی نہیں آیا کذب باقی اور جھوٹ کہلاتا ہے اور اسلام اکاذیب کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا۔ منہ

ارادت رکھنے والے مسلمان کہتے ہیں۔ خدا جس کو ڈبوئے ہے، پیر صاحب اُسے تڑاتے ہیں۔ گویا پیر صاحب کا معاذ اللہ خدا مالک نہ ہوا۔ مالک ہوتا تو اس کا ارادہ کامیاب ہو جاتا، کوئی اسکے ارادے کو نہ ٹالنا۔ اللہ ڈبوئے اور بندہ تڑاتے! یہ ہیں کلمہ پڑھنے والے مسلمان جو کلمہ کے مطلب کو نہیں جانتے۔ اہ! ع

نہ تخم لآلذ تیری زمین شور سے پھوٹا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو یوں بھی پکارا جاتا ہے۔

امداد کن، امداد کن از بندِ عزم آزاد کن!

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

ہزاروں کوس سے حضرت شیخ جیلانیؒ کو پکارنا اس اعتقاد سے کہ وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں، ایک خام خیال ہے، بے بنیاد بات ہے۔ اس پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ قرآن کہتا ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ

مَنْ يَشَاءُ. وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ (پا ۲، ۱۵۶)

"اور نہیں ہیں برابر زندے اور مردے۔ تحقیق اللہ سنا دیتا ہے

جسے چاہتا ہے اور دلے پیغمبر! جو لوگ قبروں میں (مردوں)

ہیں۔ تم ان کو (اپنی باتیں) نہیں سنا سکتے"

سہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دفعِ علم کے لئے اللہ سے التجا کرتے ہیں اَللّٰهُمَّ اَذْهَبْ حَتَّى التَّهَمَّةِ وَالْحَمُونَ (محسن حصین) یا اللہ! تو دور کر مجھ سے فکر اور علم۔ مسلمان اہل سنت کا فرض ہے کہ حضورؐ کی سنت پر چل کر وہ بھی دفعِ علم کے لئے اللہ ہی سے دعا کرے۔ (محرر سابق)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت سرورِ رسولوں صلی اللہ علیہ وسلم اہل قبور کو نہیں سنا سکتے۔ جب حضورؐ نہیں سنا سکتے تو اور کون ہے جو سنا سکتا ہے۔ پھر اہل قبور کو سنانے کے لئے پکارنا سراسر بے کار اور بے سود ہے، اور قرآنی آیت کے خلاف۔ — ارشادِ خداوندی ہوتا ہے :

اَسْنُ يَجِيبُ الْمُصْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَيَكْتُمُ السَّوْءَ وَيَجْعَلُكَ
خَلْفَاءَ الذَّكَرِضِ وَاللَّهِ مَعَ الْكَلْبِ مَا تَنْ كَرُونَ (ہینا)

”جہلا کون ہے جب کوئی شخص (میت قرار ہو کر) اس سے ضرر یاد کرے۔ وہ اس بے قرار کی فریاد کو پہنچے اور (اس کی)

مصیبت کو مال دے۔ (اور کون ہے جو) زمین میں تم کو (اپنا) نائب بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟ تمہیں مگر، تم لوگ، غور (اور فکر) کو بہت کم کام میں لاتے ہو“

اس آیت میں خدا نے فرمایا: وہ کون ہے جو بے قرار کی فریاد کو پہنچاتا ہے اور اس کی مصیبت کو ٹالتا ہے؟ پھر جو بے قرار ہو کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے فریاد کرتے ہیں۔ وہ لوگ کتنے جاہل اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور قرآنی تعلیم سے کس قدر بے خبر ہیں، اور اس بے خبری میں خدا کی صریح نافرمانی کرتے ہیں۔ خدا فرماتے:

لے اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی مُنوث یعنی فریاد رس نہیں۔ دستگیر نہیں! حاجت ردا مشکلکت نہیں۔ ماؤن الاسباب طور پر۔

سے اس آیت سے ثابت ہوا کہ کوئی سوائے اللہ کے بلائیں مانتے، دباؤں پٹانے، بگڑی بنانے اور شفا جتنے والے نہیں ہے!

وَيَكْتُمُ الشَّوْءَ - اور کون مصیبت کو ٹال سکتا ہے؟ یعنی سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے جو مصیبت کو ٹال سکے۔ لیکن نادان کہتے ہیں "اے شیخ جیلانی! از بند غم آزاد کن! قیدِ غم سے چھڑاؤ! - یعنی مصیبت ٹالو، مسلمانو! سوچو تو! کہ قرآن سے کتنا دُور ہو گئے ہو اور کس قدر کے حکم کے مرتجِ خلافت چلتے ہو اور جو لوگ آپ کو اہلِ قیور سے استمداد کی یہ تعلیم دیتے ہیں وہ قرآن سے کتنی مغائر اور مخالف تعلیم دیتے ہیں، کیا آپ کو توحیدِ پیاری نہیں؟ ایمان کی سلامتی درکار نہیں؟

اسی آیت میں ارشاد ہوتا ہے: **عَالِمٌ مَّعَ اللّٰهِ**: کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ یعنی کوئی اور ایسا معبود - فریاد رس ہے جو بے قرار کی فریاد کو پہنچے اور مصیبت ٹالے؛ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی کی فریاد کو پہنچے - اور مصیبت کو ٹالے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو بیتیاری میں پکارنا، اس سے فریاد چاہنی، اس کو اللہ کے ساتھ معبود بنانا ہے۔ تو پھر جو لوگ حضرت شیخ جیلانیؒ کو مصیبت میں پکارتے ہیں اور ان سے فریاد کرتے ہیں وہ انہیں اللہ کے ساتھ معبود بنانے والے ہیں۔ جب اللہ کے ساتھ معبود بنا لیا تو ان کا لاِ اللہ کہنا غلط ہوا۔ یعنی عملاً معبود بنا لینا اور زبان سے کہنا کوئی معبود نہیں؛

لے اللہ کے ساتھ معبود بنانا شرک ہے اور اس کی بڑی سخت سزا ہے۔ جس سے روٹھے کھڑے ہوتے ہیں: **إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَنْهُ شَرِكٌ** بہا۔ خدا نغالیے شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا" (ریشہ، ۱۵۷)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ کیا مذاق ہے! کہتے کے مشرکوں کی پوزیشن کم از کم معقول تو تھی کہ وہ اللہ کے سوا معبود رکھتے تھے اس لئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے تھے اور یہاں معبود بھی رکھتے ہیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی کہتے ہیں۔ کتنی غیر معقول بات ہے، افسوس! نہایت درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان بھائیوں نے کلمہ پڑھنے میں بھی براہِ رسول اختیار نہیں کی!

ایک اور گروہ کہتا ہے۔

وَهُوَ نُورٌ عَلَى نُورٍ، نُورٌ عَلَى نُوْرٍ، جبین نبوت سے جو منجلی ہے

قسیم جنان و جہنم ہے عیسیٰ عَلِيٌّ كَلِمَةُ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَلِيٌّ

صاف الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عَلِيٌّ كَلِمَةُ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہہ دیا ہے۔ حالانکہ عَلِيٌّ كَلِمَةُ شَيْءٍ قَدِيرٌ صرف اللہ واحد القہار کی صفت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے خدا کی ہستی کا ثبوت

پوچھا۔ انہوں نے کہا: عَرَفْتُ رَبِّي بِفَسْخِ الْحَزَائِمِ: میں نے اپنے رب

کو ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا۔ یعنی میں بارہا ارادہ کرتا ہوں کہ

فداں کام کروں گا لیکن وہ ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اس ارادے

کو توڑنے والی ایک ذات برتر ہے اور وہ اللہ واحد القہار ہے پھر

کیا کلمہ پڑھا مسلمانوں نے؟ زبان سے کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ: کوئی معبود نہیں

اور اس کے ایک ایسے بندے کو عَلِيٌّ كَلِمَةُ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہہ کر

معبود بنا ڈالا۔ جسے ایک ظالم نے بے خبری میں پا کر خنجر گھونپ

کر شہید کر ڈالا۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

خدا کا حصہ مقرر کرنا

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا (پس)
 "اور مقرر کیا انھوں (مشرکوں) نے حق تعالیٰ کے لئے
 اُسکے بندوں سے ایک جزو (حصہ)"

کافر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اولاد چونکہ باپ کا جزو
 حصہ ہوتی ہے اس لئے خدا ان کے کفر کو بیان کرتا ہے کہ انہوں نے
 فرشتوں کو خدا کی اولاد قرار دے کر خدا کا جزو اور حصہ بنا دیا، اور
 یہ اس کی ذات میں شرک ہے۔ عیسیٰ ٹوں نے حضرت عیسیٰ کو، اور
 یہودیوں نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہہ کر خدا کا جزو بنایا۔ یہ بھی
 کفر ہے۔ ان کفریہ باتوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔ اور کفر و
 شرک کی باتیں خدا نے بیان بھی اسی لئے کی ہیں کہ اُمتِ محمدیہ
 ان سے بچے۔ نصیحت حاصل کرے۔ لیکن اُمت کے سپوٹوں نے
 بر ملا کہا۔ وعظوں کی مجلسوں اور منبروں پر سنایا: خدا نے
 اپنے نور میں سے نورِ جُدا کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ

علیہ السلام سے کفر ہے کہ اللہ نے اپنے نورِ غیر مخلوق میں سے کچھ جُدا کر کے حضور کو بنایا۔ خدا فرمانا
 ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ رَدِیْقًا ۝۵۱ الْبَلَّةَ آتَا تِهَابَكَ يَا سَؤْلَ تِهَابِ رِی
 جنس سے ثابت ہو کہ حضور انسانی جنس سے ہیں۔ نسلِ آدم سے ہیں اور آدم علیہ السلام کے متعلق
 قرآن کہتا ہے خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ (پس ع ۱۴) پیدا کیا خدا نے آدم کو مٹی سے۔ پھر اولادِ آدم میں سے
 ایک بشر سنیہ البشر علیہ السلام کو کنا کہ وہ خدا کے نور سے جدا شدہ ہیں۔ خدا کے نور کا حصہ ہیں۔
 یقیناً الحاد و کفر ہے۔ حضور انور سید ولد آدم بشر رسول اور سائے جہان کیلئے ہدایت کے نور تھے۔

و سلم کو بنایا۔ نُورٌ مِّنْ نُورِ اللَّهِ۔ حضور (معاذ اللہ) اللہ کے نور میں سے (جدا شدہ) ہیں۔ اس افترا کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اللہ کا جزو ہیں، معاذ اللہ حصہ ہیں۔ جب جزو اور حصہ ہوئے تو خدا کے شریک ہوئے۔ جب شریک ہوئے تو (معوذ باللہ) اللہ ہوئے۔ بتائیے! ایسا عقیدہ رکھنے والا کس مُنہ سے کہہ سکتا ہے لَإِلَهِ: کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں؛

مسلمان مجاہدو! ہوش کرو۔ یہ تعلیم قرآن سے صریح بغاوت پر مبنی ہے۔ خدا را قرآن پڑھو، قرآن کو سمجھو اور قرآن کے مطابق اپنے عقیدے اور عمل استوار کرو!

الحاصل! کلمہ سوچ سمجھ کر پڑھنا چاہیے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا۔ سکھایا اور سمجھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ثابت کرو، پہلے غیر اللہ کی نفی کر کے، لَإِلَهِ کہنے سے آپ کے قول رد فعل۔ خیال۔ تصور اور اعتقاد میں کوئی بھی خدا کی ذات اور صفات میں شریک نہ رہنا چاہیے۔ پھر آپ کا اِلَّا اللہ کہنا درست ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ کے شریک عقیدے ہوئے۔ آپ نے اللہ کا حق عبادت چھین کر غیر اللہ کو دیا۔ قولی، مالی عبادت اللہ کی بھی کی، اور غیر اللہ کی بھی کر لی تو اس صورت میں لا اللہ پڑھنا یا تو طوطے کی طرح پڑھنا ہوگا یا کسی ہوگا۔ جھوٹ بولنا ہوگا۔ یا خود فریبی۔ خدا، رسول اور قرآن کے ساتھ دیانت نہ ہوگی، کہ سینکڑوں معبود بنا کر کہتا لَإِلَهِ: کوئی معبود نہیں اور پھر نتیجہ کے طور پر اِلَّا اللہ کہتا ہے کار اور بے سود ہوگا۔ اللہ پر صحیح ایمان

نہیں ہوگا۔ سلامہ اقبال فرماتے ہیں ع

ہرگز ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند

حق را بسجودے و نبی را بہ درودے

یعنی تم ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہونا جو خدا تعالیٰ کو سجدہ

سے اور رسول خدا کو درود سے فریب دیتے ہیں۔

خدا اور رسول کو فریب دینا یہی ہے کہ توحید اور رسالت میں شرک

کرنا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھنا اور پھر خدا کی

عبادت اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں

دوسروں کو شامل بھی کرنا، ذرا ہوش سے اس آیت کو پڑھئے خدا فرماتا ہے

وَمَا يُوَفِّئُكُمْ أَكْثَرَهُمْ بِاللَّهِ (آلَا هُمْ مُشْرِكُونَ ۝ ۶) (سپا ع ۶)

”اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے ساتھ اللہ کے مگر اور وہ شرک کر نیوالے ہیں۔“

یعنی اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور

شرک بھی کرتے ہیں، گویا مشرک مومن ہیں۔ شرک آمیز ایمان

رکھتے ہیں۔ ہمارے بھائیو! یاد رکھو! خدا تعالیٰ نے موحد مومن بننے

کا حکم دیا ہے۔ مکے کے لوگ مشرک مومن تھے، ان کے ایمان کو

شرک سے پاک کرنے کے لئے خدا نے قرآن اتارا، اور اسکی تبلیغ پر

اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا۔ مسلمان بھائیو! موحد

مومن بنو تاکہ آپ کا کلمہ پڑھنا درست ہو۔ خدا مغفرت کرے۔ علامہ

اقبال نے ان ہی معنوں میں فرمایا ہے ع

مقام بندہ مومن کا ہے ماورائے سپہر

زمین سے تا بہ تشریح تمام لات و متنا

یعنی بندہ مومن - موحدمومن کا مقام مادرائے سپرہے - چرخ نیلی فام سے پرے ریت برش عظیم کی پڑوس ہے - مومن کیلئے نہ دنیا میں ٹھہراؤ ہے نہ بڑی سے بڑی بلندی آسمان اسکی منزل ہے - اسے کہیں آرام و چین نہیں - کیونکہ تمام دنیا دوٹی کی آتش سے پڑھے - سورج ، چاند ، ستارے اور آسمان بھی ایک طلسم ہے تری سے تری تک خدا کے مقابلہ میں سب کچھ لات و منات ہے موحدمومن تیغ لآ سے ہر چیز کو فنا کے گھاٹ اُتار کر رَاَلَا اللہ کہتا ہے صتر اللہ کو ثابت اور باقی مان کر اسکی جوار میں آباد ہوتا ہے ، اور یہی مومن کا مقام ہے - خود آگاہ فقیر کی منزل ہے !

علموں کا ضائع ہونا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ - (پ ۷۷ ع ۸)

”مسلمانو! (سنو!) اللہ کے حکم پر چلو، اور اس کے رسول

کی تابعداری کرو، اور (رسول کے طریقے کے خلاف چلکر)

اپنے علموں کو ضائع نہ کرو۔“

اس آیت میں خدا نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے - کیونکہ حقیقی مطاع

صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے - حکم صتر اسی کا ہے نبیوں کے لئے بھی

اور امتیوں کے لئے بھی - پھر اس کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے

کوئی طریقہ بھی چاہیئے - اس طریقے کے متعلق بھی ارشاد فرمایا دیا :-

أَطِيعُوا الرَّسُولَ كَمَا خِطَبْتُمْ فِيهِ (خدا کے حکم پر عمل کرنے کے لئے صرف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو۔ یعنی خدا کے احکام۔ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، صدقات، خیرات سارے کے سارے قرآن پر عمل کرنے کے لئے طریقہ رسول اختیار کرو۔ حضور کی راہ پر چلو۔ خدا کے ہر فرمان کی تعمیل سنت کے مطابق کرو۔ آگے ارشاد فرمایا: وَلَا تَبْطُلُوا عَمَدَ الْكُفْرِ، اور اپنے عملوں کو (غیر مسنون طریق پر بجا لاکر) ضائع اور برباد نہ کرو مطلب یہ کہ اگر تم نے خدا کے حکموں کو اپنی اپنی مرضی، رائے خواہش اپنے اپنے طریقوں، اُمتیوں کی بدائتوں اور تجویزوں کے مطابق عملی جامہ پہنایا تو تمہارے ایسے اعمال ضائع اور برباد ہو جائیں گے، ان کا کچھ بھی اجر نہیں ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جو خدا کا حکم غیر مسنون طریق پر عمل میں لایا جائے۔ وہ عند اللہ مردود ہے!

فجر کی سنتیں ضائع

مثال کے طور پر صبح کی سنتوں کو لیجئے۔ حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا قُمْتَ الصَّلَاةَ فَلَا مَسَلَةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ (صحیح مسلم)

"جب نماز کی جماعت، کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز

کے کوئی نماز پاس نہیں ہوتی"

اب جو لوگ جماعت کے ہوتے ہوئے فجر کی سنتیں پاس پڑھتے ہیں۔

ان کی سنتیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

حکم سے ہوتی ہی نہیں۔ حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَصَلَاةَ

فرما کر ان سنتوں کی نفی کر دی ہے کہ بالکل نہیں ہوتیں۔ دیکھا آپ نے یہ سنتیں طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پڑھنے پر ضائع ہو گئیں۔

نماز ضائع

طریقہ رسول — سنت سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بجالاتے ہوئے اعمال برباد ہونے کا اور ثبوت ملاحظہ ہو :

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز پڑھی (رکوع، سجد، قوے، جلسے کو اطمینان سے ادا کئے بغیر مہت جلدی جلدی پڑھی) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر سلام کیا۔ حضور نے فرمایا :

"سلام ہو تجھ پر؛ اِرْجِعْ فَذَلَّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ؛ لوٹ

جاؤ۔ پھر نماز پڑھو، یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی"

وہ شخص پھر گیا، اور مکرر نماز پڑھی (جس طرح پہلے بے قاعدہ پڑھی تھی) پھر حاضر ہوا، اور سلام کیا۔ حضور نے فرمایا :

"سلام ہو تجھ پر؛ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ؛ لوٹ

جاؤ، پھر نماز پڑھو۔ یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی"

اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار (اسی طرح بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد عرض کیا : عَلَّمَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ اَلَا اِنَّكَ كُنْتَ رَسُولَ اللَّهِ
نماز سکھاؤ۔ حضور نے فرمایا : جب تم نماز کے ارکان سے اٹھو،

خوب سنوار کر وضو کرو!

پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر تکبیر کہو :

پھر قرآن سے جو تمہیں میسر ہو پڑھو!

پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) رکوع کرو۔

پھر (رکوع سے) سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ (تومر میں)

پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) سجدہ کرو!

پھر (سجدہ سے) سر اٹھا کر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے)

بیٹھو (جلسہ میں)

پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) دوسرا سجدہ کرو۔

پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھا کر اطمینان خاطر سے بیٹھو!

(جلسہ استراحت میں، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے

ہو جاؤ!)

یہ نمازی بڑی جلدی جلدی نماز پڑھنا۔ مٹھو نگلیں مارتا، رکوع، سجدہ،

توے، جلسے کو آرام سے پورا نہیں کرتا تھا۔ نہ رکوع میں مگر سیدھی کرتا

نہ تومر میں سیدھا کھڑا ہوتا۔ نہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھتا؛ یعنی

طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز نہیں پڑھتا تھا۔ حضورؐ نے

اسے بلا بارگاہ فرمایا: لوٹ جاؤ پھر نماز پڑھو، یقیناً تم نے نماز

نہیں پڑھی، یعنی تمہاری نماز نہیں ہوئی۔

ثابت ہوا کہ غیر مسنون طریق پر پڑھی ہوئی نماز ضائع ہو جاتی

ہے۔ ہوتی ہی نہیں۔ بیچھے آپ پڑھ آئے ہیں کہ ایسی نماز چھینٹوں

میں پیٹ کر منہ پر ماری جاتی ہے۔ پھر وہ نماز اس نمازی کو

کہتی ہے : خدا تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے۔ وہی بات ہوتی نا — نیکی برباد گناہ لازم۔

ایسی عورت کا حج

کئی عورتیں ایسی حج کرنے چلی جاتی ہیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

«وَلَا تَسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَةً وَإِنِّي أُحْتَبِتُ فِي عَزْوَرَةٍ كَذَا كَذَا قَالَ انْطَلِقِي مَعَ امْرَأَتِكَ»

(بخاری سے مسلم)

اور نہ کہ سفر کوئی عورت مگر ساتھ محرم کے (یہ سنکر) ایک شخص کھڑا ہوا، اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! میری عورت تو حج کو نکلی ہے اور میں فلاں فلاں لڑائی میں لکھا گیا ہوں آپ نے فرمایا : جاؤ اپنی عورت کے ساتھ حج کرو گے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت ہوا کہ ایسی عورت کو حج کرنے جانا منع ہے اور غیر محرم کے ساتھ جانا بھی منع ہے۔ محرم کے ساتھ جا سکتی ہے اور محرم اس قرابت دار کو کہتے ہیں کہ جن کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہو۔ قرابت کے سبب یا دودھ کے علاوہ سے۔ افضل ہے کہ اپنے خاوند کے ساتھ جائے۔ خاوند موجود نہیں یا خاوند نہیں جا سکتا تو پھر باپ، چچا، ماموں، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہ کے ہمراہ جائے۔ اگر ایسی لڑکی یا غیر محرم کے ساتھ گئی تو

وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے سبب گنہگار ہوگی۔ آپ اُوپر کی حدیث میں غور کریں کہ ایک شخص کا غزوہ میں نام لکھا جاتا ہے۔ وہ جہاد میں جانے کو تیار ہے۔ اس اثنا میں اس کی عورت حج کو نکلتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بجائے جہاد میں جانے کے اپنی عورت کے ساتھ حج کو جائے۔ غزوہ میں جانے والی فوج سے نکال کر اس کو بیوی کے ساتھ جانے کا حکم اس لئے دیا کہ وہ اکیلی یا غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کرے۔ پھر جو عورتیں آچکل دیکھا دیکھی اکیسی یا غیر محرموں کے ساتھ حج کو جا رہی ہیں۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ مال کا ضیاع اور سفر کا ذیاب و ایاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معصیت میں داخل ہے۔ اِس تو یاد رکھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، سنت اور قول و فعل کے مطابق ہی عمل میں لایا ہوا۔ خدا کا حکم بار آور ہو سکتا ہے۔ غیر مسنون طریق پر خدا کی حکم برداری بے برگ و بار رہتی ہے۔ خبردار! دانستہ سنت کا کبھی خلاف نہ کرنا۔ سنت اور حدیث کے مقابلہ میں کوئی چیز قبول نہ کرنا۔

مُحَمَّدٌ عَرَبِيٌّ كَابُرُؤَيْتٌ هَرْدُوسَرَاوِسْتِ

کتابت و تصنیف: شیخ محمد صالح المنجد

LIBRARY
Lahore
Islamic
University

Book No.

001170

91-Bahar Block, Garden Town, Lahore

اُمّتِ محمدیہ میں مذہبی انتشار

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لانے کے بعد مومن اسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے صرف خدا کا حکم ماننا اور اس کے حکم پر عمل کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری لازمی ہے۔ خدا اور رسول کے سوا تیسرے کا مذہب کے اندر نہ شخصی حکم ہے، اور نہ ذاتی تابعداری۔ سب مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے چشمہ شریں سے پینے کا حکم ہے۔ اگر ٹیک نیتی اور خلوص سے تمام مسلمان صرف ایک ہی چشمہ ہدیٰ سے ایمان کی پیاس بجھائیں تو مذہب کے اندر نہ کوئی اختلاف ہو سکتا ہے اور نہ جھگڑا۔ اور ان کے گلزارِ حیات میں اتفاق و اتحاد، محبت اور اخوت کی باد بہاری ہمیشہ چلتی رہے صحابہؓ کا یہی حال تھا کہ وہ صرف کتاب و سنت کے آبجیات سے ایمان میں جان ڈالتے تھے۔ انہوں نے کوئی "جوہڑ"۔ "تالاب" "تال"۔ "ڈبرا"، اور "آب گیر" نہیں بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑے متحد۔ متفق اور محبت و اخوت کے پیکر تھے۔ سب کے سب آپس میں یک جان و دو قالب تھے۔ مذہبی جھگڑوں، تنازعوں اور فرقت بندیوں سے نا آشنا تھے۔ وہ قرآن پر سنون طریق سے عمل کرنا جانتے تھے اور بس۔

تاجدارِ عالم بطحا کا جو فرمان تھا!
کچھ نہ تھا اسکے سوا سنت تھی یا قرآن تھا

جب تک یہ دین مسلمانوں کا حوزہ جان تھا
ان دنوں اقبال اُسکے در پر اک دربان تھا

تین بہتر زمانے

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

خَيْرُ الشُّرُوفِ قُرُونِي ثُمَّ الَّذِينَ يَأْتُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

”سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد والوں کا، پھر اس کے بعد والوں کا“

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین زمانوں کی خیریت اور بہتری کی خبر دی ہے۔ یعنی صحابہ کا زمانہ، تابعین کا زمانہ، تبع تابعین کا زمانہ۔ ان تینوں زمانوں کے لوگ مذہب کے لحاظ سے بے شک صراط مستقیم پر تھے۔ ان کا مذہب صرف قرآن و حدیث تھا۔ اس کے سوا کوئی اور طریقہ مروج نہ تھا۔ نہ اُمتیوں کی بنی ہوئی۔ قیاس و رائے سے بھری ہوئی کتہیں موجود تھیں اور نہ آنکھ بند کر کے کوئی کسی امام، بزرگ، عالم کے پیچھے لگتا تھا۔ ہر شخص علیٰ وجہ البصیرت دلائل قرآن و حدیث دیکھ کر مذہب پر چلتا تھا۔ قال اللہ اور قال الرسول پر جان دیتا تھا۔

صحابہ اہلسنت اہلحدیث تھے!

ہم پیچھے حدیث شریف کے حوالے سے فرقہ بندی کی خرابیوں پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اسلام کی رو سے سب مسلمان ایک عالمگیر

سہ صحابہ کو ملنے والے۔ سہ تابعین کو ملنے والے۔

جماعت ہے۔ جس میں فرقہ کی گنجائش نہیں۔ جس طرح جمع تفریق، دو
 ضدیں ہیں۔ اسی طرح جماعت اور فرقہ کا آپس میں تضاد ہے۔ ایک ہزار
 روپے میں سے دو سو، ڈیڑھ سو، نوے، آسٹی، ساٹھ، پچاس،
 تیس، دس، پانچ، چار، ایک جدا کریں تو باقی دو سو روپے رہ جاتے
 ہیں۔ تفریق سے نقصان ہونا! اور اگر ان تیرہ رقموں کو اکٹھا کریں تو آٹھ
 سو کی جماعت بن جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تفریق، فرقہ بندی، جماعت
 کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ کمزور اور ناتواں بنا دیتی ہے اور پھر یہ کمزوری
 اور ناتوانی جماعت کو فنا کر دیتی ہے۔ جب جماعت فنا ہو گئی تو دین
 کہاں رہا؟ اس لئے خدا نے تفریق۔ فرقہ بندی سے منع کیا ہے۔
 اور جماعت بندی کی تاکید کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا
 نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً ۚ فَأَلَمَتْ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

فَأَسْبَغَتْكُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج (پہ ۲۷)

اور سب (اکٹھے ہو کر، مل کر) اللہ (کے دین) کی رسی کو مضبوط
 پکڑو، اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا (فرقے فرقے نہ بننا)، اور
 یاد کرو اللہ کے احسان کو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے
 پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، اور تم اسکی نعمت
 (فضل) سے بھائی (بھائی) بن گئے۔

اللہ کی رسی

خدا نے فرمایا: کہ اللہ کی رسی یعنی دین اسلام کو مضبوطی سے

پکڑو! (جِدِيدًا) مل کر، اکٹھے ہو کر، جمع ہو کر، جماعت بن کر! پس اس خدا کے حکم سے تمام مسلمانوں کو جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ کتاب اور سنت پر جمع ہو جانا چاہیے کہ اللہ کی رستی یہی کتاب و سنت، قرآن و حدیث ہے۔ سب کا فرض ہے کہ قرآن اور حدیث کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اور ہر چیز کو ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ ایسے مسلمان بھائی اہلسنت والجماعت ہیں۔ حدیث اور سنت پر عمل کرنے سے اہلسنت ہوئے، اور اکٹھے اور جمع ہونے کے باعث جماعت کہلائے۔

اگے ارشاد فرمایا: وَلَا تَفَرَّقُوا: اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا فرقے نہ بن جانا۔ جماعت میں تفریق نہ ڈالنا۔ خدا کے دین کی رستی (قرآن و حدیث) کو چھوڑ کر اور "رستیوں" کو نہ پکڑنا۔ کیونکہ ان "رستیوں" کو پکڑنے سے فرقے بندی پیدا ہوگی!

جماعت پر اللہ کا ہاتھ

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ (مشکوٰۃ)

"جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے"

صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، ان پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ وہ آپس میں شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے کے پسینہ پر خون گراتے تھے۔ باہم بڑے خیر خواہ تھے۔ وہ مشرک کتاب و سنت کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے۔ یہی ان کا جماعتی نشان تھا۔ جب جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوا، تو جماعت کی صدوں فرقوں پر اللہ کا ہاتھ نہ ہوا۔ وہ خدا کی حمایت، تائید، توفیق، حول اور

پناہ سے محروم ہوئے۔ پھر جو خدا کی توفیق و مائید سے محروم رہا، جیسے خدا پناہ نہ دے اس پر شیطان کا ہاتھ بھیرا۔ یہ شیطان کے ہاتھ ہی کی شیطنت ہے کہ فرقے آپس میں لڑتے ہیں۔ ان میں فساد اور جھگڑا پڑا رہتا ہے۔ اختلاف، پھوٹ، تکفیز اور تفسیق کا بازار گرم رہتا ہے۔ اس فرقے بندی سے دین اور دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے خدا نے فرمایا: **وَلَا تَفْرَقُوا**؛ (خبردار!) فرقے فرقے نہ بناؤ!

پھر ارشاد ہوا کہ یاد کرو اللہ کے احسان کو جب تک تم (ایک دوسرے) کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ یعنی قبل اسلام تم فرقوں، گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ فرقہ فرقہ تھے اور آپس میں تمہاری خانہ جنگی رہتی تھی۔ خدا نے اپنے فضل اور احسان سے تمہیں اسلام کی دولت بخشی۔ تم مسلمان ہو گئے اور بحیثیت مسلمان تم نے بے شمار "رسیوں" کو چھوڑ کر صرف اللہ کی رسی قرآن و حدیث کو مضبوط تھام لیا، اور جماعت بن گئے۔

اور دلوں میں الفت ڈالنے کے معنی ہیں: دلوں کا جمع ہونا — اکٹھا ہونا — مل جانا، بخلاف کافروں کے دلوں کے — **وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ** (پہ، ع ۵) "اور دل ان کے متفرق اور پراگندہ ہیں۔"

قرآن میں اسی مضمون کو دہرایا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

وَاطِيعُوا لِلَّهِ وَرَسُولَهُ وَلَا تَفَرَّقُوا فَمَا تَقُولُوا
تَدَّهَبَ رِجْعِكُمْ۔ (پہ، ع ۲)

"اور حکم مانو اللہ کا اور فرماں برداری کرو اس کے رسول کی، اور مت جھگڑو آپس میں سست ہو جاؤ گے اور اکٹھا چائیں گے تو تمہاری

ہوا کا اکھڑ جانا

اس آیت میں بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ وہی قرآن و حدیث۔ اللہ کی رستی کو مضبوط پکڑنے کا حکم ہوا۔ پھر فرمایا: وَلَا تَنَازَعُوا۔ اور تنازعہ، جھگڑا، اختلاف نہ کرو، چھوٹ نہ ڈالو، وہی پہلا مضمون، جو اوپر گزرا۔ یعنی وَلَا تَقْرَبُوا اور متفرق نہ ہو جاؤ۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جب تنازعہ، جھگڑا اور اختلاف آجائے۔ تو تفریق اور جدائی پیدا ہوتی ہے اور تنازعہ اور جھگڑا اس وقت پڑتا ہے جب اللہ کی رستی یا حق سے چھوٹ جائے۔ آگے اختلاف۔ جھگڑے اور فرقہ فرقہ ہونے کا نتیجہ بتلایا: فَتَفْشَلُوا: پس سست ہو جاؤ گے۔ جب جماعت بندی گئی اور فرقہ بندی آگئی تو کمزوری لازم ہوئی۔ جہازوں کے تنکے جب اکٹھے ہوتے ہیں، جماعت میں ہوتے ہیں تو مضبوط ہوتے ہیں۔ جب ان کی جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے سب تنکے متفرق ہو جاتے ہیں کہ معمولی اشارہ سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح خدانے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اللہ کی رستی کو نہ چھوڑنا۔ قرآن و حدیث کو سب مل کر چنگل مارو۔ اگر چنگل چھوٹ گیا: تم اکٹھے نہ رہے۔ علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو سست اور کمزور ہو جاؤ گے۔ فَتَذْهَبَ رِجْوَاكُمْ۔ پھر تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔ تمہارا کوئی سایہ، دبدبہ، اثر اور رعب نہ رہے گا۔ بے وقعت ہو جاؤ گے۔ تمہاری کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی۔ الحاصل۔ فرقہ بندی تمہاری تباہی کا موجب ہے اور کتاب و

سنت پر تمہاری شیرازہ بندی زندگی کا باعث ہے !

اہلسنت اور اہلحدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے کو اہل سنت اور حدیث پاک پر عمل کرنے والے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اہل سنت اور اہل حدیث کا ایک ہی مطلب ہے۔ جب صحابہؓ تابعینؓ اور تبع تابعینؓ حضورؐ کی سنت اور حدیث پر عمل کرتے تھے تو وہ اہل سنت اور اہل حدیث ہوئے۔ یاد رکھیں کہ اہل سنت اور اہل حدیث کسی فرقہ محدثہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک معزز لقب ہے جو عمل باہل حدیث کے سب صحابہ و خیار تابعین میں پہلی صدی میں رائج ہو گیا تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے :

عن ابن سیرین قال لم یکنوا یسئلون عن الاستاد فلما وقعت الفتنة قالوا اسیسوا لنا رجلا لکم فی نظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثہم وینظر الی اهل البدع فلا یوخذ حدیثہم ۵ (دیباچہ صحیح مسلم)

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ (شروع شروع میں) استاد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب (سنت کے مقابلہ میں بدعت کا) فتنہ ظاہر ہوا۔ تو سوال اٹھا کہ ہمارے سامنے اپنے راویوں کی شخصیت بیان کرو تا کہ اہل سنت کو دیکھا جائے اور ان کی

لے امام محمد بن سیرین بڑے مرتبہ کے تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت حسن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے صحابہؓ کے

روایت کی ہوئی حدیث کو لے لیا جاتے اور اہل بدعت کو بھی دیکھا جائے کہ ان کی روایت کی ہوئی حدیث کو نہ لیا جائے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ پہلی صدی میں ہی اہلسنت کا نام اہل بدعت کے مقابلہ میں رواج پا گیا تھا۔ سنت اور بدعت میں تمیز کی جانے لگی تھی۔ چونکہ سنت بدعت کی ضد ہے اس لئے خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی بدعت پر عمل کرنے والا اہلسنت نہیں کہلا سکتا۔ اگر کوئی عامل بدعت خود کو اہل سنت کہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے سیاہ کو سفید یا رات کو دن کہا جائے۔ خانہ ساز مسئلوں پر چلنے والوں کا اپنے آپ کو اہل سنت کہنا "برعکس ہند نام نہنگی کا فور" کا مصداق ہے۔

ایک سنگین غلط فہمی

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ سنت نبویہ پر عمل کرنے والے پہلی صدی میں اہلسنت کہلاتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ ۱۳۵) کی زیارت کا شرف پایا، اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ آفتاب حدیث ۳۳۷ کو حضرت عثمان کے دور خلافت میں طلوع ہوا، اور سن ۲۷۷ تک ضو نفاں وہ کر اللہ کو بدمردوں میں غروب ہو گیا، ساری زندگی سنت اور حدیث کی اشاعت میں گزارے، اللہ آپ کو کرٹ کرٹ جنت دے۔ محمد مصداق

لہ امام ابن سیرین نے یہ بھی فرمایا: ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم (ویساچریم مسلم) تحقیق یہ (حدیث کا) علم دین ہے پھر (اچھی طرح) دیکھو کہ تم اپنا دین کس شخص سے لے رہے ہو۔ یعنی دین حاصل کرتے وقت اچھی طرح دھیان رکھو کہ کوئی بدعتی، مشرک، فاجر، حدیث کے خلاف کوئی چیز نہ تمہیں دے دے۔ محمد مصداق

نہیں ہے۔ اوپر ہم نے ائمہ اربعہؓ کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں تحریر کی ہیں۔ ان سے یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعینؓ کے نیک زمانوں میں (۱۱) چاروں مذہبوں کا کوئی نام تک نہ جانتا تھا۔ ان کا قطعاً وجود نہیں تھا تو تقلید شخصی کا وجود کس طرح ہو سکتا ہے؟ اگر تقلید نہ کرنے والے اہل سنت نہیں ہیں تو صحابہؓ، تابعینؓ، اور تبع تابعینؓ بوجہ تقلید نہ کرنے کے معاذ اللہ اہلسنت نہ ہوئے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرون ثلاثہ کے نیک لوگ ہرگز ہرگز مقلد نہ تھے۔ وہ ضرور غیر مقلد تھے۔ اچھا بتائیے کہ خلفائے راشدین کس کی تقلید شخصی کرتے تھے؟ سوا لاکھ صحابہؓ کس کے مقلد تھے؟ لاکھوں تابعینؓ، اور تبع تابعینؓ نے کس امام کی تقلید شخصی کا پٹا گلے میں ڈالا ہوا تھا؟ ایمان داری کا جواب یہی ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ جب ان نیک زمانوں کے لوگوں نے۔ قرون مشہود لہذا بالخیر کے پاک بازوں نے کسی کی تقلید نہیں کر رکھی تھی۔ اور پھر اہل سنت کہلاتے تھے: جیسا کہ اوپر گذرا۔ تو پھر آج ائمہ اربعہؓ کی تقلید نہ کرنے والوں کو کیوں خارج از اہلسنت والجماعت سمجھا جاتا ہے؟



قرونِ ثلاثہ کا تعین

اہل سنت کی پہچان

کتب طبقات العلماء شروح حدیث اور تاریخ کا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۱ھ میں ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ۱۱ھ تک ہے۔ پھر حضور کے صحابہؓ میں سے آخری صحابی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ میں اللہ کو پیارے ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ ۱۱ھ تک ہوا، اور فتح الباری وغیرہ سے تابعین کا زمانہ ۱۱ھ تک اور تبع تابعین کا دور ۱۱ھ تک ثابت ہوتا ہے تو قرونِ ثلاثہ (جسکی خیریت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے) کی زیادہ سے زیادہ مدت ۱۱۲ھ تک ہوئی اور آپ یہ کہیں لکھا ہوا نہ پائیں گے کسی کتاب میں اس کا ثبوت نہ مل سکے گا کہ اس مدت تک کوئی شخص تقلید کو جانتا تھا خوب یاد رکھیں کہ تیسری صدی ہجری تک تقلید کی کسی شخص کو ہوا تک نہ لگی تھی۔ جب تقلید کا عدم تھی تو پھر اس مفروضہ میں کیا صداقت ہے کہ تقلید نہ کرنے والے اہلسنت نہیں ہیں! تین صدیوں تک کے لوگ جو بہترین امت تھے۔ غیر مقلد ہونے کے سبب اہلسنت والجماعت سے خارج تھے، ہرگز خارج نہیں تھے بلکہ وہ چمکے اہلسنت تھے ایہ بات خوب یاد رکھیں کہ اہل سنت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والوں کو

کہتے ہیں۔ سُنَّتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وجودِ پاک سے چلی۔ صحابہؓ نے اس سنت پر عمل کیا تو صحابہ رض اہل سُنَّتِ ہوئے۔ پھر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ بھی سنت پر عامل ہونے کی وجہ سے اہلسنت ہوئے۔ یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سے سنت چلی اسی وقت سے اہل سُنَّتِ چلے۔ پھر یہ کہنا کہ جو ائمہ اربعہؒ میں سے کسی ایک کو تقلید کرئے وہ اہلسنت ہے، لوگوں کو بے وقوف بنانا اور مغالطہ دینا ہے۔ یاد رہے کہ اہل سنت والجماعت، وہ ہے جو براہِ راست حضورِ انور سید المرسلین، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہے۔ صحابی ہو، تابعی ہو، مجتہد ہو، محدث ہو، فقیہ ہو، امام ہو، مقتدی ہو، شاہ ہو، گدا ہو۔ کسی زمانے کا ہو کوئی ہو عامل سنت ہو۔ وہی اہل سنت والجماعت ہے!

اہل سُنَّتِ کو شناخت کر لو!

قِيلَ وَمَنْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ الثَّيْبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاصْحَابِي -

(ملل و نحل مصری)

صحابہ رض نے پوچھا: حضور! اہل سُنَّتِ والجماعت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ہیں جو اس چیز پر (عمل کرنے والے ہوں) جس پر آج میں اور میرے صحابہ رض (عامل) ہیں۔

ظاہر ہے کہ حضور اور صحابہ رض صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرتے تھے تو اہل سنت قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والے ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا: اہل سنت کون ہیں؟
آپ نے فرمایا:

الْمُسْتَبْكُونَ بِمَا سَنَّهُ اللَّهُ لَهُمْ وَرَسُولُهُ وَإِنْ
قَلُّوا

(دکتر العمال برحاشیہ مسند احمد)

اہلسنت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی سنت کو مضبوط
پکڑنے والے ہیں اور اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے حامل اہل سنت ہیں:

إِنَّ الْمَنَاسَ كَانُوا فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَهْلَ السُّنَّةِ

(دکتر العمال برحاشیہ مسند احمد)

”بیشک لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اہلسنت تھے“

فرمائیے! — جو لوگ کہتے ہیں کہ مقلد حنفی ہی اہلسنت ہیں، ان کے کہنے
پر کیا صداقت باقی رہ گئی ہے۔ حالانکہ حضور کی حیات پاک میں، جب کہ
تقلید اور حنفیت کا نام و نشان تک نہ تھا سب لوگ اہل سنت تھے!
امام شعبی فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هَلَكَتُمْ مِثْلَ تَرْكِكُمْ الْأَشَارَةَ أَخَذْتُمْ بِالْمَقَابِلِيسِ
(کتاب الاعتصام جلد اول)

”بیشک تم ہلاک ہو جاؤ گے جب سنت کو چھوڑ کر قیاس پر
عمل کرنے لگو گے“

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

”وصیت اول این فقیر چنگ زدن اسیت بہ کتاب و سنت“
(وصیت نامہ)

"میری پہلی وصیت یہ ہے کہ کتاب و سنت کو مضبوط پکڑے رکھنا"
 الْفَرْقَةُ التَّابِعِيَّةُ هُمْ الْأَخْذُونَ فِي الْعَقِيدَةِ وَالْعَمَلِ جَمِيعًا
 بِمَا ظَهَرَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَجَزَى عَلَيْهِ جَمُورُ الرَّجَائِيَّةِ
 وَالتَّابِعِينَ (حجرت اللہ البالغہ)

"نجات پانے والی جماعت وہ ہے جو عقیدے اور عمل میں کتاب
 اور سنت پر عمل کرے۔ جس پر جمہور صحابہؓ اور تابعین تھے"

ان تصریحات سے آپ پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اہل سنت و الجماعت
 وہ ہو سکتے ہیں جو بالراست کتاب و سنت کے پابند اور عامل ہوں، اور یہ
 بات قطعاً غلط ہے کہ مقلدِ حنفی ہی اہلسنت والجماعت ہیں حالانکہ تقلید
 اور حنفیت دور صحابہؓ میں نامید تھی۔

ملاحظہ: جو لوگ کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے امام کے مسلک
 پر چلتے ہیں اور شرطی تقلید کرتے ہیں کہ اگر قول حدیث کے
 خلاف ثابت ہو گیا تو وہ اس قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل
 کریں گے۔ یہ لوگ اہل سنت ہیں اور ایسی مطلق تقلید باعث
 نزاع نہیں ہے،

تقلید کا ایجادی دور

اس بات پر تو آپ کو یقین آ گیا ہوگا کہ خیر القرون کے صالحین
 اہلسنت تھے اور وہ کسی کی تقلیدِ شخصی کے نہ قائل تھے نہ عامل۔ جیسا کہ
 اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اب ہم آپ کو دیانتداری سے یہ بتاتے ہیں کہ
 ایجاد ہوئی۔ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد

زمناتے ہیں :

فَاتَّاهِلَ السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ قَدِ افْتَرَقَ بَعْدَ الْقُرُونِ
الثَّلَاثَةِ أَوِ الْارْبَعَةِ عَلَى اَرْبَعَةِ مَذَاهِبٍ (تفسیر مظہری)

"اہل سنت والجماعت چوتھی یا پانچویں صدی میں چار مذہبوں پر
متفرق ہوئے"

قاضی ثناء اللہ صاحب کی علمی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان
کی تحقیق کہتی ہے کہ چوتھی یا پانچویں صدی میں مذاہب اربعہ کا ظہور ہوا۔ اور
اہلسنت چار مذہبوں میں بٹ گئے۔ گویا چوتھی یا پانچویں صدی میں تقلید ایجاد
ہوئی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ تقلیدی مذاہب کے اختراع سے قبل کوئی
تقلیداً شخصی نہ کرتا تھا۔ کوئی مقلد نہ تھا۔ جب کوئی مقلد نہ
تھا تو پھر وہ لوگ کیا تھے؟ کیسے؟ اہل سنت تھے۔ پس اہلسنت کو
تقلید مستلزم نہ ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور مذاہب اربعہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تو سب کے بزرگ ہیں، ان کے

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں۔ "اؤہم مسئلہ تقلید شخصی
میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کو منصف مان لیں اور انہوں نے زمانہ سلف کے
مسلمانوں کے بارے میں جو تحقیق فرمائی ہے اسی کو کافی سمجھیں۔ شاہ صاحب موصوف "حجرت اللہ"
میں فرماتے ہیں۔ "تبعین مذہبی (تقلید شخصی) پہلی تین صدیوں میں نہ تھی بلکہ چوتھی صدی (دعویٰ)
میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ ملاحظہ ہو: حجة اللہ باب حکایت حل بالناس قبل المآلة
الرابعة۔ (مسئلہ تقلید شخصی صفحہ ۲۵)"

علم و فضل کا ہر کوئی قائل ہے اور ان کی تحقیق سرانگھوں پر رکھی جاتی ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں :

عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الزَّابِعَةِ لَمْ يَكُونُوا مُجْتَبِعِينَ عَلَى
التَّقْلِيدِ الْخَالِصِ عَلَى مَذْهَبٍ وَاحِدٍ (حجۃ اللہ النجف)
”چوتھی صدی کے لوگ (بھی) کسی خاص شخصی تقلید پر جمیع
نہیں تھے“

شاہ صاحب کی بصیرت افزوہ تحقیق نے یہ بھی بتایا کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی میں بھی نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ تقلید پانچویں صدی کی ایجاد ہے ملاحظہ : تقلید کرنے والے بھائی خدا را ناراض نہ ہوں، بلکہ از راہ انصاف اور دیانت غور کریں کہ چار سو سال تک شروع اسلام میں تقلید کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کے مصداق مکمل دین کے اندر کوئی اسے جانتا تک نہ تھا۔ پھر چوتھی صدی کے بعد اسے ایجاد کیا گیا۔ اس کو مسئلہ بنا کر امت کے آگے رکھا گیا، اسے فرض واجب و غیرہ کا درجہ دیا گیا تو کیا خود ایجاد کی ہوئی چیز دین کے اندر مسئلہ ہو سکتی ہے؟ قابل قبول ہے؟ دیکھئے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

مَنْ لَمَّا حَدَّثَ فِي امْرَأَتِهِ هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (بخاری ص ۱۰۷)

”جس شخص نے ہمارے (مکمل) دین میں ایسی بات (مسئلہ)

دیگرہ کی صورت میں، نکالی جو دین میں نہیں ہے پس اسکی

بات مردود ہے“

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو دین میں تیا طریقہ، نیا مسئلہ نکلنے سے منع فرمائیں اور یہاں تقلید کو ایجاد کر کے اسے مسلمانوں کیلئے واجب کہا جاتا ہے بلکہ اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے تقلید کی شرط عائد کی جاتی ہے۔ پھر کتنی کمزور اور بعید از عقل بات ہے یہ کہ ائمہ اربعہ کے مقلد ہی اہلسنت والجماعت ہیں۔ سیدھے حدیث اور سنت پر عمل کر نیوالے اہلسنت نہیں۔

مقام فسق ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبِ امام عز الدین بن عبد السلام کا قول
تخریر فرما کر تقلید جامد کی تردید کرتے ہیں:

النَّاسُ لِعُرْيَانِ الْوَأَعْلَىٰ ذَٰلِكَ يَسْأَلُونَ مَنِ اتَّفَقَ مِنَ الْعُلَمَاءِ
مِنْ غَيْرِ تَقْلِيدٍ بِمَنْ هَيْبٍ وَلَا انْكَارٍ أَحَدٍ مِنَ السَّائِلِينَ
إِلَىٰ أَنْ ظَهَرَتْ هَذِهِ الْمَنَازِلُ وَمُتَّعِصِبُوا هَامِنَ الْمُقْلِدِينَ
فَرَأَىٰ أَحَدٌ هُمْ يَتَّبِعُ إِمَامَهُ مَعَ بَعْدِ مَذْهَبِهِ عَنِ الدَّلِيلَةِ
مُتَّبِلَةً إِلَهِ فِيمَا قَالَ فَكَاتَمَهُ نَبِيُّهُ أُرْسِلَ إِلَيْهِ وَ هَذَا
نَابِئٌ عَنِ الْحَقِّ وَ بَعْدُ عَنِ الصَّوَابِ لَا يَرْضَىٰ بِهِ أَحَدٌ
مَنْ أَوْلَىٰ الْأَكْبَابِ (عقد الحجید)

ان مذہبوں اور متعصب مقلدوں کے ظہور سے قبل سارے
جہان کے مسلمانوں کا یہی دستور تھا کہ جس عالم سے اتفاق ہوا
دین کا مسئلہ پوچھ لیا اور اس کے قرآن و حدیث کے ساتھ

بتلائے ہوئے مسئلہ پر عمل کر لیا۔ وہ لوگ کسی خاص مذہب یا کسی عالم کے متقید نہ تھے۔ پر افسوس اس زمانے کے متعصب مقلدوں نے اپنے اپنے اماموں کو ایسا مانا ہے کہ گویا وہ نبی ہیں جو ان کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اگر ان اماموں کا قول قرآن و حدیث سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو لیکن ان کی گردن سے تقلید (جامد) کا پٹا نہیں اُترتا۔ پر نہیں اُترتا۔ یہ تقلید (جامد) حدیث کے مقابلہ کی، گراہی اور حق سے دوری ہے جسے کوئی عقلمند پسند نہیں کرتا!

یعنی سلف صالحین کا دستور یہ تھا کہ جو عالم مل گیا اس سے مسئلہ پوچھ لیا۔ کسی خاص مذہب کی قید نہ تھی لیکن بعد کے لوگوں نے سلف کے طریق کے برعکس مذہب معین اختیار کر لئے اور تقلید پر جم گئے۔ یہ جماد یعنی بلا دلیل اقوال کو دین ماننا صواب سے دوری ہے۔ یہ متعصب مقلدوں کی جامد تقلید کا ذکر ہے کہ ان کو سو بار حدیث مصطفیٰ اسناؤ، وہ حدیث کی

سہ نبی کا قول و فعل بذاتہ دلیل ہوتا ہے جسے بلا چون و چرا مان ہی لینے کا حکم ہے۔ نبی کے دوا بر شخص کے قول کو ماننے کے لئے دلیل (قرآن و حدیث) کی ضرورت ہے۔ مقلد اپنے امام کے قول کو بلا دلیل مانتا ہے۔ جب اس کے قول کو حدیث کے خلاف دانستہ مانا تو اس کی نبی کی حیثیت دے دی۔ اصول فقہ کی کتابوں میں تقلید کی تعریف یوں لکھی ہے: **أَخَذَ قَوْلَ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةٍ دَلِيلِهِ** (جمع الجوامع) غیر نبی (امام) کے قول کو بغیر دلیل مان لینا، پھر نبی اور غیر نبی میں کیا فرق رہا، یہ اس متعصب اور مندی مقلد کا ذکر ہے جو حدیث کے مقابلہ میں جان بوجھ کر تقلید کرتا ہے۔ حدیث چھوڑ کر قول لیتا ہے۔ ہاں جو بے علم تقلید مطلق سترھی کرتا ہے کہ اگر قول حدیث کے خلاف ثابت ہوا تو قول چھوڑ کر حدیث ستر آٹکھوں پر رکھ لے گا یہ تقلید باعث نزاع نہیں

طرف دھیان نہیں کریں گے۔ اس قول پر اڑے رہیں گے۔ یہ ہے نائی
عَنِ الْحَقِّ اور بَدَدٌ عَنِ الصَّوَابِ

تقلید کی تعریف

تقلید کا لفظ آپ نے کئی بار اوپر پڑھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ :
سر رہے تقلید کی تعریف، مطلب اور مفہوم بھی ناظرین کو بتادیں تاکہ
انہیں پتہ چل جائے کہ تقلید کیا ہے۔ اس کی تعریف ہم کتب فقہ سے
بیان کرتے ہیں، ذرا توجہ سے سنیں :

أَمَّا الْمَقْلَدُ فَمُسْتَكِدُّ قَوْلَ مُجْتَهِدٍ لَا خَلْفَهُ وَلَا
ظَنَّهُ۔ (مسلم الثبوت مجتہد)

مقلد کی دلیل اس کے مجتہد (امام) کا قول ہے۔ نہ وہ خود تحقیق
کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر غور کر سکتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقلد جس امام کی تقلید شخصی کر رہا ہے وہ صرف
اس امام کے قول پر ہی چلے۔ اُسے یہ حق نہیں کہ امام کے قول کی تحقیق
کرے۔ دلیل چاہے۔ تحقیق کرنا یا دلیل چاہنا تقلید کو توڑ دیتا ہے
غیر مقلد بنا دیتا ہے۔ آنکھیں بند کر کے صُرُّ بَكْمُ ہو کر امام
کے قولوں پر ایمان لائے اور عمل کرنا جائے۔

أَخَذُ قَوْلَ الْعَيْرِ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةٍ دَلِيلِهِ (جمع الجوامع جلد ۱)
تقلید کہتے ہیں غیر نبی (امام، مجتہد) کے قول کو بغیر اس کی
دلیل جانے مان لینا۔

يَجْعَلُ الْإِفْتَاءَ بِقَوْلِ الْإِمَامِ بَلَّيْجِبُ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ

مِنْ أَيْنَ قَالَ - (شامی جلد اول)

حلال ہے بلکہ واجب ہے فتوے دینا امام کے قول پر اگرچہ اس کا علم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا ہے ۱
یعنی مفسر امام کے قول سے فتوے دینا واجب ہے اس بات کی ضرورت نہیں کہ معلوم کریں کہ امام اپنے قول پر کیا دلیل رکھتا ہے - مقلد کو دلیل تلاش نہیں کرنی چاہیے - صرف امام کا قول ہی اس کے لئے کافی ہے -

قَلْعَةَ رَيْبًا أَعْدَادَ رَمَلٍ

عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَةَ (شامی)

اس شخص پر ہمارے رب کی لعنتیں ریت کے ذروں جتنی اتریں جو امام ابوحنیفہؒ کا قول رد کر دیتا ہے یا نہیں مانتا۔
سمجھ آئی آپ کو تقلید کی - آنکھیں بند کر کے بغیر تحقیق کے جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی بات نہ مانے اس پر ریت کے ذروں برابر خدا کی لعنتیں اتریں اور اگر کوئی کہے کہ امام صاحب کا فلاں قول حدیث کے خلاف ہے کیا کروں ؟ تو تقلید کا تقاضا یہ ہے کہ امام کے قول کی تحقیق ہی نہیں کرنی چاہیے - خاموش ہو کر مان لو - اگر نہ مانا تو لعنتوں کی بارش ہوگی یہ ہے تقلید !

حضرت ملا علی قاری حنفیؒ ارشاد فرماتے ہیں :

وَالْتَقْلِيدُ قَبُولُ قَوْلِ الْغَيْبِ بِدَلِيلٍ (شرح تصیہ المال)

”غیبی (امام) کے قول کو بغیر دلیل مانتا تقلید ہے“

فَأَمَّا الْمُقَلِّدُ فَالِدَلِيلِ عِنْدَهُ قَوْلُ الْمُجْتَهِدِ الْمُقَلَّدِ

يَقُولُ هَذَا الْحُكْمُ وَاقِعٌ عِنْدِي لِذَلِكَ أَدَى إِلَيْهِ رَأْيِي
أَجِي حَنِيفَةً رَحِمَهُ اللَّهُ وَكُلُّ مَا أَدَّتْهُ إِلَيْهِ رَأْيُهُ فَهُوَ
وَاقِعٌ عِنْدِي (توضیح تلویح)

مقلد کی دلیل صرف اسکے امام کا قول ہی ہے۔ مقلد صرف یہی
کہے کہ مسئلہ کا حکم یہی ہے کیوں کہ میرے امام ابوحنیفہؒ کی
راتے یہی ہے اور جو راتے میرے امام کی ہو، میرے نزدیک
صحیح ہے۔

یہ ہے تقلید کہ جس امام کی تقلید کر رکھی ہے مقلد ساری زندگی صرف
اس کی راتے پر چلے اور اس کی راتے کو ہی مسئلہ جانے۔ دین کا حکم
سمجھ کر عمل کرے اور یہ خیال نہ اٹے کہ اس کی راتے کا مرجع، ماخذ
یا سند ثبوت کیا ہے۔ یہ خیال تقلید توڑ دے گا۔ افسوس! یہ جامد
تقلید ہی کا اثر ہے کہ حنفی مجاہدوں کو حدیث سناؤ تو ادھر توجہ
نہیں کرتے، اقوال پر اڑتے رہتے ہیں۔ خداوند! انھیں سمجھ دے کہ
وہ اقوال کے مقابلہ میں احادیث سیدالکوین پر جان چھڑکیں۔ حدیث
کے موافق فقہ کو مانیں اور خلاف حدیث اقوال کو پھوڑیں۔

تمی دائم حدیث نامہ چون است
بھی بیتم کہ عنوائش بہ نون است

قَوْلُ الْمُجْتَمِعِ دَلِيلٌ لَهُ (توضیح)

امام کا قول مقلد کی دلیل ہے

یعنی جو امام نے کہہ دیا۔ مقلد کے لئے وہ کہنا ہی بذاتہ دلیل ہے۔ نہ
قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی، حالانکہ دلیل شرعی قرآن و حدیث ہے

لیکن مقلد کو امام کا قول مل گیا، اس کے لئے وہی دلیل ہے۔ یہ ہے تقلید۔

کجا یوسوچو! دلیل تو صرف خدا اور رسول کا قول ہی ہو سکتا ہے کسی امتی کا ذاتی قول۔ دین میں دلیل اور حجت نہیں بن سکتا اور اگر کوئی کہے کہ مجتہد کا اجتہاد بھی ماننے کے لائق ہے تو جواب یہ ہے کہ اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں آیت یا حدیث سے مسئلہ نہ ملے اور آیت حدیث کی موجودگی میں اجتہاد کی ضرورت ہی نہیں ہے!

التَّقْلِيدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ (مسلم)

امام کے قول پر بلا دلیل عمل کرنے کا نام تقلید ہے

فَعَلِمَ الْمُتَقَلِّدُ لَمْ يُحْضَرْ مِنَ النَّظَرِ فِي الدَّلِيلِ (تویر)

علم مقلد کا کسی دلیل سے حاصل نہیں ہوتا

یعنی اسکے امام کا قول ہی اس کے لئے دلیل ہے، جب دلیل مل گئی تو مقلد قرآن اور حدیث سے بے نیاز ہو گیا۔

لَا يَعْتَبَرُ وَلَا يُحْمَلُ إِلَّا بِقَوْلِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ (درمختار جلد اول)

”نہ کوئی فتویٰ دیا جائے اور نہ ہی (دین پر) عمل کیا جائے۔ مگر

فقط امام اعظم کے قول پر“

کیونکہ مقلد پر لازم ہے کہ وہ بحیثیت مقلد ہونے کے صرف امام کی رائے پر عمل کرے اور علماء متقدمین بھی صرف امام اعظم کے قول پر فتویٰ دیں۔

لہ عالم اور پھر مقلد ہو، یہ کیونکر ہو سکتا ہے؛ کیونکہ تقلید کی ماہیت میں عدم علم داخل ہے علم اور تقلید دو ضدین ہیں اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔

کیونکہ ان مقلدین کے نزدیک امام کا قول ہی دلیل ہے۔ قرآن اور حدیث سے چھٹی ہوئی۔

یہ ہے تقلیدِ کلی شبِ یلدا جس میں قرآن "حدیثِ عقل فکر کی روشنی کی شعاع تک نظر نہیں آتی۔ اب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید عبارت ہے عین نبی کی باتوں کو بغیر دلیل شرعی (قرآن و حدیث) شرعی حیثیت سے مان لینے کا۔ اسکی محض بات کو حجت شرعی تسلیم کر لینے کا۔

ایک آنے کے آٹو یا دو پیسے کے پیاز لیتے وقت آپ اتنی چھان بین کرتے ہیں کہ سبزی فروش کا ٹوکرا الٹ پلٹ کر دیتے ہیں۔ کپڑا خریدتے وقت اچھی طرح دیکھتے ہیں کہ کپڑا خواب نہ ہو، گرم کپڑا خریدنا ہو تو خوب غور کرتے ہیں کہ اس میں کوئی تار سوت کا نہ ہو۔ دودھ، دہی گھی دیزو کی خوب پڑتال کرتے ہیں کہ خالص ملیں لیکن یہ کتنا اندھیر ہے کہ دین حاصل کرنے کے لئے ساری عمر ایک ہی امام کی تقلید جامد : (BLIND FAITH) کر کے، آنکھیں بند کر کے دلیل سے بے نیاز ہو کر اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں، اور اس کے قول کو دین مان کر عمل کرتے رہتے ہیں۔ کیا دین کے مسائل اور مذہب کی ضروریات میں چھان بین کی ضرورت نہیں ہے۔ جن امور پر نجاتِ آخرت کا دارومدار ہے، ان میں جانچ پڑتال کی حاجت نہیں؟ دنیا کے مال کی ریزگاری کو خوب پرکھنا کہ کہیں اس میں کھوٹا سکہ نہ ہو، اور دین کی ریزگاری کو آنکھیں بند کر کے جیب میں ڈال لینا کون سی عقلمندی ہے؟ اور پھر اس اندھا دھند تقلید، آنکھیں بند کر کے اقبال پر چلنے

کا نام اہلسنت والجماعت رکھا ہوا ہے! کتاب وسنت کے
دلائل و براہین کے نور سے بے اغتنائی برتو تو اہل سنت اور ذرا آنکھ
بھپکی تو اہل سنت سے خارج ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کے

اہلسنت کے معنی تو واضح ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت پر چلتے والا ہو لیکن تقلید کی تعریف جو کتب فقہ کے حوالوں سے
آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ ان معنوں میں تقلید جامد کرنے والے کو
اہلسنت کہنا کس طرح روا ہو سکتا ہے جبکہ وہ حدیث کے مقابلہ میں قول
پر عمل کرتا ہے۔ خلافاً حدیث قول پر عمل کرے اور سنت پر چلنے کا
دعوے کرے، کتنی غلط بات ہے یہ۔ آہ! امام کی رائے کے مقابلہ
میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے اور امام کی رائے
پر عمل کرے، اور کہے خود کو اہلسنت ہے

پنتے ہو وفادار وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنیکی وفا اور

تقلید کے متعلق علمائے ربانی اور بزرگوں کے ارشادات

ذیل میں ہم علمائے ربانی اور بزرگانِ دین کے ارشادات تقلیدِ جامد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ انھیں غور سے پڑھیں اور تقلیدِ جامد سے بچیں، اور تقلیدِ جامد کہتے ہیں آیت اور حدیث کے مقابلہ میں تعصب سے اقوالِ رجال کو ماننا۔

ایک طرف فرمانِ رسولؐ ہو اور دوسری طرف اس کے خلاف قولِ اُمتی ہو۔ کیا آپؐ چھوڑ کر مقابلہ میں قولِ اُمتی لیں گے؟ ہرگز نہیں اور جو ایسا کرے کیا آپؐ سے اہلسنت سمجھیں گے؟ نہیں۔ بس یہ تقلیدِ جامد مذموم ہے، اس کے متعلق ارشادات ملاحظہ فرمائیں، اور ان ارشادات کو پڑھ کر ہم پر ناراض نہ ہوں، بلکہ خوش ہوں کہ ہم آپؐ کی خیر خواہی کے لئے آپؐ کو روانہ تقلید کی ظلمت سے نکال کر علم و دانش کے نور میں لانا چاہتے ہیں۔ حضور سید الکونین و اہل بیت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ انفاس کے جوار میں آباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب میں صرف تقلیدِ جامد کا ہی رد ہے نہ کہ تقلیدِ مطلق شرعی کا!

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمت
اللہ علیہ فرماتے ہیں: ۷۰

عبادت بہ تقلیدِ گمراہی است
خسک رہ روئے راکر آگاہی است

”تقلید (جامد) کے ساتھ عبادت کرنا مگر ایسی ہے۔ اس راہی کو مبارک ہو جو اپنے مقصود سے آگاہ ہو“

یعنی راہ رو کو اپنے راستے سے آگاہی ہونی چاہیے۔ جان بوجھ کر، سوچ سمجھ کر عقل کی روشنی میں اسے چلنا چاہیے۔ ایسے ہی عبادت کرنا بھی آخرت کی راہ چلنا ہے۔ آخرت کے راہی کو بھی عقل، شعور اور علم سے راستہ طے کرنا ضروری ہے: یعنی آخرت کا راستہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نور میں عبور کرنا چاہیے۔ دین کا ہر کام سنت اور حدیث کی دلیل سے کرنا چاہیے، اگر اندھا دھند دین کی راہ پکڑی تو گمراہ ہو جانے کا خوف ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَمَنْ كَفَرَ بِمَعْجَمِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ (پت ع)

”اور جو قرآن (اور حدیث کی دلیل) سے فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے“

یعنی قرآن اور حدیث کی دلیل کے ساتھ دین بیان کرو، اور سننے والے بھی دین اور مسائل و دلائل سے سنیں، نہ علماء اپنی راؤں کے ”بسکوں“ کو دین میں جاری کریں اور نہ عوام بن دیکھے پرکھے جامد (BLIND FOLLOWER) بنکر انھیں اپنی جیب ایمان میں ڈال لیں۔

وَلَمَّا اتَّبَعَتْ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

مَالِكٍ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيْرِهِ (پت ع ۱۴)

”علم (وحی الہی) آچکنے کے بعد اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو خدا (کی گرفت) سے بچانے والا نہ تیرا کوئی دوست ہوگا، نہ مددگار“

اس آیت میں بھی خدا نے واضح کر دیا ہے کہ علم (قرآن و حدیث) آپہننے کے بعد یعنی قرآن و حدیث کی موجودگی میں کسی کی رائے پر مت چلو۔ مسئلہ مسائل دلیل سے مانو۔ لیکن تقلید کی تعریف میں ہے کہ اپنے امام کی رائے کو بلا دلیل مانو، چنانچہ توضیح میں ہے:

فَالِدَلَّةُ الْاَرْبَعَةُ اِمْتَا يَتَوَصَّلُ بِهَا الْمُجْتَهِدُ لِمَا لَمْ يَمْلِكْهُ
(توضیح جلد اول)

ادلہ اربعہ (قرآن و حدیث، اجماع قیاس) سے کام لینا مجتہد کا کام ہے۔ مقلد کو دلائل سے کوئی سروکار نہیں۔

یعنی مقلد کے لئے دلیل۔ قرآن و حدیث سے کچھ کام نہیں۔ اس کا تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں۔ انکھیں بند کر کے مجتہد کی رائے کو دین اور شریعت مان کر عمل کرے۔

حضرت مولانا رومؒ کا ارشاد

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

گرچہ عقلت سوئے بالامی پرد
مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد (شہنوی دفتر دوم)

”اگرچہ تیری عقل بلند پروازی کرنا چاہتی ہے لیکن تیری
(جامد) تقلید نے تجھ کو پست ہمت کر رکھا ہے۔“

اسکا مطلب یہ ہے کہ عقل سے انسان تحقیق کرتا ہے اور تحقیق علم کے دروازے کھولتی ہے اور علم دین و دنیا کی ترقی کا موجب ہے۔ اس کے برعکس تقلید جامد بے علمی ہے اور بے علمی تنزل اور پستی کا باعث ہے! دنیا میں بھی اور دین میں بھی۔

منکر آن باشد کہ تقلیدے بود

دین احمد رانہ تحقیقے بود (شہنوی)

تحقیق کو بالائے طاق رکھ کر (حدیث کے مقابلہ میں) تقلید (جامد) کرنے والا (ایک طرح) شرع کا انکار کرنے والا ہے۔

حضرت مولانا رومؒ جامد تقلید کرنے والے کو منکر شرع اسلئے فرماتے ہیں کہ وہ بغیر دلیل کے حدیث کے مقابلہ میں شخصی رائے مانتا چلا جاتا ہے۔ جب حدیث (جو شرع ہے) چھوڑ دی اور مقابلہ میں رائے کو مان لیا تو شرع کا انکار ہو گیا۔ تقلید کرنے والے بھائیوں کو اچھی طرح غور کرنا چاہیئے کہ ان سے کوئی حدیث قول کی نذر تو نہیں ہو رہی ہے۔ حدیث ترک کر کے قول پر تو نہیں چل رہے ہیں۔

پھر افسوس کا مقام ہے کہ تقلید جامد کرنے والا بھی خود کو اہل سنت والجماعت کہتا ہے۔ یہ عقل سے کتنی بعید بات ہے! ہاں تو جان بوجھ کر حدیث چھوڑ کر اس کے خلاف قولِ اُمتی پر چلنا تقلید جامد سے ہے۔

آنکہ او از پردہ تقلید جست

او بنور حق بر بیند ہر کہ ہست

پردہ تقلید سے باہر نکل آنے والا ہر چیز کو خدا کے نور

(ہدایت) سے دیکھتا ہے۔“

تقلید کے معنی میں عدم علم بالذلیل داخل ہے تو دلیل روشنی ہے اور عدم دلیل ظلمت، پھر جو شخص تقلید کے پردہ سے نکل گیا، وہ ظلمت سے باہر آ گیا یعنی روشنی میں آ گیا اور روشنی قرآن و حدیث کی دلیل ہے۔ مولانا رومؒ نے یہی بات بتائی ہے کہ مقلد بوجہ بے علمی کے

انصیرے میں ہوتا ہے۔ ہاں تقلید ترک کرنے سے دلائل کی دنیا میں آجاتا ہے۔ کتاب و سنت سے روشنی پاتا ہے۔ اس کو خدا کی طرف سے ہدایت کا نور حاصل ہوتا ہے۔ پس بے علم انصیرے میں ہوا، اور تقلید نا آشنا۔ علم والا روشنی میں!

از مقلد تا محقق فرقیہاست!

کس چو داؤد دست وں دیگر صدا (مشنوی دفتر دوم)

مقلد اور محقق میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ محقق کی بات واؤد علیہ السلام کی آواز کی طرح دل پسند ہے اور مقلد کی آواز معمولی ہے۔

مبني گفزار این سوزے بود!

واں مقلد کہنہ آوازے بود (مشنوی دفتر دوم)

”محقق کی گفزار کا منبع ایمان (قرآن و حدیث) ہے اور مقلد

دقیانوسی (بے سند ثبوت) باتیں سیکھے ہوتے ہے“

زانکہ تقلید آفت ہر نیکیست

کہ بود تقلید اگر کوہ قویست (مشنوی دفتر دوم)

”کیونکہ تقلید ہر نیکی کام کے لئے آفت ہے دراصل تقلید

گھاس پھوس ہے۔ اگرچہ دیکھنے میں پہاڑ معلوم ہوتی ہے“

گر تو بے تقلید ازو واقف شوی

بے نشان بے جائے چوں تفت شوی (مشنوی دفتر دوم)

”اگر تو بے تقلید (غیر مقلد) ہو کر اس سے واقف ہو جائے، تو

تو فرشتہ صفت ہو جائے“

کیونکہ تقلید بے علمی ہوتی ہے اور اس کے برعکس تحقیق علم ہوتا ہے
 تو تقلید چھوڑ کر جب قرآن و حدیث کا علم پڑھا جائے گا تو یہ نور اسکو
 فرشتہ خصلت بنا دیگا۔ حضرت سلطان باہو نے کیا بیچ فرمایا ہے ع
 - علموں باہجے جو کرے فقیری کا فرمے دیوانہ ہو
 یعنی جو کوئی بغیر علم کے فقیری کرتا ہے خدا کو ملنے کے لئے راہ سلوک میں
 قدم رکھتا ہے۔ وہ کافر ہو کر مرنا ہے اور حضرت شیخ سعدی کا یہ مصرعہ
 تو زبان زد عوام ہے کع

بے علم نتواں خدا را شناخت !

بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ ٹھیک ہے کہ بے علم نے دین ہی نہیں
 سیکھا تو خدا کی شناخت کیا کر سکے گا، اس کی ذات اور صفات کے
 مسائل، اس کے احکام، قرآن کے مطالب و مقاصد کیا جانے گا، کچھ
 بھی نہیں بس یہی آفت تقلید میں ہے کہ اسکی ماہیت میں عدم علم بالذلیل
 داخل ہے۔ پھر کوشش کرنی چاہیے کہ تمام مردوں اور عورتوں کو علم
 پڑھایا جائے تاکہ لوگ تقلید بے علمی، کی ظلمت سے نکل کر روشنی
 میں آجائیں علی وجہ البصیرت دین پر عمل کریں

پھر تعجب آتا ہے ان علماء پر جو لوگوں کو تقلید کرنے پر زور دیتے
 ہیں۔ جسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ عوام کو بے علم اور جاہل رہنے کی تلقین
 کرتے ہیں۔ دیکھئے علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں :

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ النَّاسِ أَنَّ التَّقْلِيدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ وَ
 أَنَّ الْمُقَلِّدَ لَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَالِمِ (اعلام الموقعين)

لے إِنَّ التَّقْلِيدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ : تقلید علم نہیں ہے (اعلام الموقعين)

”اور اس میں کوئی خلاف نہیں کہ تقلید علم نہیں ہے، اور مقلد پر عالم کا نام اطلاق نہیں پاتا“
 ثابت ہوا کہ علوم کو تقلید کی طرف بلانا انھیں بے علم اور جاہل رکھنے کے مترادف ہے۔

علم تقلیدی دیال جان ما است
 عاریست ومانشتہ کان ما است (شہنوی دفرہوم)
 ”تقلیدی علم ہماری جان کا دیال ہے۔ حالانکہ بطور ادھار کے ہے اور ہم (سمجھے) بیٹھے ہیں کہ وہ ہمارا مال ہے“
 مشہری علم تحقیقی حق است
 واما بازار او بارونق است! (شہنوی دفرہوم)
 ”جو علم تحقیق سے حاصل ہو۔ اسکا خریدار حق تعالیٰ ہے، اس لئے اس بازار میں ہمیشہ رونق رہتی ہے“
 اے مقلد تو مجھ جیسے برائے
 کہ بود منبع ز نور آسماں (شہنوی دفرہوم)
 ”اے مقلد تو محقق پر بزرگی نہ چاہ۔ کیونکہ وہ آسماں کے نور کا سرچشمہ ہے“

پس مقلد نیز مانند کرامت
 اندران شادی کہ او را رہبر است (شہنوی دفرہوم)
 ”مقلد اپنے رہبر کی خوشی میں بہرے کی مانند ہے جو اشاروں پر چلتا ہے“
 بس خطر باشد مقلد را عظیم
 از رہ و رہزن ز شیطان رحیم (شہنوی دفرہوم)

”مقلد کو تقلید کے خطرناک راستے میں شیطان مردود، ڈاکو سے

بڑا بھاری اندیشہ ہے“

برادرانِ اسلام! قرآن اور حدیث کی روشنی ہے، نورِ ہدایت ہے۔ جس کے پاس یہ نور اور روشنی ہو، اس کو راستے کا کوئی خطوہ ہی نہیں۔

وہ روشنی میں راہ طے کر لے گا اور جس کے پاس آیت اور حدیث کی شمع نہیں ہے۔ اس کا راستہ سراسر تاریکیا ہے اور تاریک راستے میں شیطان

کے حملے کا اندیشہ ہے یہ بات حضرت مولانا روم سبھا رہے ہیں کہ محقق بنو تحقیق سے کام لو، مقلد نہ بنو، بے علمی سے قدم نہ اٹھاؤ!

آن مقلد صد دلیل و صد بیاں

برزباں آرد ندارد بیچ حباں (دفتر چہارم)

وہ مقلد اگرچہ سو دلیلیں اور تقریریں بیان کرے۔ مگر

کسی میں جان نہیں!

جان اس لئے نہیں کہ بے دلیل اور بے ثبوت ہیں اور جو بات آیت

اور حدیث کی دلیل سے بیان کرے گا۔ اس میں جان ہوگی۔ جان کیا

ہوگی۔ وہ علم و ایمان کا ایک سربفلک پہاڑ ہوگا جس کو کوئی عبور

نہیں کر سکے گا جو کبھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا۔

خدا رحمت کرے۔ حضرت مولانا روم نے مسلمانوں کو کیسا اچھا سبق

دیا ہے کہ وہ بے علم اور جاہل بسکر اندھا دھند آخرت کی راہ پر نہ چلیں

بلکہ ہر کام تحقیق، علم یعنی قرآن اور حدیث کے ساتھ کریں۔ تقلید

جامد کا خوب رُخ کیا ہے۔ اندھی تقلید کا خاتمہ کر دیا ہے!

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب ام تسری کا ارشاد!

ہم اہل حدیث اس (تقلید) کو جان سکتے ہیں تو لغوی معنی سے جان سکتے ہیں کہ: "تقلید قلاوہ در گردن انداختن" اس کے سوا علماء اصول کے اصطلاحی معنی جو ہیں وہ یہ ہیں:

التقلید اخذ قول الخیر من غیر حجة (مسلم الثبوت ص ۲۸۹)

کسی غیر نبی کی بات کو بغیر دلیل جاننے کے قبول کرنا تقلید ہے،

یعنی تقلید کی تعریف میں داخل ہے کہ مقلد کو دلیل معلوم نہ ہو۔ یہ تو بے عام تقلید ہے۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک معین امام کی بات بے دلیل ماننے اور ہمیشہ ماننا رہے نتیجہ صاف ہے کہ:

تقلید کے معنی میں بے علمی داخل ہے۔ یعنی مقلد پر تقلید چونکہ فرض واجب ہے لہذا وہ دلیل کا علم کسی وقت اور کسی زمانہ میں بھی حاصل نہ کرے ورنہ اس تقلید سے نکل جائے گا جو اس کے ذمہ فرض واجب ہے اور فرض کی ضد حرام ہے۔

ناظرین! نتیجہ صاف ہے کہ تقلید کا لازمی اثر یہ ہے کہ مقلد بے علم رہے جس کا عکس القضیۃ یہ ہے کہ وجوب تقلید کی صورت میں علوم عقلیہ بالخصوص شریعیہ کا پڑھنا حرام ہے۔ کیونکہ تقلید میں تعلیم حقل انداز ہے اور تقلید واجب ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ جو چیز وجوب میں حقل انداز ہو وہ حرام ہے۔ (رسالہ تنقید تقلید صفحہ ۷۷-۷۸)

ناظرین کرام! حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو تقلید کا مطلب سمجھایا

ہے کہ تقلید ہے بے علم رہنا اور بغیر دلیل کے دین پر چلنا۔ فرمائیے دین کے راستے پر آپ کیسے چلنا چاہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی دلائل سے یا بیتر سند اور ثبوت کے، اگر دلائل سے دین پر چلیں گے تو آپ غیر مقلد ہیں اور اگر بے دلیل باتوں کو دین مانیں گے تو آپ مقلد ہیں۔ اگر آپ علم پڑھیں گے تو غیر مقلد ہو جائیں گے اور اگر بے علم رہیں گے تو مقلد ہوں گے۔ اب آپ خود ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید کیا ہے اور آپ کو مقلد بننا چاہیے یا غیر مقلد! ناظرین کرام! یہ تقلید ہی کا ”کرشمہ“ ہے کہ مسلمان دین سے بہت دور ہیں، ان کی اکثریت دین سے ناواقف ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی یہی رونا رویا ہے۔

مسلم از سر تری بے گانہ شد

باز ایں بیت احرم بیگانہ شد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ :

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجہ)

”ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر علم کا طلب کرنا فرض ہے“

حضور اکرمؐ تو مسلمانوں پر علم کا طلب کرنا (مزدوری) فرمائیں، تاکہ سب علم، تحقیق اور دلیل سے دین پر چلیں لیکن ایک طبقہ علماء کا اس بات پر زور دیتا ہے کہ مسلمانوں کیلئے تقلید فرض واجب ہے۔ یعنی ان کا بے علم اور جاہل رہنا مزدوری ہے۔ ان کے لئے بغیر دلیل، علم اور سند کے دین پر چلنا لازمی ہے۔ پیارے بھائیو! اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ کر لو کہ علم اچھی چیز ہے یا بے علمی؟ روشنی اچھی ہے یا ظلمت؟ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں :

اگر ایمان تقلید ہی کا نام ہے (یا فرض واجب ہے) تو امام رازیؒ اور دیگر علماء کرام کیوں لکھتے :

ان التقلید غیر کاف فی الدین (تفسیر کبیر مصری جلد ۵۱۳)
یعنی تقلید دین میں کافی نہیں :

ہاں! شیخ سعدی مرحوم بھی ایسی جلی گئی کیوں کہتے سے
عبادت بتقلید مگر اھی است
خنک رہوے را کہ آگاہی است

خواجہ حافظ شیرازیؒ تو تقلید اور مقلدوں سے بہت خفا ہیں جو کہتے
ہیں سے بادہ خور غم مخور و پسند مقلد مشنور!
اعتبار سخن عام چہ خواہ بودن

حضرت مولانا فرماتے ہیں :

ہم ایک معتبر گواہ کا بیان پیش کرتے ہیں جس سے مقلد کی حیثیت واضح ہوگی۔ گواہ سے مراد ہماری مشہور اہل دل ، صوفی صافی مولانا روم مرحومؒ ہیں جو تقلید اور مقلدین کے حق میں ایسی سخت رائے لکھتے ہیں کہ ہم اس ساری کو نقل نہیں کر سکتے ، الا ایک دو شعر جو سب سے نزم تہ ہیں ، مقلد کے حق میں نقل کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم فرماتے ہیں سے

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث
جز طبع نبود مراد اہل خبیث
اں مقلد ہست چون طفل علیل
گر چہ وارد بحث باریک دلیلی
ہاں ایک اور شعر بھی سن لیجئے :

اں مقلد صد دلیل و صد بیاں
برزباں آرد بندار دینچ جاں

(ربا آتقلید ۳۰۰)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا ارشاد

سیو معلوم ہوا کہ اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے مقابلہ میں کوئی دیگر شخص واجب الطاعت اور لازم المطابعت نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ آپ سراجاً منیراً ہیں اور آفتاب کی موجودگی میں کسی دیگر چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح آپ کے بعد بھی قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی دیگر کا قیاس و اجتہاد اور اس کی عقل و رائے کی کوئی حقیقت نہیں - مولانا رومؒ مثنوی شریف میں اسکے حسب حال ایک خاص عنوان ان الفاظ میں باندھتے ہیں :

در بیان آنکہ اول کسے کہ در مقابل نص صریح قیاس آورد
ابلیس علیہ اللعنة بود (دفتر اول ۵۵)

اس کے ذیل میں نص اور قیاس کا مقابلہ ایک شرعی مسئلہ کی مثال سے کیا خوب سمجھاتے ہیں :

ایں قیاسات و تہرتی روز ابر
یا لبشب مرقلہ را کرد است جبر
لیک با خورشید و کعبہ پیش و
ایں قیاس و ایں تحسری را مچو

مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جب سمت قبلہ معلوم نہ ہو اور اوپر سے ابر ہو یا اندھیری رات ہو تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ نشانات و علامات دیکھ کر غلبہ ظن سے جس طرف تمہارا دل گواہی دے اس طرف منہ کر کے نماز ادا کر لو، نماز ہو جائے گی۔ لیکن جب سورج سامنے ہو، اور سمت معلوم ہو سکتی ہو یا مکہ شریف میں ہوتے ہوئے کعبہ شریف

نظر کے سامنے ہو تو تحری اور قیاس جائز نہیں۔

اس طرح بیشک شریعت نے اجتہاد کی اجازت دی ہے اور اس پر عمل کرنا جائز رکھا ہے۔ لیکن یہ حکم صرف اسی وقت کے لئے ہے۔ جب نص معلوم نہ ہو جیسا کہ حضرت معاذ بن نے آنحضرتؐ کے سامنے عرض کیا تھا، لیکن جب شمس رسالت کی نص موجود ہے تو قیاس کرنا اور قیاسی مسئلہ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (قول سدید)

پھر مولانا نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تبع تابعینؓ کے نیک زمانوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ لوگ نصیص کی موجودگی میں قیاس کی پیروی نہیں کرتے تھے پھر آپ لکھتے ہیں۔

"تذکرۃ الحفاظ من اس طبقہ میں تیسری صدی تک کے علمائے حدیث کا ذکر ہے۔ بس اسی صدی میں تقلید کی تخم ریزی ہوئی، اور ہوتے ہوئے چوتھی صدی میں جدا جدا مستقل مذاہب کی حدیں کھینچ گئیں اور لوگوں کا ایک معین مذہب پر جم جانا اور اسکی پابندی و پیروی کرنا آئین زمانہ یا فییشن قرار پایا۔ اسی لئے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: "جان تو کہ اُمتِ محمدیہ کے لوگ چوتھی صدی سے پیشتر بعینہ کسی خاص مذہب کی تقلید پر نچے نہیں تھے" (قول سدید)

مغز مولانا نے یہ ثابت کیا ہے کہ آیت حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کے اجتہاد، قیاس رائے اور قول کی ضرورت نہیں ہے اور تقلید کی تخم ریزی تیسری صدی میں ہوئی اور چوتھی صدی میں جدا جدا تقلیدی مذاہب پیدا ہوئے۔ پس جب تقلید تیسری صدی میں نکلی اور چوتھی

صدی میں تقلیدی مذاہب کی حدیں کھین تو یہ امر واضح ہو گیا کہ تیسری صدی سے پہلے کے پاکباز لوگ تقلید کو جانتے تھے اور نہ تقلیدی مذاہب رکھتے تھے۔ بلکہ وہ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے تھے۔

علامہ ابن حزم کا ارشاد

وَأَهْرَبُ عَنِ التَّقْلِيدِ فَهَوْ ضَلَالَةٌ

إِنَّ الْمُقَلِّدَ فِي سَبِيلِ الْهَالِكِ

”تقلید (جامد) سے بھاگ کہ وہ گمراہی ہے۔ بے شک مقلد ہلاکت کی راہ پر ہے“

جو شخص حدیث کے مقابلہ میں امام کے بلا دلیل قول کو شرعی حیثیت سے لے لیتا ہے اور حدیث کو چھوڑ دیتا ہے وہ ضرور ہلاکت کی راہ پر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک

تقلید کی دو قسمیں

ضروری مشروط اور حرام

حضرت شاہ ولی اللہ نے تقلید کو ضروری بھی کہا ہے اور حرام بھی۔ ضروری، عامی یعنی بے علم کے لئے اور حرام سنت اور حدیث کے مقابلہ میں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

اعلم ان التقليد على وجهين واجب :- راجع فاحدهما ان يكون من اتباع الرواية دلالة تفصيلا، ان الجاهل بالكتاب والسنة لا يستطيع بنفسه التتبع ولا الاستنباط فكان وظيفته ان يسئل فقيها ما حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسألة كذا فاذا اخبر سواء كان ماخوذا من صريح نص او مستنبطاً منه او مقيساً على المنصوص فكل ذلك راجع الى الرواية عنه صلى الله عليه وآله وسلم ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامة على صحته قرناً بعد قرن بل الامم كلها اتفقت على مثله في شرايعهم وامارة هذا التقليد ان يكون عمله بقبول المجتهد كالشروط بكونه موافقاً للسنة فلا يزال متفحصاً

عن السنة بقدر الامكان فنتي ظهر حديث يخالف
 قوله هذا اخذ بالحديث واليه اشار الائمة قال الشافعي
 اذا صح الحديث فهو مذهبي واذا رايتم كلامي يخالف
 الحديث فاعملوا بالحديث واضربوا بكلامي الحائط و
 قال مالك ما من احد الا وما خوذ من كلامه ومردود
 عليه الا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ابو حنيفة
 لا ينبغي لمن لم يعرف دليلى ان يفتي بكلامي وقال
 احمد لا تقلدني ولا تقلد ن مالي ولا غيره وخذ
 الاحكام من حيث اخذوا من الكتاب والسنة الوجه
 الشافي ان نظره بفقهيته انه بلغ الغاية القصوى فلا
 يمكن ان يخطئ فلهما بلغه حديث صحيح صريح
 يخالف مقالته لم يتركه او ظن انه لما قلده كلفته
 الله بمقالته وكان كالسفيه المحجور عليه فان بلغه
 حديث واستيقن بصحته لم يقبله لكونه ذمته
 مشغولة بالتقليد فهذا اعتقاد فاسد وقول كاسد
 ليس له شاهد من العقل والنقل وما كان من القرون
 السابقة يفعل ذلك - (عقد الجريد ص ۳ مطبع فاروقى دہلی)

خوب سمجھ لو کہ مجتہد کی تقلید کی دو قسمیں ہیں - مزوری (مشروط)
 اور حرام - پس ایک (مزوری مشروط) تو یہ ہے کہ روایت کا اتباع
 باعتبار دلالت کے ہو، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب و
 سنت سے جاہل ہو تو وہ بذات خود تبتیح اور استنباط کی استطاعت

نہیں رکھتا۔ پس اس (جہاں) کا وظیفہ یہ ہے کہ فقہہ (عالم) سے پچھ لے۔
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے
 جب (فقہہ) عالم بتائے تو اس کا اتباع کرے۔ برابر ہے کہ صحیح
 نسخہ سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا مخصوص پر قیاس کیا ہو۔
 یہ سب صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتی ہیں۔
 اگرچہ دلالت ہو۔ اس امر کی صحت پر اُمت کا ہر طبقہ متفق ہے، بلکہ
 تمام اُمتیں اپنی اپنی شریعت میں اس صورت پر متفق ہیں اور اس
 (مزدوری شرطی) تقلید کا نشان یہ ہے کہ اس (بے علم، جاہل) کا غسل
 مجتہد کے قول پر اس شرط سے ہو کہ وہ قول سنت کے موافق ہو پس
 ہمیشہ جہاں تک ہو سکے وہ (بے علم جاہل) سفت کی تلاش میں رہے
 پھر جب اس کو قول کے خلاف حدیث مل جائے تو حدیث پر
 عمل کرے۔ (اور قول چھوڑ دے) اور ائمہ نے یہی اشارہ کیا ہے (چنانچہ
 امام شافعی فرماتے ہیں: جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو میرا
 مذہب وہی ہے اور جب تم میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے خلاف
 ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرا کلام دیوار پر چڑھ دو۔ اور امام مالک
 فرماتے ہیں: ہر شخص کا کلام لے نہیں سکتے ہیں اور اس پر روشنی کر سکتے ہیں۔
 سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں:
 کہ جس شخص کو میرے کلام کی دلیل معلوم نہ ہو اس کو میرے کلام
 کے ساتھ فتویٰ دینا حرام ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ
 میری تقلید نہ کرنا، اور نہ مالک کی تقلید کرنا اور نہ کسی
 اور کی تقلید کرنا اور (دین کے) احکام وہاں سے لینا جہاں سے

انہوں نے لئے ہیں یعنی کتاب و سنت سے اور دوسری تقلید حرام یہ ہے کہ کسی فقیہ کے متعلق یہ گمان کر لے کہ یہ غایت درجے کو پہنچ گیا ہے اس سے خطا ممکن نہیں۔ پھر جب اس (متعصب) مقلد کو قول مجتہد کے خلاف صحیح صریح حدیث مل جائے تو (پھر بھی) قول کو نہ چھوڑے، یا خیال کرے کہ جب میں اس کا مقلد ہو گیا ہوں تو میرے حق میں اس کا قول اللہ کا حکم ہے۔ یہ مقلد ایسا ہے جیسے بے وقوف ممنوع التصرف پھر اگر اس کو حدیث مل جائے اور صحت کا یقین بھی کر لے۔ پھر بھی نہ مانے (اور قول پر ہی عمل کرے) کیونکہ اس کا ذمہ تقلید میں لگا ہوا ہے۔ پس یہ اعتقاد فاسد اور کھوٹی بات ہے اسکا کوئی شاہد نہیں، نہ عقل سے نہ نقل سے اور قرون سابقہ میں سے بھی کوئی نہ مخاجو ایسا کرتا ہو،

(غنفد لجد ۳۲۰ مطبع فاروقی دہلی)

فاریضہ گرام! دیکھا آپ نے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے تقلید بابل اور بے علم شخص کے لئے ضروری قرار دی ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ جس امام کے قول پر وہ مانل ہے اگر وہ قول حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو اس کو چھوڑ دے گا اور حدیث پر عمل کرے گا اور اگر کوئی مقلد ایسا متعصب ہے کہ صحیح صریح حدیث کے ہوتے ہوئے بھی اس کے خلاف قول کو نہیں چھوڑتا تو ایسی جامد تقلید کو شاہ صاحب نے حرام فرمایا ہے، یہ اعتقاد فاسد اور قول کا سد ہے!

حدیث کے مقابلہ میں قول چھوڑ دو!

پھر شاہ ولی اللہ صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب حدیث مل جائے تو امام کے قول کو جو ظن اور تخمین ہے، چھوڑ دینا چاہیئے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں :

فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض
الله علینا طاعته بسند صالح یدل علی خلاف مذہبہ
وترکنا حدیثہ واتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم منا وما
عذرنا یوم یقوم الناس لرب العالمین -

(عقد المجتہد ص ۴۹ مطبع فاروقی دہلی)

پس اگر ہم کو رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح سند سے پہنچ جائے جن کی تابعداری خدائے ہم پر فرض کی ہے۔ اور وہ حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ہو تو اس وقت اگر ہم اس حدیث کو چھوڑ کر اس تخمینے (قول) پر جم رہیں گے تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوگا اور حشر کے دن جب سب لوگ رب العالمین کے حضور پیش ہوں گے ہمارا کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔

شاہ صاحب کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ حدیث کی موجودگی میں جو شخص اُمتی کے قول کو نہیں چھوڑتا، وہ بڑا ظالم ہے اور قیامت کے روز خدا کے سامنے اس کا کوئی عذر کارگر نہیں ہو سکے گا۔ پس یاد رکھیں کہ شاہ صاحب نے جو تقلید کے حق میں لکھا ہے وہ عامی یعنی بے علم اور جاہل کے لئے لکھا ہے کہ وہ لاعلمی کی حالت میں امام سے مسئلہ پوچھ کر اس شرط پر

عمل کرے کہ اگر وہ حدیث کے خلاف ثابت ہو گیا تو فوراً اس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کر لے گا۔ یہ شرطی اور مطلق تقلید ہے جو محل نزاع نہیں

حدیث کے خلاف قیاس پر نہ چلو!

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صریح حدیث سے مسئلہ واضح ہو جائے تو پھر بھی جو شخص اس حدیث کے خلاف کسی قیاس استنباط، رائے اور قول پر جم رہے، ایسے شخص کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

فحیث لا سبب لمخالفة حدیث النبی صلی اللہ علیہ
والہ وسلم الاتفاق خفی او حتمی جلی (عقد الحجید ص ۳)
”پس اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں، سوائے پوشیدہ
نفاق اور ظاہر جماعت کے“

اقوال کو احادیث پر پیش کرو

حضرت شاہ صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اقوال و آراء کو احادیث پر پیش کرو، مطابق ہوں تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

دائماً تفریعات فقیہہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن آنچه
موافق باشد درخیز قبول آوردن والا کالائے بد بہ ریش
خاوند دادن - اُمت را بہ بیچ وجه از عرض مجتہدات بر کتاب

وسنت استعنا حاصل نیست - (وصیت نامہ)

ہمیشہ فقہ کی جزئیات کو قرآن و حدیث پر پیش کرو۔ فقہ کا جو مسئلہ قرآن اور حدیث کے مطابق ہو، اُسے مان لو اور جو ان کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ اُمت میں سے کسی کو بھی اس بات سے بے نیازی ہو نہیں سکتی کہ وہ اماموں کے اجتہادات کو کتاب و سنت سے نہ ملائے۔

صحابہ کا طرزِ عمل

حضرت شاہ صاحبؒ صحابہ کا طرزِ عمل بیان فرماتے ہیں :

وقد تواتر عن الصحابة والتابعين انهم كانوا اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطاً - (انصاف)

یہ بات تو اتر سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کو جب کوئی حدیث پہنچتی تو وہ فی الفور اس پر عمل شروع کر دیتے۔ کسی اور شرط کی طرف نگاہ بھی نہ ڈالتے۔

جب صحابہؓ اور تابعینؒ حدیث پر عمل کرنے کے لئے یہ شرط نہیں لگاتے تھے کہ اس حدیث کو فلاں لے گا تو ہم لیں گے تو آج یہ شرط کیوں لگائی جاتی ہے کہ یہ حدیث اگر ہمارے امام نے لی ہے تو ہم لیں گے !

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہرگز تقلیدِ جامد کے قائل نہیں تھے کہ پڑھے لکھے لوگ اندھا دھند بلا دلیل اقوال کو دین سمجھ کر مان لیں۔ آپ ایسی کورانہ تقلید کی تردید کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

انہم اطمأنوا بالتقليد وحب التقليد في مدد و رهم
 حب النمل و هم لا يشعرون - (انصاف)

”مقلدین تقلید پر جم گئے اور تقلید ان کے دلوں میں چوٹی
 کی چال کی طرح بے خبری میں رچ گئی“

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اقوال رجال پر اندھا دھند جم نہیں
 جانا چاہیے بلکہ تحقیق سے کام لے کر جو اقوال کتاب و سنت کے مطابق
 ہوں، مان لینے چاہئیں اور جو ٹکرائیں ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔

تقلید جامد کا رد

حضرت شاہ ولی اللہؒ تقلید جامد کے رد میں لکھتے ہیں :

”پس اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کی حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں سوائے پوشیدہ
 نفاق کے یا ظاہر حماقت کے“ (عقد المجید)

اس سے اگے آپ فرماتے ہیں :

وهذا هو الذي اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد
 السلام حيث قال ومن عجب العجائب ان النصارى المقلدين
 يقف احداهم على ضعف ماخذ امامه بحيث لا يجد
 لضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقتلده فيه ويترك
 من شهد الكتاب والسنة والاقضية الصحيحة،
 لمذهبهم جهودا على تقليد امامه بل يتحيل لدفع
 ظاهر الكتاب والسنة ويتارلها بالتأويلات البعيدة الباطلة

اور یہ (حدیث کے خلاف قول لینے کا) وہی مضمون ہے کہ شیخ عزالدین ابن عبدالسلام نے جدھر اشارہ کیا ہے کیونکہ کہا ہے کہ بڑا ہی تعجب ہے کہ بعض مقلد فقہا اپنے امام کی ایسی ضعیف بات پر واقف ہوتے ہیں کہ اس کے ضعف کے دفع کی کوئی صورت نہیں ملتی اور وہ پھر بھی اس میں اس کی تقلید کئے جاتے ہیں اور جن کے مذہب کی کتاب اور سنت اور صحیح قیاس شہادت دیتے ہیں، اس کو اپنے امام کی تقلید پر جم کر چھوڑ دیتے ہیں بلکہ ظاہر کتاب اور سنت کے رفع کرنے کے لئے حیلہ سوچتے ہیں اور ان کی دُور از کار جھوٹی تاویلیں گھڑتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ایسے متعصب اور جامد مقلد بھی ہیں جو احادیث پر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اماموں کے قولوں کو لیتے ہیں، تقلید پر جم کر حدیثیں چھوڑ دیتے ہیں۔ پس ایسی تقلید حرام ہے۔ خدا اس سے مسلمانوں کو بچائے۔

پڑھے کلمے مسلمان بھائیو! یاد رکھو، دین کا ہر مسئلہ قرآن اور حدیث کی دلیل سے مانو اور پھر عمل کرو!

عامی کی غیر مشروط تقلید بھی حرام ہے!

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور جو شخص عامی، بے علم ہو اور فقہا میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔ یہ سمجھ کر کہ ایسے شخص سے خطا مشکل ہے اور جو کہتا ہے، شک ہے اور ولی میں یہ بات بھیرا رکھے کہ اسکی تقلید نہ چھوڑوں

اگرچہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہو، (ایسا مقلد) مصداق اس کا وہ حدیث ہے جو ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ عدی بن حاتم نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ یہ آیت پڑھتے تھے :

اِسْتَحْنُوا اَخْبَارَهُمْ وَرَهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ
 مٹھرایا یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں کو پروردگار
 اللہ کو چھوڑ کر۔

فرمایا حضور نے، وہ لوگ ان کی بندگی نہیں کرتے تھے۔ پر ان کا یہ حال تھا : جس چیز کو وہ انہیں حلال بتاتے، اس کو حلال جانتے اور جب ان کو کوئی چیز حرام بتاتے تو اس کو حرام جانتے (مقلد الجید) معلوم ہوا کہ عامی آدمی بھی کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس شرط پر عمل کرے کہ اگر حدیث کے خلاف ہوا تو چھوڑ دے گا اور حدیث پر عمل کرے گا اور اگر وہ امام کے قول پر ایسا جم جائے کہ اس کے قول کے خلاف حدیث بنائی جائے تو حدیث کی طرف کوئی دھیان نہ کرے بلکہ اس قول پر جم رہے تو وہ اس عالم یا امام کو جسکے قول پر جم گیا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر رب بنانے والا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحبؒ تحت آیت فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَشْدَادًا وَاَنْتُمْ

تَعْلَمُونَ فرماتے ہیں :

لہذا پس مت یثروا ساتھ اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو (پ)

دریں جا باید دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر
 است۔ اطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر است و
 معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ ادا مبالغہ احکام
 ندانستہ ربقت تقلید او در گردن اندازد و تقلید او را لازم
 شمارد و با وجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست
 از اتبار او بردارد و این ہم نوعیت از اتخاذ انداد کہ در
 آیه کریمہ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ
 دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ نَكُوْهُمْ آلٍ فَمَوْده اند۔

(تفسیر طبریزی)

مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لیوے
 اور خدا کا حکم اس (تقلیدی حکم) کے مخالف معلوم ہونے کے باوجود پھر
 بھی اس کا اتباع نہ چھوڑے تو اس نے بحکم آیت اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ
 وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ کے (اس امام کو) خدا کا شریک
 ٹھہرا لیا۔

ثابت ہوا کہ حدیث کے مقابلہ میں تقلیدی اعمال شرک ہیں !
 پس ہر بھائی کو خوب چھان بین کرنی چاہیئے کہ وہ کہیں ایسی تقلید تو
 نہیں کر رہا ہے کہ باوجود علم ہو جانے کے حدیث کے خلاف قول پر جما
 ہوا ہو۔ حضرت مولانا اسماعیلؒ کا ارشاد۔

ولیت شحری کیف يجوز التزام تقلید شخص
 معین مع تمکن الرجوع الی الروایات السننولة عن

النبي صلى الله عليه وسلم الصريحة الدالة على خلاف
قول الامام المقلد فان لم يترك قول امام فقيه
ثانبة من الشرك كما يدل عليه حديث الترمذی
عن عدی بن حاتم انه سأل رسول الله صلى الله عليه
وسلم عن قوله "اتخذوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا
مِّنْ دُونِ اللَّهِ" فقال انكم احللتهم ما احلوا وحرمتهم
ما حرموا (تنوير العينين)

مجھے نہیں معلوم کہ کیونکر روا ہو گیا۔ التزام ایک معین شخص کی تقلید
کا، باوجود قدرت رجوع کے ان روایات کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور مرجح ولالت کرتی ہیں۔ قول امام کے خلاف
پر، پھر اگر مقلد امام کے قول کو نہیں چھوڑتا تو اس میں آمیزش شرک
کی ہے چنانچہ ولالت کرتی ہے اس پر وہ حدیث جس کو ترمذی نے
عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے اس آیت اتخذوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا
مِّنْ دُونِ اللَّهِ کے معنی میں پوچھا تو فرمایا (حضور نے)، کہ حلال
بھیڑایا تم نے ان کے حلال بھیڑائے ہوئے کو، اور حرام بھڑایا تم نے
ان کے حرام بھیڑائے ہوئے کو۔

۱۔ اس سے تقلید شخصی کی تردید ہوتی ہے۔

۲۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا
رب بنا لیا۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کا ارشاد

فَطَائِفَةٌ قَدْ تَعَصَّبُوا فِي الْحَتَفِيَّةِ تَعْصَبًا شَدِيدًا
وَالْتَزَمُوا بِمَا فِي الْعَتَاوِي التَّزَامًا شَدِيدًا وَإِنْ
وَجَدُوا أَحَدِيثًا صَحِيحًا وَآثَرًا صَرِيحًا عَلَى خِلَافِهِ
زَعَمُوا أَنَّهُ لَوْ كَانَ هَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحًا لَأَخَذَ
بِهِ صَاحِبُ الْمَذْهَبِ وَلَمْ يُحْكَمْ بِخِلَافِهِ وَبِهَذَا
جَهْلٌ مِنْهُمْ.

(طریق محمدی)

”بعض متعصب حنفی تقلید امام اور کتب فقہ کے فتوؤں کے پیچھے ایسی بری طرح جھمٹے ہوئے ہیں کہ اگر ان کے خلاف صحیح حدیث بھی مل جائے پھر بھی فقہ کے فتاویٰ کو نہیں چھوڑتے (حدیث چھوڑ دیتے ہیں) یہ لوگ جاہل ہیں“

قارئین کرام! یہ جامد تقلید حرام ہے کہ ایک طرف حدیث رسول ہو اور اس کے خلاف قولِ اُمتی ہو تو حدیث چھوڑ کر قول لے لیں، کتنی بڑی جسارت اور جہالت ہے۔ بس ایسی تقلید سے حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ منع کر رہے ہیں۔

حنفی شافعی وغیرہ بننے کا خدا نے حکم نہیں دیا

شیخ الکلی حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب نور اللہ مروندہ اپنی مایہ ناز کتاب ”معیار الحق“ میں لکھتے ہیں کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں۔

إِعْلَمُ أَنَّه لَمْ يَكُنْ، اللهُ تَعَالَى أَحَدًا مِّنْ عِبَادِهِ
 بَأَن يَكُونَ شَيْئًا أَوْ مَالِكِيًّا أَوْ شَافِعِيًّا أَوْ حَنْبَلِيًّا
 بَلْ أَوْجَبَ عَلَيْهِمُ الْإِيمَانَ بِمَا بَعَثَ بِهِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (معیاریحی بحوالہ قول سدید)

جان لے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو حنفی مالکی
 یا شافعی یا حنبلی بننے کا حکم نہیں دیا، بلکہ سب بندوں پر فرض کیا
 ہے کہ وہ سیدنا حضرت مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری
 کریں اور جو کچھ حضور سید العرب والعم لائے ہیں (یعنی کتاب و سنت)
 اس پر ایمان لائیں۔

خدا شاہ صاحب کو نیک جزا دے، انھوں نے کتنی سچی بات
 کی ہے کہ خدا نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی
 شریعت پر ایمان لانے اور آپ کی تابعداری کا حکم دیا ہے۔ حنفی
 مالکی، شافعی، حنبلی بننے کا مکلف نہیں کیا۔ پھر علماء کیوں زور
 دیتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کر کے ضرور حنفی یا مالکی یا شافعی یا
 حنبلی بنو۔ علماء کو تو صرف کتاب و سنت کے اتباع پر زور دینا چاہیے
 کہ سب اہل سنت بنو۔ اہل حدیث ہو کر خدا رسول کے فرامین پر عمل
 کرو اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی نہیں چاہیے کہ وہ بجائے عمل
 بالمعدیث کے اُمتیوں کے اقوال کو اندھا دھند مانتے جائیں۔

حضرت ملا علی قاری کا ارشاد

ومن المعلوم ان الله سبحانه وتعالى ما لكف احد

ان يكون حنفيا او مالكيا او شافعيا او حنبليا بل كلفهم
ان يصالحوا بالسنة ان كانوا علماء او يقلدوا علماء ان
كانوا جهلاء (عميارالحق شرح عين العلم)

” یہ بات معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی
حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ یہ تکلیف دی ہے کہ حدیث
پر عمل کریں۔ اگر عالم ہیں اور اگر جاہل ہیں تو علماء کی پیروی کریں۔“

مولانا عبدالحی لکھنوی کا فتوے

سرتاج علماء اہل سنت حضرت مولانا عبدالحی حنفی ارشاد فرماتے ہیں :
” مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا۔“
(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد ۳ صفحہ ۲۰۸)

ثابت ہوا ان فتاویٰ سے کہ حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں
کیا گیا اور حضور انور اور صحابہؓ کے وقتوں میں حنفی، شافعی وغیرہ
ناموں سے مسلمان موسوم نہ تھے تو پھر آج ان ناموں سے موسوم ہونا
کیونکر ضروری ہو گیا۔

محمدی کیوں نہیں کہلاتے

اگر آپ نے اپنے آپ کو ضرور ہی کسی انسان کے نام کے ساتھ

یعنی جاہل اور بے علم لوگ علماء سے مسائل پوچھ کر عمل کریں اور پوچھیں

اس طرح : حضرت مولانا ! اس مسئلہ میں کیا حکم ہے خدا کا یا آپس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ از راہ کریم آیت یا حدیث سے جواب مرحمت فرمائیے

اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ پھر جو جواب عالم نے وہ بے علم اس پر عمل کرے (مسئلہ)

منسوب، لڑا ہے تو پھر خدا کے سچے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ منسوب کر کے محمدی کیوں نہیں کہلاتے؟ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی نسبتوں کے بجائے محمدی نسبت تو بڑی پیاری نسبت ہے۔ پھر اس پیاری اور محبوب ترین نسبت کو تمام جہان کی نسبتوں پر ترجیح دینی چاہیے۔

مسلمان بھائیو! آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی تابعداری آپ پر خدا نے قرآن میں فرض کی ہے، جنکی سنت اور حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور جنہوں نے خدا کے اذن کے بعد قیامت کو آپ کی شفاعت کرنی ہے۔ پھر اُمتیوں کی تقلیدی نسبتوں کو چھوڑ کر حضور کے طریقے پر چلو۔ سیدھے اہل سنت، اور اہل حدیث بنو۔ بھائیو! سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی طرف نسبت کر کے محمدی کہلاتے ہوئے تو آپ کو شرم اور عار آئے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نام کی طرف خود کو منسوب کر کے حنفی کہلا کر آپ فخر کریں۔ آخر کیوں؟ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ نے برگز نہیں کہا تھا کہ میں مقلد بنکر حنفی کہلانا، ان کا مذہب حدیث تھا۔ پھر آپ بھی براہ راست حدیث پر چلیں۔

تقلید یہود کا نمونہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تقلید یہود کا حال بیان کرتے ہیں۔

آپ بغور ملاحظہ فرمائیں اور ایسی جامد تقلید سے بچیں :

وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَرَى الْيَهُودَ فَإِنظُرْ إِلَى عُلَمَاءِ

السُّورِ مِنَ الَّذِينَ يَطْلُبُونَ الدُّنْيَا وَقَدِ اعْتَادُوا تَقْلِيدًا
السَّلَفِ، وَأَعْرَضُوا عَنِ نُصُوصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَتَمَسَّكُوا
بِنَعْتِ عَالِمٍ وَتَشَدُّدٍ، وَاسْتِخْصَانِهِ، وَأَعْرَضُوا عَنِ
كَلَامِ الشَّارِعِ الْمُعْصُومِ وَتَمَسَّكُوا بِأَدْيَا أَدِيثِ مَوْضُوعَةٍ
وَتَأْوِيلَاتٍ، فَاسِدَةٌ كَانَتْهُمْ هُمْ (فوزا کبیر)

”اگر تم چاہتے ہو کہ یہودیوں کا نمونہ دیکھو تو ان بڑے علماء
کو دیکھو جو دنیا طلب کرنے میں مشغول ہیں۔ جن میں
تقلید (جامد) گھر کر چکی ہے، جم گئی ہے جو کتاب و
سنت سے منہ موڑ کر ایک ہی امام کے نرم گرم کے
پیچھے لگا گئے ہیں اور شارع معصوم حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام (حدیث) کو چھوڑ رکھا ہے،
اور اپنے امام کے قول کو لغو تاویلوں اور جھوٹی حدیثوں
سے مضبوط کر کے اسی پر تمسک کر بیٹھے ہیں گویا کہ یہودی
ہی ہیں“

شاہ ولی اللہ کے ارشاد کا مطلب

حضرت شاہ صاحب نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم چاہتے
ہو کہ یہودیوں کا نمونہ دیکھو تو ان بڑے علماء کو دیکھو لو جو دنیا
طلب کرنے میں مشغول ہیں “ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اس
امت کے بڑے علماء کا ذکر کر رہے ہیں۔ جن میں تقلید جامد
گھر کر گئی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہود کے نمونے کی تقلید اس
امت میں بھی موجود ہے۔ پھر شاہ صاحب اس امت کے بڑے لوگوں

کی تقلید کی کیفیت بیان کر کے فرماتے ہیں کَاَتَهُمْ هُمْ كَوِيَا كَرِيه
(جامد تقلید کے باعث) یہودی ہی ہیں؟

یہود کی سنی تقلید سے بچیں

حضرت شاہ صاحب کے ارشاد مذکور سے معلوم ہوا کہ جو علماء
طلبِ دنیا نے دوں کی خاطر حدیثِ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو چھوڑ کر اس کے خلاف وائتہ کسی کے قول کو پکڑ لیتے ہیں
رسولِ معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر کے غیر
معصوم امتی کی رائے پر عمل کرتے ہیں، گویا دنیا طلبی کی خاطر کتاب و
سنت کے مقابلہ میں تقلید کرتے ہیں۔ وہ یہودوں کے نقشِ قدم پر
ہیں اگر یہود کا نمونہ دیکھنا ہو تو نصوصِ کتاب و سنت سے اعراض
کرنے والوں مقلدوں کو دیکھ لو بیشک بقولِ شاہ ولی اللہ صاحب
یہ علماءِ سواد ہیں۔ دنیا مل جائے۔ دین جاتا ہے تو جائے۔ پھر ان کا
یہ حال ہے کہ اسی تقلید کی آڑ میں عوامِ کالانعام کو اندھا دھند
اپنے پیچھے لگاتے ہیں۔ بلا دلیل قصے کہانیاں سنا سنا کر ان

لَهُ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمْكِيًّا وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝

(پ ۹۶) اور بعض ان (یہودیوں) میں سے ان پڑھ ہیں نہیں جانتے کتاب (تورات)
کو، مگر آرزو میں اور نہیں وہ مگر گمان کرتے، یعنی ان بے علم لوگوں نے اپنے علماء و مشائخ
کی بتائی ہوئی جھوٹی باتیں سن رکھی ہیں۔ وہ ان کا ذیبا پر گمان رکھتے اور عمل کرتے ہیں کچھ
دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔

کے ایمان خراب کرتے ہیں جو ان کے منہ سے نکل گیا وہ عوام کے لئے مسند بن گیا۔ دنیا طلب کرنے والے پیر اور مولوی اپنے مریدوں اور معتقدوں کو اسی تقلید کی بدولت ہی "بے زبان" بنا کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں، بھیر بھری بنا کر ان کی "اُون" اتارتے ہیں۔ یہود کے علماء کا بھی یہی حال تھا کہ وہ بلا دلیل باتیں سنا سنا کر اپنا اُو سیدھا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے:

اتَّخَذُوا الْاَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ (پط ۱۷)
 "پکڑا انہوں (یہودیوں اور عیسائیوں) نے اپنے عالموں اور
 درویشوں کو رب، اللہ کے سوا"

اس آیت کا مطلب حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں۔

اِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُوهُمْ وَ لِكِنَّهُمْ كَانُوا رَاذًا
 اَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ
 شَيْئًا حَرَّمُوْهُ (ترمذی کے شریفین)

وہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن حلال جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل، حلال کہہ دیتے تھے۔ اور حرام جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل، حرام کہہ دیتے تھے۔"

مذکورہ آیت میں خدا نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔ اس رب بنانے کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ عوام اپنے علماء و مشائخ کے بلا دلیل اقوال۔ حرام حلال کو چپ کر کے مان لیتے تھے۔ ان سے کوئی دلیل تورات انجیل سے نہ پوچھتے تھے گویا ان کے جامد مقلد

تھے، انہیں بنکر ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

مسلمانے مجھاثو! آیت مذکورہ اور اس کی تشریح رسول سے سبق حاصل کرو کہ جامد مقلد بنکر اپنے علماء مشائخ کے پیچھے نہ چلو، علماء کے بلا دلیل اقوال کو آنکھیں بند کر کے عمل میں نہ لاؤ۔ بلکہ اچھی طرح چھان بین کرو، اگر وہ اقوال حدیث کے مطابق ہوں تو سر آنکھوں پر رکھو اور اگر خلاف ہوں تو چھوڑ دو۔ جو علماء آپ کو روانہ تقلید کا اسیر بنا کر گھڑے ہوئے قصے کہانیاں سناتے اور اہل سنت نام لکھتے ہیں وہ آپ کے خمیر خواہ نہیں ہیں۔ سنت دلیل ہے نور ہے اس پر عمل کرو، پھر آپ اہل سنت ہیں اور تقلید کے معنی یہی ہیں بے دلیل قول لینا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بے دلیل قول حدیث کے خلاف ہو اور آپ اس پر عمل کر کے غلطی کے مرتکب ہو جائیں۔ خدا نے جو علماء و مشائخ کی بے سند، محض زبانی باتوں، حرام حلال، جائز ناجائز کو مان لینا ان کو رب بنا کر فرمایا ہے صرف اس لئے کہ عوام ہوشیار ہوں، دینی باتیں آنکھیں کھول کر مانیں۔

حنفی شافعی شاگردی نسبتیں ہیں :

یہ جو اسلاف میں بعض اماموں اور عالموں کو حنفی یا شافعی کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ علم و فضل کے آفتاب یہ اصطلاح فقہی مقلد تھے۔ تقلید کی ماہیت میں تو عدم علم داخل ہے اور وہ قرآن اور حدیث کے بڑے عالم تھے پھر مقلد کس طرح ہوئے؟ ہاں یہ ان کی شاگردی نسبتیں تھیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے

درس کے تلامذہ حنفی کہلانے لگے اور امام شافعیؒ کے شاگرد شافعی مشہور ہو گئے جیسے علی گڑھ یونیورسٹی کے سنیافتہ ”علیگ“ کہلاتے ہیں۔ دیوبند کے دیوبندی موعظہ

تقلید کوئی دین کا مسئلہ تو ہے نہیں، قرآن و حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے نیک زمانوں میں اس نام سے کوئی واقف نہ تھا۔ یہ ایجاد فی الدین چوتھی صدی میں معرض وجود میں آئی جس نے لوگوں کو بے زبان بنا کر رکھ دیا، اپنے بڑوں کی بے دلیل باتوں کو دین مانتے جاؤ۔ علامہ اقبالؒ نے سچ فرمایا ہے

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

مقلد فقہی تعریف کے لحاظ سے بے علم ہے اس لئے نہ اس کی ذاتی رائے ہے نہ خیال کی آزادی ہے نہ تحقیق کر سکتا ہے، نہ دلیل پوچھ سکتا ہے۔ ساری زندگی میں اس بے بسی کی حالت میں رہتا ہے لیکن چھٹکارا نہیں پاتا۔ دین میں جامد مقلد کی اس بے بسی عاجزی اور مجبوری کے پیش نظر علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ اس تقلید سے جو دین میں سوچنے، سمجھنے، غور و فکر کرنے اور علم حاصل کرنے سے روکتی ہے اور انسان کو تازلیست جاہل بن کر رہنے کا سبق دیتی ہے خودکشی بہتر ہے۔ چونکہ خودکشی شریعت میں حرام ہے، منع ہے، لہذا تقلید مذکور اس سے بڑھ کر منع ہوتی۔

اس سے مسلمانوں کو یہ سبق دینا مقصود ہے کہ وہ بے علم اور

جاہل نہیں۔ خوب علم پڑھیں، قرآن و حدیث سیکھیں اور علی و جبر البصیرت عمل کریں۔ علماء سود کی محض سنی سنائی باتوں کو پلے نہ باندھ لیں۔
 رستہ بھی ڈھونڈو: یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں راہ حق کی تلاش کر، کتاب و سنت کو اپنا امام بنا۔ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے۔
 یعنی تقلید جامد نہ کر!

عقل دلیل چاہتی ہے!

چونکہ عقل دلیل چاہتی ہے اور تقلید بے دلیل منواتی ہے لہذا مقلد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عقل و فکر سے کام لے اور دلیل پوچھے۔ اسے لازم ہے کہ "ناہیت" بنکر امام کے پیچھے چلے، تا زیست بے علم ہے

تقلید شرطی درست ہے!

عامی بے علم اور جاہل شخص کو کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو جب کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے گی تو لا محالہ اسے پوچھنا پڑے گا۔ پھر وہ کسی عالم ربانی سے پوچھ لے۔ چونکہ پوچھنے والا بے علم ہے دلیل نہیں جانتا اس لئے وہ عالم خدا سے ڈر کر خدا رسول کا حکم بتائے۔ آیت حدیث سے مسئلہ سمجھاتے پھر وہ بے علم اس پر عمل کرے اور اس شرط سے کرے کہ اگر یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ثابت ہو گیا تو اسے چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے گا۔ یہ ہے بوقت لاعلمی تقلید شرطی عامی کی۔ جس سے کسی کو انکار نہیں خدا نے فرمایا ہے: فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ اگر تم بے علم ہو تو اہل علم سے پوچھ لو، پس تقلید کو بے علمی لازم ہوئی

تو بے علم مقلد ہو سکتا ہے، علم والا نہیں۔

تقلید شخصی!

امام الاحناف جناب شیخ ابن ہمامؒ ارشاد فرماتے ہیں :

فَلَا دَلِيلَ عَلَى وُجُوبِ اِتِّبَاعِ الْمُجْتَمِعِ الْمُعْتَمَدِ بِالزَّكَاةِ
نَفْسِهِ ذَلِكَ قَوْلًا أَوْ شَرْعًا - (فتح القدير)

”تقلید شخصی کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے!“

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں :

مَنْ دَعَا حَدِيثًا قَالَ بَعْضُ مَشَارِئِحِنَا يَسْفِرُ
(حقیقت الفقہ بحوالہ منہج الانہر)

”حدیث کو رد کرنے والا کافر ہے“، معنی حدیث کے خلاف قول پر عمل کرنے اور حدیث کو از روہ تعصب چھوڑ دے۔“

حضرت امام ابو یوسفؒ سے سوال ہوا کہ آپ حضرت امام اعظمؒ کی کہاں تک دین میں مانتے ہیں، آپ نے فرمایا :

رَأَيْتُمْ كَانَتْ مَدْرَسًا فَمَا كَانَ مِنْ تَوَلِّي حَسَنٍ قَبْلَنَا
وَمَا كَانَ قَبِيحًا تَرَكْنَا عَلَيْهِ

طریق محمدی بحوالہ جز تاریخ بغداد للخطیب،

حضرت امام ابو حنیفہؒ (دین کے)، ایک مدرس تھے جو ان کی اچھی باتیں ہوتیں ہم لے لیتے اور جو غیر اچھی ہوتیں چھوڑ دیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ ان کے مقلد نہ تھے۔ جب اچھی باتیں لیتے اور غیر اچھی چھوڑتے تھے تو ضرور تحقیق کرتے تھے اور جو تحقیق

کرے وہ محقق ہونا ہے ، مقلد نہیں ہوتا ۔

امام ابوحنیفہؒ سے تقلید کی مانعت

تقلید کے بارے میں ائمہ اربعہ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ انہی تقلید کی جاٹے ۔ اندھا دھند ۔ بلا دلیل ان کے اقوال پر شرعی حیثیت سے عمل کیا جاٹے ۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں :

حَرَامٌ عَلَيَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيلِي اَنْ يُفْتِيَ بِكَلَامِي
 "میرے قول پر فتوے دینا حرام ہے جب تک میری بات کی
 دلیل معلوم نہ ہو" (میزانہ شعرائی)

معلوم ہوا کہ اگر امام کا قول مدلل ہو یعنی قرآن اور حدیث کی سند کے ساتھ ہو تو وہ قول مسئلہ فتوے ہو سکتا ہے ۔ قابل عمل ہے ، اور اگر بے دلیل ہے تو قابل عمل نہیں ۔ پھر جو علم والے بلا دلیل قول امام کو دین کی چیز سمجھ کر مانتے ہیں ، وہ امام صاحب کے تابعدار نہیں ، کیونکہ امام صاحب نے قول بے دلیل پر فتوے دینا حرام فرمایا ہے ۔ خدا رحمتس نازل کرے امام صاحب پر کہ انہوں نے کتنی حق بات کہی ہے ۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں :

اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَكُتِبَ لِلَّهِ يُخَالِفُهُ فَاشْرِكُوا قَوْلِي
 بِكِتَابِ اللَّهِ فَعَيْلٌ اِذَا كَانَ خَيْرَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَالِفُهُ قَالَ اشْرِكُوا قَوْلِي بِخَيْرِ الرَّسُولِ
 فَعَيْلٌ اِذَا كَانَ قَوْلُ الصَّحَابَةِ يُخَالِفُهُ قَالَ اشْرِكُوا قَوْلِي
 بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ (روضة العلماء عقداً الحميد)

”جب میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو، لوگوں نے پوچھا جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا: اس وقت بھی چھوڑ دو، پھر پوچھا: جب صحابہؓ کے فرمان کے خلاف ہو؟ کہا تب بھی چھوڑ دو“

اِذَا رَأَيْتُمْ كَلِمَاتًا يَخَالَفُ ظَاهِرَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ
فَاعْمَلُوا بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاصْرِبُوا بِكَلِمَاتِ الْحَائِطِ
(میزان شعرانی)

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب دیکھو کہ ہمارے اقوال قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں تو قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو دیوار پر دے مارو۔

حضرت امام صاحبؒ کا آپ زرنے لکھنے کے لائق یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے۔ اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي (عقد الجید) ”صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے“ معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث تھے کیونکہ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب حدیث ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام عالی مقام حدیث کو مذہب مانتے ہیں، پھر آج امام ابوحنیفہؒ کے مقلد کیوں بجائے مذہب حدیث رکھنے کے حنفی مذہب رکھتے ہیں۔

امام صاحب نہ اپنی تقلید کے لئے کہیں، نہ اپنے اقوال پر تمسک کرنے کو فرمائیں، نہ کوئی حنفی مذہب جاری کریں وہ بار بار کتاب و سنت، اور حدیث پر عمل کرنے کا ارشاد فرمائیں۔ اپنا مذہب حدیث بتائیں۔ لیکن حنفی ہیں کہ آپ کی ایک نہ سنیں۔ بھائیو! خدا کا حکم سنو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

پر عمل کرو اور امام ابوحنیفہؒ کے کہنے کا پاس کرو
 آپ کیوں تقلید شخصی کرتے ہیں۔ جس کا نہ خدا نے حکم دیا۔ نہ
 رسول خدا نے اور نہ امام ابوحنیفہؒ نے؛ اور پھر آپ فرم سے کہتے ہیں،
 کہ ہم اہل سنت ہیں اور اہل سنت ہونے کے دعویٰ کا ثبوت یہ دیتے
 ہیں کہ سنت کے مقابلہ میں قول پر عمل کرتے ہیں اور سنت چھوڑ
 دیتے ہیں۔ یہ متعصب اور ضدی مقلدوں کا حال ہے ہاں جو حدیث
 کے مقابلہ میں قول چھوڑ کر حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ اہل سنت۔
 و الجماعت ہیں۔

مَا جَاءَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّأْسِ
 وَالْعَيْنِ (ظفر الامامیہ)
 حضرت امام صاحب فرماتے ہیں جو حدیث سے ثابت ہو وہ
 سر آنکھوں پر ہے“

(۱۹) حاشیہ ص ۱۹۱) خدا فرماتا ہے: هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ۔ دلیل لاؤ؛ جب دلیل کا مطالبہ ہو تو تقلید
 کہاں رہی۔ کیونکہ تقلید بے دلیل قول کے ماننے کو کہتے ہیں۔

(۱۹) حاشیہ ص ۱۹۱) حضور فرماتے ہیں میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چکا ہوں، جب تک انہیں مضبوط نکلے
 پہنوں گے۔ ہرگز نگراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اسکے رسول کی سنت ہے (مشکوٰۃ) جب
 کتاب اور سنت کو مانا تو دلیل موجود ہو گئی۔ اب بھی تقلید نہ رہی تو مقلد نے امام کے بلا دلیل قول کو
 دین مان کر خدا اور اس کے رسول کی کیا مانی؟

(۱۹) صفحہ ۱۹۱) امام صاحب فرماتے ہیں: إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَمَوْهَدٌ هَبِيْ مِيرَانْدِيبِ مِيعِ
 حدیث ہے (معد الجید) تو پھر حنفیوں کو بھی اپنا مذہب لفرمان امام صاحب حدیث ہی قرار دینا چاہیے۔

جب مذہب حدیث رکھنے کی بجائے تقلیدی مذہب اختیار کیا تو امام صاحب کا ارشاد بھی نہ مانا۔ (محمد صادق)

حنفی بھائیو! امام صاحبؒ کے اس فرمان کے مطابق جو مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے اس کو سراسر آنکھوں پر رکھ لو، یہ نہ کہنا کہ حنفی مذہب کے خلاف ہے اس لئے ہم نہیں مانتے۔ حضرت امام صاحبؒ نے مذہب حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیا۔

میزان شرعی میں ہے :

وَرَوَى الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي الْفَتْوَاهِ الْمَكِّيَّةِ بِسَنَدِهِ
إِلَى الْأَمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ كَانَ يَقُولُ يَا كُمْ وَالْقَوْلُ
فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى بِالرَّأْيِ وَعَلَيْكُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ
فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ (حقیقۃ الفقہ)

”روایت کیا ہے شیخ محی الدینؒ نے فتوحات مکہ میں ساتھ اپنی سند کے جو امام ابو حنیفہؒ تک پہنچتی ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ بچو لوگو اس بات سے کہ دین میں کوئی بات رائے سے کہو اور لازم پکڑو سنت کی پیروی کیونکہ جو کوئی سنت سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا، غور کریں کہ حضرت امام صاحبؒ نے اتباع سنت پر زور دیا ہے۔ یہی بات اہل حدیث کہتے ہیں کہ حدیث اور سنت پر عمل کرو۔ تو اہل حدیث نے حضرت امام صاحبؒ کی بات مان لی۔ حنفی بھائیو! آپ بھی مان لو اور سنت اور حدیث پر جان چھڑکو۔“

میزان شرعی میں ہے :

وَدَفَلَ اشَّخْصٌ مِنَ الْكُوفَةِ بِكِتَابٍ ذَانِبًا فَكَادَ
أَبُو حَنِيفَةَ أَنْ يَقْتُلَهُ وَقَالُوا لَهُ كِتَابُ سِنَى الْقُرْآنِ
وَالْحَدِيثِ (حقیقۃ الفقہ)

ایک شخص کو ذمہ میں دانیال کی کتاب لے کر آیا تو امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے لوگ اس کے قتل کے درپے ہو گئے ، اور کہنے لگے کیا قرآن اور حدیث کے سوا کوئی اور کتاب بھی (دین میں) ہے ؟

حنفی بھائیو! حضرت قرآن اور حدیث کو ہی دین مانو اور اسی پر ہی عمل کرو، غور کرو کہ حضرت امام صاحب ایک شخص کے ہاتھ میں قرآن اور حدیث کے علاوہ اور کتاب برداشت نہ کر سکے۔

تحفة الاختیار فی بیان الابرار میں ہے :

وَقَالَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ لَا تُقَلِّدُونِي وَلَا تَقَلِّدُوا مَالِكًا وَلَا غَيْرًا وَخِذُوا بِالْأَحْكَامِ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَنِ كَذَلِكَ فِي الْمِيزَانِ وَغَيْرِهِ (حقیقت الفتح)

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالکؒ کی ، اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور احکام دین وہاں سے لینا، جہاں سے انہوں نے لئے ہیں کتاب و سنت سے

یاد رکھیں ، حضرت امام صاحبؒ نے صاف فرما دیا ہے کہ میری تقلید نہ کرنا یعنی بغیر دلیل کے انڈھا دھند میری باتوں کو نہ ماننا اور کتاب و سنت پر عمل کرنا۔

امام احمد بن حنبل کی تقلید سے منع

لَا تُقَلِّدُونِي وَلَا تَقَلِّدُوا مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَلَا الثَّوْرِيَّ وَخُذُوا مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا (عقد الجید)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں : ہرگز نہ میری تقلید کرنا،

اور نہ امام مالکؒ کی اور نہ امام شافعیؒ کی اور نہ امام اوزاعیؒ کی، اور نہ امام ثوریؒ کی تقلید کرنا (سنو)، جہاں سے یہ تمام امام، دین کے مسائل لیتے تھے۔ تم بھی وہیں (قرآن اور حدیث) سے ہی لینا!

جبکہ امام صاحبؒ نے صاف فرمایا کہ ہرگز میری اور دوسرے ائمہ کی تقلید نہ کرنا، تو پھر مقلد بھائیوں کو چاہیے کہ وہ تقلید جامد ترک کر کے براہ راست کتاب و سنت پر عمل کریں۔

وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَقُولُ لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
كَلَامٌ - (عقد الحمید)

حضرت امام احمد فرمایا کرتے کہ کسی کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر جب حدیث صحیحہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی جائے تو کسی کا حق نہیں کہ وہ اس کے سامنے اپنے امام کا قول پیش کرے ایسا کرنے کے خیال سے اس کو لرز جانا چاہیے۔

قَالَ لَا تَقْلِدُوا دِينَكُمْ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ لَدَاءِ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ قَدْ خُذَ بِهِ تَمَّ التَّابِعِينَ
بَعْدَ الرَّجُلِ فِيهِ مُخْتَارٌ (معلم الموقنین)

امام احمدؒ فرماتے ہیں، اپنا دین ان میں سے کسی ایک کی تقلید (شخصی) کر کے مت سپرد کرو۔ (سنو) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر آپ کے صحابہؓ سے پہنچے اس پر عمل کرو۔ پھر تابعینؒ سے انسان مختار ہے۔

مطلب یہ کہ حضور کی حدیث کے مطابق مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔

کا راستہ اختیار کرو اور کسی کی تقلید مت کرو۔ مجھایو! سن رہے امہ کرام
کے ارشادات!

امام شافعیؒ کی تقلید سے ممانعت

قَالَ الشَّافِعِيُّ إِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَكَانَ السَّبِيحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِلَافَ قَوْلِي فَمَا يَهْرَجُ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَىٰ فَلَا تُقَلِّدُونِي (عقد الحجید)

”امام شافعیؒ نے فرمایا: جب میں کوئی مسئلہ کہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف کہا ہو تو جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہو وہی اولیٰ ہے پس میری تقلید مت کرو“

إِنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَدَّ هَبِي إِذَا رَأَيْتَهُ كَلَامِي يُخَالِفُ الْحَدِيثَ فَأَعْمَلُوا بِالْحَدِيثِ وَامْتَرُوا بِكَلَامِي الْحَائِطِ - (عقد الحجید)

حضرت امام شافعیؒ فرمایا کرتے۔ جب صحیح حدیث مل جائے پس (جانو) کہ، میرا مذہب وہی ہے (اور) جب میرے کلام کو حدیث کے مخالف دیکھو تو (خبردار) حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔

فَقَدْ صَحَّ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّ مَنِيَّ عَنْ تَقْلِيدِهِ وَ تَقْلِيدِ غَيْرِهِ - (عقد الحجید)

بیشک حضرت امام شافعیؒ سے ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے:

فَقَالَ الشَّافِعِيُّ مَثَلُ الَّذِي يَطْلُبُ الْعِلْمَ بِلَا حُجَّةٍ

كَمَثَلِ حَاطِبٍ لَيْلٍ يَحْمِلُ حَزْمَةَ حَاطِبٍ وَفِيهِ اَفْوَى تَلَدَعُهُ
 وَهُوَ لَا يَدْرِي - (اعلام الموقعين)

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو علم (دین کے مسائل و احکام) کو بلا دلیل طلب کرتا ہے، رات کے لکڑیٹاپے کی طرح ہے جو ایندھن کا بوجھ اٹھائے جاتا ہے جس میں سانپ ہے کہ ڈسے گا اسے اور وہ نہیں جانتا۔

پسندے حضرت امام شافعیؒ کے ارشادات سے بھی ثابت ہوا کہ براہ راست قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور کسی کی تقلید شخصی نہ کرو، بلا دلیل - اندھا دھند کسی کی نہ مانو!

امام مالکؒ کی تقلید سے ممانعت

مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَ مَا خُوذُ مِنْ كَلَامِهِ وَمَرْدُودٌ عَلَيْهِ
 إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عقد الحمید)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں: جہاں میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کی باتیں درست اور بعض غلط نہ ہوں، پھر اس کی درست باتیں لے لی جاتی ہیں اور غلط رد کر دی جاتی ہیں، سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضورؐ کی تمام باتیں صحیح، سچی، درست اور مان ہی لینے کے لائق ہیں۔ ایک بات بھی ساری زندگی کی چھوڑنے کے قابل نہیں!

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر غیر نبی کی بات دین میں دلیل اور حجت کے

ساتھ ماننی چاہیے کیونکہ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی معصوم
عن الخطا نہیں ہے اس لئے حضور کے سوا ہر کسی کے قول کو کتاب اور سنت
کی دلیل کے ساتھ مانو، اندھا دھند تقلید نہیں کرنی چاہیے۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُمِطْتُ أَفْئِدَتِي فَأَنْظُرُوا فِي رَأْيِي نَكَلٌ مَّا وَافَقَ
الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَمَنْ دُرِدْهُ وَكَلَّ مَالَهُ يُوَارِقُ فَأَنْزِلْهُ

(حقیقت الفطر بجا الہ جلب المنفعت)

امام مالکؒ فرماتے ہیں: سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک انسان
ہوں، کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے اور کبھی غلط، تو تم میری اس
بات کو جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو، چھوڑ دیا کرو۔

یعنی میری جامد تقلید مت کرو کہ اندھا دھند بلا دلیل میری
سب باتیں مانتے جاؤ، بلکہ تحقیق کرو جو بات قرآن و حدیث کے مطابق ہو
مانو، جو مطابق نہ ہو چھوڑ دو!

خدا ائمہ اربعہ پر اپنی لاکھوں رحمتیں نازل کرے کہ انہوں نے صاف
طور پر اپنی تقلید شخصی سے منع کیا ہے۔ بار بار کہا ہے کہ ہماری جو بات
حدیث سے ٹکرائے اسے چھوڑ دو، دیوار پر مار دو۔ پھر تمام مقلد بھائیوں
کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ائمہ اربعہ کے ارشادات کے مطابق تقلید
شخصی چھوڑ دیں یعنی مقلد نہ بنیں کیونکہ ہر امام نے اپنی تقلید سے منع
کیا ہے اور فرمایا ہے کہ براہ راست قرآن اور حدیث پر عمل کرو۔

ائمہ امت اور علماء کی تقلید سے ممانعت

کتاب الرد علی من اخذ الی الارض میں علامہ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں :

هَلْ اَبَاحَ مَالِكٌ وَابُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيَّ قَطًّا لِاِحَدٍ
تَقْلِيْدًا هُمْ حَاشَا لِلّٰهِ مِنْهُمْ بَلْ اِنَّهُمْ قَدْ نَهَوْا عَنْ
ذٰلِكَ وَلَوْ رَفِئْتُمْ حُوْلًا لِاِحَدٍ فِيْهِ (معیار الحق)
” ہرگز روا نہیں رکھا امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ
نے کسی کے لئے اپنی تقلید کو بلکہ بلاشک انھوں نے اس
سے منع کیا ہے اور کسی کو اس بات میں ڈھیل نہیں دی“

غور کریں کہ ائمہ مجتہدین نے (خدا کی ان پر رحمت ہو) اپنی اور ہر کسی کی
تقلید سے منع کیا ہے۔ برادرانِ احناف کو ائمہ کرام کے ارشاد پر عمل
کرنا چاہیئے۔

وَقَدْ كَانَ الْاِسْمَةُ الْمُبْتَدِئُونَ يَحْتَوُونَ اصْحَابَهُمْ
عَلَى الْعَمَلِ بِظَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَقُولُونَ اِذَا
رَأَيْتُمْ كَلَامًا مِّنْ اِيْحَالِفُ ظَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاَعْمَلُوا
بِالْكِتَابِ وَاصْرَبُوا بِكَلَامِنَا الْحَائِطِ

(حقیقت الفقہ بحوالہ میزان شریفی)

یہ شک تمام ائمہ مجتہدین نے اپنے شاگردوں کو بظاہر کتاب و سنت
پر عمل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تم ہمارے

کلام کو بظاہر کتاب و سنت کے خلاف پاؤ تو کتاب و سنت پر عمل کرو اور ہمارے کلام کو دیوار پر پٹاک دو۔

حجۃ اللہ میں ہے : فَإِنَّ هَؤُلَاءِ الْعُقَمَاءَ كَلَّمَهُمْ قَدْ نَمَوْا
عَنْ تَقْلِيدِهِمْ وَتَقْلِيدِ غَيْرِهِمْ (حقیقت الفقہاء
تحقیق تمام فقہاء نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے
ابن عربیؒ "فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں ؛

(ترجمہ) "وہ وصیت جو میں تجھے کرتا ہوں، یہ ہے کہ اگر تو عالم
ہے تو تجھ پر حرام ہے کہ تو برخلاف اس دلیل کے، جو اللہ
نے تجھے دی ہے عمل کرے (یعنی قرآن اور حدیث کے خلاف)
اور حرام ہے تجھ پر تقلید غیر کی در حالیکہ تجھے حصول دلیل
پر قوت ہے اور اگر یہ درجہ نہ ہو (یعنی اگر تو بے علم اور جاہل
ہے) تو مقلد ہو اور بیچ اس سے کہ ایک مذہب خاص کا
الزام کرے (یعنی تقلید شخصی نہ کر) بلکہ (اب بھی) عمل کر
جس طرح پر خدا نے تجھے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تو
نہیں چاہتا تو اہل ذکر سے پوچھ لے اور اہل ذکر قرآن اور
حدیث کے جاننے والے علماء ہیں، پس تو اپنی ضرورت میں
رفع حرج کی خواہش کر جب تک قوت ہے اور رخصت کو
پوچھ جہاں تک تو پاوے کیونکہ اللہ فرماتا ہے : دین میں تجھ
پر تنگی نہیں کی گئی، اور اگر تجھے مفتی کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ
یا اس کے رسول کا حکم ہے تیرے فلاں مسئلہ میں تو تو اس
پر عمل کر، اور اگر کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اس کو مت لے

اور دوسرے عالم سے (خدا اور رسول کا حکم) پوچھے (معیاری حق) قاضی شاہ اللہ پانی پتی فرماتے ہیں :

وَمَنْ يَتَعَتَّبِ بِوَاحِدٍ مَّعْتَبٍ غَيْرِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرَى أَنْ قَوْلَهُ هُوَ الصَّوَابُ الَّذِي يُجِبُ اتِّبَاعَهُ دُونَ الْأَشْهُدَاءِ الْأَخْرَيْنَ فَهُوَ صَدَلٌ جَاهِلٌ (معیاری حق بجز الرسل بائش)
 ”جو کوئی ایک ہی مذہب پر اڑ رہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور یہ جانے کہ یہی مذہب صحیح اور واجب الاتباع ہے دوسرے ائمہ کا نہیں تو وہ گمراہ اور جاہل ہے“

تنزیہ العینین میں مولانا اسمعیل شہید ارشاد فرماتے ہیں :

وَلَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ يَجُودُ التِّرَامُ تَقْلِيدِ شَخْصٍ مَعْتَبٍ مَعَ تَسْلُكِ الرَّجُوعِ إِلَى الرِّوَايَاتِ الْمَنْقُولَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّرِيحَةِ الدَّالَّةِ خِلَافَ قَوْلِ الْإِمَامِ

المُقَلِّدِ فَإِنَّ لَمْ يَتْرِكْ قَوْلَ إِمَامِهِ فَعَيْنُهُ شَائِبَةٌ مِنَ الشُّرُوكِ (معیاری حق)
 ”مجھے معلوم نہیں کیونکر روا ہو گیا التزام ایک معین شخص کی تقلید کا، باوجود قدرت رجوع کے ان روایات کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں جو صریح دلالت کرتی ہیں اوپر خلاف قول امام کے، پھر اگر مقلد قول امام کو نہیں چھوڑتا تو اس میں آمیزش شرک کی ہے“

یہ ہے حرام تقلید جو حدیث کے مقابلہ میں اڑ کر جاتی ہے۔ خدا ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔

شاہ اسمعیل شہید تنزیہ العینین میں مزید ارشاد فرماتے ہیں :

فَعَلِمَ مِنْ هَذَا أَنَّ اتِّبَاعَ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِحَيْثُ يَمَسُّكَ
بِقَوْلِهِ وَإِنْ ثَبَّتَ عَلَى خِلَافِهِ دَلَالٌ مِنَ السُّنَّةِ وَ
الْكِتَابِ وَيَأْتِي إِلَى قَوْلِهِ شَوْبٌ مِنَ النَّصْرِ انِّيَّةً وَحَظٌّ
مِنَ الشِّرْكِ (معیار الحق)

پس معلوم ہوا۔ اس (حدیث عدی بن حاتم) سے کہ اتباع شخص معین
کا اس طرح کہ تمسک کرے اس کے قول کے ساتھ، اگرچہ ثابت ہوں
خلاف اس کے دلیلیں کتاب و سنت سے اور تاویل کرے کتاب و
سنت کو طرف اسکے قول کے تو شاہد ہے نصرانیت کا اور حمتہ ہے
شرک کا۔

گویا حضرت شاہ صاحب نے ایسی تعلیہ کو جو حدیث شریف کے
مقابلہ میں کی جاتی ہے، نصرانیت اور شرک کا حصہ قرار دیا ہے۔
محی الدین ابن العربی فتوحاتِ مکہ میں فرماتے ہیں :

جب حدیث صحیح ہو جائے (یعنی مل جائے) اور کسی رفیق یا امام
کا قول اس کے معارض پڑے تو حدیث سے پھرنا نہ چاہیے بلکہ وہ رفیق
اور امام کے قول کو چھوڑ دے۔ پھر فرمایا : نہیں جائز ہے چھوڑنا آیت یا
حدیث کا کسے، رفیق یا امام کے قول کے مقابلے میں اور جس کسی نے ایسا
کیا فَقَدْ ضَلَّ صَلَاةً وَخَرَجَ عَنِ دِينِ اللَّهِ۔ پس وہ بڑا گمراہ ہوا۔
اور اللہ کے دین سے نکل گیا۔ (معیار الحق)

معلوم ہوا کہ جو متعصب، مندی اور جامد مقلد حدیث کے مقابلہ
میں قولِ امام کو نہیں چھوڑتا۔ وہ حضرت ابن العربی کے فتوے کی رو
سے بڑا گمراہ ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں :

"یہ بات معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی کو حقیقی، مابکی، شافعی، حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی بلکہ یہ تکلیف دی ہے : کہ حدیث پر عمل کریں اور اگر بے علم ہیں تو علماء کی پیروی کریں" (معیار الحق، ملا جیونؒ تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں :

يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَعْمَلَ بِمَذْهَبٍ ثُمَّ يَنْتَقِلَ إِلَى الْآخَرَ كَمَا
نُقِلَ عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ وَيَجُوزُ لَهُ أَنْ يَعْمَلَ فِي
مَسْئَلَةٍ عَلَى مَذْهَبٍ قِيَّ الْأُخْرَى عَلَى الْآخَرَ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ
الصُّوْفِيَّةِ - (حقیقت الفقہ)

"جائز ہے مقلد کو یہ عمل کرے ایک مذہب پر، پھر دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جائے جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے منقول ہوا ہے۔ اور جائز ہے ایک مسئلہ میں دوسرے مذہب پر عمل کرے جیسا کہ صوفیاء کا مذہب ہے"

میختری اگر حنفی، شافعی مذہب کے مطابق آمین بالجہر، رفع الیدین، اور فاتحہ خلف الامام پر عمل کرے تو جائز ہے، اس سے خفیت پر کوئی آج نہیں آتی۔ نیز حضرت ملا جیونؒ کے ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوا، کہ التزام معین مذہب کا ضروری نہیں۔ جیسا کہ میزان کبرے میں امام شعرانی فرماتے ہیں :

كَانَ الْإِمَامُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُولُ وَلَسْنَا بُلُغْنَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ
الْأَيْمَةِ أَنَّهَا أَمْرٌ أَحْمَابُهُ بِالْإِذَا مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ -
امام ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ہم کو کسی امام سے یہ روایت نہیں

بہنچی کہ انھوں نے اپنے رفیقوں کو مذہب معین کے التزام کا حکم دیا ہو۔ (معیار الحق)

اعلام الموقعین میں ہے :

إِذَا لَا وَاجِبَ إِلَّا مَا أَوْجَبَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَمْ يُوجِبِ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ أَنْ يَتَمَذَّهَبَ بِمَذْهَبٍ
دَجَلٍ مِنَ الْأَيْثَةِ فَيُعَلِّدَهُ دِينَهُ بِدُونِ غَيْرِهِ (حقیقت الفقہ)
واجب نہیں ہے مگر وہی جو اللہ اور اس کے رسول نے واجب
کیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے کسی آدمی پر واجب نہیں
کیا کہ کسی امام معین کا مذہب اختیار کرے اور اس کو اپنے
دین کا کام سپرد کرے نہ دوسرے کسی کو۔

تذویر العینین میں شاہ شہید فرماتے ہیں :

وَكَذَلِكَ النَّاسُ فِي التَّقْلِيدِ وَتَعْصَبُوا فِي التَّزَامِ
تَقْلِيدِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ حَتَّى مَنَعُوا الْأَجْتِمَاعَ فِي مَسْئَلَةٍ
وَمَنَعُوا اتَّقْلِيدَ غَيْرِ إِمَامِهِ فِي بَعْضِ السَّائِلِ وَهَذَا
هِيَ الدَّاءُ الْعُضَالُ الَّتِي أَهْلَكَتِ الشَّيْعَةَ فَهَوْلَاءُ
أَيْمًا اسْتَرْفَوْا عَلَى هَلَاكِ - (حقیقت الفقہ)

”اور بہت زیادتی کی ہے لوگوں نے تقلید کے بارے میں،
اور ایک معین شخص کی تقلید کو اپنے اوپر لازم کر لینے میں
تعصب کیا ہے، یہاں تک کہ ایک مسئلہ میں بھی اجتہاد
کرنے کو موقوف کر دیا ہے اور منع کر دیا ہے تقلید کو سوائے
اپنے امام کے بعض مسائل میں بھی اور یہ وہ سخت مرض ہے

جس نے شیعہ کو ہلاک کر ڈالا۔ پس یہ لوگ بھی قریب پہنچے ہیں
ہلاک ہونے کو“

یعنی متعصب مقلد کہتا ہے کہ جو کچھ میرے امام نے کہا ہے میں وہی
مانوں گا۔ میں دوسرے امام کے مسئلہ پر عمل نہیں کروں گا مثلاً حنفی
امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کو کہیے: بھائی! تین امام
کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو، لہذا تم تین مجتہدوں کے
کہنے پر خلف الامام فاتحہ پڑھ لو، وہ ہرگز نہیں پڑھے گا۔ گویا اس نے
تین اماموں کو نہ مانا لیکن اہل حدیث چاروں اماموں کو ملتے اور ان کا
حد درجہ ادب اور احترام کرتے ہیں بلکہ اُمت کے تمام ائمہ، فقہاء،
مجتہدین اور اولیاء اللہ کو مانتے ہیں، اس طرح کہ جو باتیں ان کی کتاب
سنت کے مطابق ہوتی ہیں وہ سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جو مطابق
نہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پس اس طرح تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ
وہ کسی ایک معین مذہب کی تقلید نہ کریں بلکہ قرآن و حدیث کی
روشنی میں دین پر چلیں اور حکم بھی یہی ہے کہ آیت اور حدیث کے ہوتے
ہوئے اس امر میں کسی کے قول، قیاس، رائے اور اجتہاد کی طرف
رجوع نہ کرو۔

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے
ہیں۔ آیت یہ ہے:

رَاتِحْنَا وَ اَحْبَارَهُمْ وَ رَهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ
اللّٰهِ (پنٹا - ع ۱۰)

”ٹھیکریا انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے عالموں اور

درویشوں کو رب اللہ کے سوا۔“

نوٹ: اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے یہ مراد نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے مولیوں اور درویشوں کو جہان کے خدا ہونے کا اعتقاد کر لیا تھا، بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے اطاعت کی بھٹی اپنے مولیوں اور درویشوں کی ان کے اوامر و نواہی میں۔ نقل کی گئی ہے کہ عدی بن حاتم نصرانی تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، حضورؐ اس وقت سورۃ برات پڑھ رہے تھے، جب آپ آیت (اتَّخَذُواْ اٰخْبَارَهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ) پر پہنچے، تو عدی کہتے ہیں: کہ میں نے آپ کو کہا۔ ہم ان کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ پس فرمایا حضور نے کیا نہیں حرام کرتے تھے وہ (عالم اور درویش) اس چیز کو کہ حلال کیا ہے۔ اس کو اللہ نے۔ پس حرام جانتے تھے تم اس کو؟ اور حلال کرتے تھے وہ اس چیز کو کہ حرام کیا ہے اس کو اللہ نے۔ پس حلال جانتے تھے تم اس کو؟ میں نے کہا: ہاں! پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ہے پرستش ان کی۔

یعنی رجال کے قیاسات اور آراء کو دین سمجھنا۔ بلا دلیل انہیں حلال حرام ماننا منع ثابت ہو گیا۔ بھائیو! دنیا میں صرف ایک ہی پھیرا ہے۔ دوسری بار نہیں آنا۔ اس لئے خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرو، خدا اجر دے گا اور یہی عمل حشر میں کام آئے گا۔ غیر نبی کی بات پر عمل کرنے سے کون اجر دے گا؟ خدا نے اجر کا وعدہ صرف اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُوْلَ پر ہی کیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ اپنی تفسیر فتح العزیز میں

اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَسَدًا ۗ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

نہ بھڑاؤ واسطے اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو۔

یہ معلوم کرنا چاہیے کہ عبادت خدا کے سوا کسی اور کی قطعی کفر اور شرک ہے اور اطاعت کسی اور کی بالاستقلال سوا باری تعالیٰ کے کفر ہے اور معنی اطاعت غیر بالاستقلال کے یہ ہے کہ کسی کے احکام کی حقیقت معلوم کئے بغیر اس کی تقلید کا حلقہ اپنی گردن میں ڈالے اور اس کی تقلید لازم جانے اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسکے حکم کے خلاف ظاہر ہو، اسکی اتباع نہ چھوڑے اور یہ ہی ایک قسم کا شرک قبول کرنا ہے۔ جس کی آیت کریمہ: **رَاتَّبِعُوا أَحْبَابَهُمْ وَوَهَبْنَا لَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ** میں برائی ظاہر فرمائی گئی ہے۔ (حقیقتہ الفکر)

تفسیر عزیزی میں تحت آیت:

وَلَمَّا اتَّبَعْتُمْ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ

إِنَّكَ إِذَا لَبِسْتَ الظُّلْمِينَ - اور اگر تابعداری کی تو نے ان

کی خواہشوں کی، علم پہنچنے کے بعد، تحقیق تو اس وقت

السنۃ ظالموں سے ہوگا، لکھا ہے:

"ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل و سطوح براہین

تقلید باطل است، زیرا کہ اتباع ہوئی بعد مجی العلم است۔

یعنی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ دلائل کے ظاہر ہونے اور ثبوت

کے کھل جانے کے بعد تقلید باطل ہے۔ اس واسطے کہ یہ خواہش کا اتباع

علم حاصل ہو جانے کے بعد ہے۔

تفسیر عزیزی میں تحت آیت : **وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ** (اور وہ فقط خیالی تھے چلاتے ہیں) لکھا ہے۔

”برہر عالم فرض است کہ موافق علم خود عمل نمائید و از دروغ گفتن و تحریف کتاب کردن احتراز کند، و بر عامی فرض است کہ بہ تقلید وطن گفتا نکتہ بلکہ تحصیل یقین را قصد نماید“

یعنی بر عالم پر فرض ہے کہ اپنے علم کے موافق عمل کرے اور غلط بیانی اور تحریف کتاب اللہ سے باز رہے اور عامی (بے علم) پر فرض ہے کہ صرف تقلید اور خیال ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ یقین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں آیت **وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا هُمْ دَرَجَاتُ اللَّهِ** (اور نہ پڑھے بعض ہمارا بعض کو رب اللہ کے سوا) تحریر فرماتے ہیں : یہیں سے کھل گیا کہ جس وقت کسی کے نزدیک حدیث مرفوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح ہو جائے اور معارضہ سے سالم ہو جائے اور نہ ظاہر ہو واسطے اس کے نسخ، اور مثلاً امام ابوحنیفہؒ کا فتوے اس کے خلاف ہووے تو موافق حدیث کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام گیا ہو تو واجب ہے کہ اس حدیث کی پیروی کرے اور اس سے اسکے مذہب پر جتنا مانع نہ پڑے نہیں تو بعض کو بعض کا پروردگار پکڑنا لازم آجائے گا۔“

اللہ قاضی ثناء اللہ پر رحمت کرے کہ انہوں نے جامد تقلید کا

استیصال کر دیا ہے۔ اب انکے فرمان کے مطابق عمل اس طرح ہوگا کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں اور وہ معارضہ سے سالم ہیں اور منسوخ بھی نہیں ہیں اور امام ابوحنیفہ کا فتویٰ ان کے خلاف ہے اور ایک نہیں بلکہ تین امام ان حدیثوں کی طرف گئے ہیں کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھو؛ پس اب احناف کو اپنے مذہب پر جماؤ نہیں چاہیئے، وہ ضرور خاستہ خلف الامام پڑھ لیں! ایسے ہی اور بہت سے مسائل ہیں جن پر عمل کر لینا چاہیئے۔ اگر علماء کرام اسی طرح تعصب اور جمود اور جماؤ کو مٹا دیں تو مسلمان آج ایک ہو سکتے ہیں۔

القول المفید میں امام شوکانی فرماتے ہیں :

ہر عالم جانتا ہے کہ صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کسی کے مقلد نہ تھے اور نہ کسی عالم کے نام کے مذہب کی طرف منسوب تھے بلکہ نادائق لوگ عالم سے حکم شرعی جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو دریا ت کیا کرتے تھے اور علماء حکم شرعی کو لفظاً یا معنیٰ روایت کر کے فتوے دیتے تھے لہذا ان کا عمل روایت پر ہوتا تھا نہ کسی کی رائے پر" (حقیقۃ الفقہ)

میزان شرعی میں ہے :

وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ
بِيَدِهِ مَا قَبِضَ اللَّهُ تَعَالَى رُوحَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا دَفَعَ الْوُحْيَ عَنْهُمْ حَتَّىٰ آغْنَىٰ أُمَّتَهُ كَلِمَهُمْ

عَنْ الرَّأْيِ -

"حضرت عمر فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی کہ جسکے ہاتھ میں عمر کی جان ہے نہیں قبض کی اللہ نے اپنے نبی کی روح، اور نہ اٹھایا ان سے وحی کو، یہاں تک کہ بے پردا کر دیا، ان کی تمام امت کو راٹے سے"

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس پر وحی کا منقطع ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ دین مکمل ہو گیا اور امت قال فلاں سے بے نیاز ہو گئی۔ مسلمان بھائیو! مضبوط پکڑو کتاب و سنت کو اور عمل کرو اسی پر کہ دین صرف یہی ہے!

داری میں ہے:

ثَنَا مَالِكٌ هُوَ ابْنُ مَعْوَلٍ قَالَ قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ مَا حَدَّثْتُكَ هُوَ لَا يَرَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ بِهِ وَمَا قَالُوا يَوْمَئِذٍ فَالْقَه فِي الْحَشِّ (رحمیت الفقہ - حجاز اللہ)

"ابن معول کہتے ہیں کہ مجھ سے امام شعبی نے کہا کہ یہ لوگ (مفتی) جو بات تم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے سنائیں اس کو اختیار کرو اور جو بات اپنی راٹے سے کہیں اس کو کوڑے میں ڈال دو"

اللہ اکبر! امام شعبیؒ کو کتنی محبت ہے حدیث سے کہ اسکے خلاف قول کو کوڑے میں پھینکنے کا مشورہ دیتے ہیں گویا کورانہ اور جامد تقلید کو مٹاتے ہیں، بے شک حضور سید الکونین والتعلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت کا یہی تقاضا ہے کہ مسلمان حدیث سے

ٹھکانے والے اقوال کو ٹھکرا دے۔

حجت اللہ البالغہ میں ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: وہ فرمایا کرتے کیا تم کو خوف نہیں کہ خدا تم کو عذاب کرے یا زمین میں دھنسا دیوے۔ تم کہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا، اور فلاں شخص نے ایسا کہا ہے۔ (حقیقۃ الفقہ)

یعنی وہ پاک لوگ حدیث کے مقابلہ میں کوئی بات سننا گوارا نہ کرتے تھے اور حدیث کے مقابلہ میں اقوال کو خدا کے عذاب کا باعث جانتے تھے۔ آج بھی مسلمان بھائیوں کو رحمتِ عالم کی حدیث بھوتے ہوئے قال فلاں کو برداشت نہیں کرنا چاہیے۔

پس یاد رکھیں کہ تقلید کا حکم نہ خدا نے دیا، نہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی تقلید کو جانتا تھا۔ نہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں تقلید کا نام و نشان تھا اور نہ ہی ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید کا ارشاد فرمایا بلکہ بار بار تقلید کرنے سے منع کیا، جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ وہ بھی تقلید جامد سے اجتناب کر کے براہِ راست سنت اور حدیث کے عامل بنیں۔ سنت پاک پر اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد رکھیں کہ یہی حکم ہے خدا کا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ایسا ہی کہا ہے، ائمہ اربعہ نے کہ حدیث پر عمل کرو۔ خدا ان سب پر رحمتیں نازل کرے۔

بیت اللہ میں چار مصلے

چوتھی صدی میں تقلید نکلی پھر تقلیدی مذاہب پیدا ہوئے۔ پھر

ان کی آپس میں سر پھٹول شروع ہوئی۔ احناف اور شوافع کا اختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ۶۶۵ھ میں مصر اور قاہرہ میں چاروں مذہبوں کے چار قاضی مقرر کئے گئے۔ شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی۔ اس کے بعد سلطان فرج بن برقوق نے جو اشرف الملوک چراکسہ کہا جاتا ہے، نویں صدی کے شروع میں بیت اللہ کے اندر چار مصلے بنا ڈالے۔ حالت یہ ہو گئی کہ ایک امام جماعت کرا رہا ہے تو تین مصلوں پر نمازی بیٹھے ہوئے ہیں ایک دوسرے کے پیچھے نہیں پڑھتے۔ اہ! وَلَا كَعُوا مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ۔ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّیٰ کے اتحاد کو تقلیدی مذاہب نے پارہ پارہ کر دیا۔ سلطان ابن سعود کی قببر کو اللہ نور سے بھرے۔ کہ سب خدا نے اسے دالی حجاز بنایا تو اُس نے ۱۳۶۲ھ میں بیت اللہ سے اس بدعت کو مٹا دیا اور اب ایک ہی مصلے پر نماز ہوتی ہے۔

رواجی اہلسنت والجماعت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں :

وَالسُّنَّةُ مَا سَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةُ

مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَهْلُ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو سنت کہتے ہیں اور صحابہ

کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں۔

پس اہلسنت والجماعت وہ ہوتے جو حضور کے طریقہ یعنی سنت پر

عمل کرتے ہیں جس طرح صحابہؓ نے کیا تھا۔ یہ بڑا مبارک لقب ہے۔ کاش مسلمان سچ مچ اہلسنت واجماعت ہو جائیں تو سارے جھگڑے منٹ جائیں اور سب شیر و شکر ہو جائیں لیکن افسوس! کہ آجکل جو عام لوگ اپنے آپ کو اہلسنت واجماعت کہتے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ سنت سے نفرت کرتے اور حدیث سے چڑتے ہیں بلکہ سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کو دیکھ کر غصہ میں بھر جاتے ہیں۔ شرکیہ عقیدوں، عملوں، رسموں، رواجوں کو اپناتے ہیں اور پھر اہلسنت واجماعت کہلاتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے :

جو بیاہ شادی میں باجا گا جا ڈھولک وغیرہ بجائیں وہ اہلسنت! جو گھڑولی بھریں، کھارے چڑھائیں، گانا سہرا بانڈھیں اور ہندوؤں اور رسمیں بجالائیں وہ اہلسنت!

جو اغیار کی رسموں کی مانند تیسرا، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ کریں وہ اہلسنت!

لے ہندو میت کا چوہنفا کرتے ہیں۔ کریا یعنی تیسرہواں کرتے ہیں، برسی کرتے ہیں۔ ان رسموں پر وہ اچھے اچھے کھانے، کپڑے، برتن وغیرہ رکھتے ہیں اور پنڈت ان پر اشلوک پڑھ کر گھر لے جاتا ہے۔ مسلمان بھی چونکہ ہندوؤں سے ملتا ہوتا ہے اس لیے ان کی دیکھا دیکھی انھوں نے بھی اپنے ہاں تیرا، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ جاری کر رکھی ہیں۔

حالانکہ یہ کام نہ سنت سے ثابت ہیں نہ صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ کے تعامل میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کام نہ حضور انورؐ، نہ ان کی ازواج پاک، نہ بیٹیوں، نہ بیٹوں، نہ عموں لاکھ صحابہؓ اور ان کی بیٹیوں کی میت پر کئے گئے ہیں اور نہ ہی ان کے کرنے کو حضورؐ نے فرمایا ہے۔

قرآن اور حدیث کے علاوہ فقہ کی کتاہوں میں بھی ان رسموں کا نام و نشان نہیں ملتا۔

جو قالی مجرا کرئیں — وہ اہلسنت !
 جو غیر اللہ کے نام کی قسمیں کھائیں — وہ اہلسنت !
 جو پختہ قرین بنائیں — وہ اہلسنت !
 جو قروں پر چراغ جلائیں — وہ اہلسنت !
 جو مصائب و حوائج میں غیر اللہ کو پکاریں — وہ اہلسنت !
 جو غیر اللہ کی گیارہویں، نذر، نیاز دیں — وہ اہلسنت !

(بغیر نوٹ ۲۱۳ سے آگے) بلکہ فقہائے کرام نے انہیں بدعت لکھا ہے۔ دیکھو تلخیم السنن -
 فتاویٰ بزازیرہ، شرح المنہاج وغیرہ۔ ہاں ایصالِ ثواب کی نیت سے بلائید زمان و مکان - خدا
 کے نام پر صدقات و خیرات کر سکتے ہیں، ثواب پہنچتا ہے، لیکن صدقات و خیرات کو بدعت کا
 پہنانے سے ثواب کا عدم ہوجاتا ہے۔ کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ
 لہ حضور فرماتے ہیں: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (ترمذی سے شریف)۔
 جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی پس تحقیق اس نے شرک کیا۔

۳۰ نبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخصم القبر وان ینبئ علیہ
 (صحیح مسلم) حضور نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارت (قبر، گنبد وغیرہ) بنانے سے
 منع کیا۔

۳۱ لَعْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسُّرْحَ - (مشکوٰۃ)
 حضور انور نے قروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی۔

۳۲ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (پطع ۱۱) ”پس مت پکارو (مصائب و حوائج میں
 مافوق الاسباب طور پر، ساقہ اللہ کے کسی کو“۔

۳۳ گیارہویں نذر غیر اللہ کی صورت میں اور ایسے ہی ہر نذر، نیاز غیر اللہ کی حرام ہے،
 کیونکہ نذر نیاز وغیرہ یہ کام مالی عبادت کے ہیں اور عبادت غیر اللہ کی حرام ہے۔

رچائیں۔ وہ اہلسنت، جو پیری مریدی کو پیشہ بنا کر مریدوں کے مال پر
گذران کریں۔ وہ اہلسنت! جو قبروں کی مجاوری کریں اور چڑھائے
کھائیں۔ وہ اہلسنت! جو جمعہ کے بعد احتیاطی پڑھیں۔ وہ اہلسنت!
جو آئین بالجہر۔ رفع الیدین۔ انگشت شہادت اٹھانے کی سنتوں سے

والے بھاٹو! حضور کے حکم کے خلاف عرس کر کے آپ کیونکر اہل سنت ہونے، رحمتِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک پر آج تک ایک عرس بھی نہیں ہوا، سوچو! اور اپنی اصلاح
کرو:

۱۔ حدیث اور فقہ سے کہیں ثابت نہیں کہ قبروں پر مجاور بنکر بیٹھو اور قبروں کے
چڑھاوے کھاؤ۔ بلکہ مشکوٰۃ میں حضور نے منع فرمایا ہے، اَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ۔ کہ قبر
پر بیٹھا جائے۔ یعنی کسی صورت بھی قبر نہ بیٹھو۔ اس میں مجاور بنکر بیٹھنا بھی منع ہو گیا۔

۲۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور جمعہ کے بعد گھر جا کر دو سنتیں پڑھتے تھے۔
(بخاری مسلم) جو لوگ جمعہ کے بعد احتیاطی پڑھتے ہیں۔ وہ کس طرح اہلسنت ہوئے (مداوق)

۳۔ وائل بن جریہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے پڑھا: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ پھر کہا: آمین۔ مَدَّ بِهَا
صَوْتًا۔ دراز کی اس کے ساتھ آواز اپنی (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ) اس حدیث سے امام
کے پیچھے جہری نمازوں میں آمین آواز سے کہنا ثابت ہوا۔ حضور کی سنت ثابت ہوئی۔
اس سنت سے منع کرنے والے اہل سنت ہیں۔ اللہ اکبر! یہ وہ پاک سنت ہے کہ اس کی
تائید میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی فرمایا ہے: وَالْمَجْهُورُ بِأَمِينٍ رَغِيْبَةُ الطَّالِبِينَ
اَوْجِي قَرَأَتْ وَالِي نَمَازُوْنَ مِيْنَ اَوْجِي اَوَازِ سَے آمین کہو۔

۴۔ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے رد و حضور کی نماز میان کی۔ اس میں کہا کہ

سے منع کریں۔ وہ اہلسنت ابو ایک امام کی تقلید شخصی کر کے، بلا دلیل اس کے اقوال مانتے جائیں، سنت کے مقابلہ میں رائے کو اپنائیں اور سنت چھوڑ دیں۔ وہ اہل سنت ابو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر، غیب جاننے والے مانتے ہیں۔ وہ اہلسنت

حضور مے رکوع کے وقت رفع یدین کیا۔ رکوع سے سر اٹھا کر رفع الیدین کیا۔ دو رکعت

پڑھے کر اٹھ کر رفع الیدین کیا۔ دس صحابہ نے کہا: صَدَقْتَ هَكَذَا اَكَانَ يُمْصِلِي: تو نے

سچ کہا حضور اسی طرح ہی نماز پڑھا کرتے تھے (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد دارمی، ترمذی، ابن ماجہ)

آیات ہوا رفع الیدین حضور کی سنت ہے۔ افسوس اس سنت پاک سے روکنے والے اہلسنت

کہلاتے ہیں۔ آہ مسلم ازمنہجی بیگانہ شد۔ اس سنت کی تائید میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے

ہیں: رَفَعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْاِذْتِمَاحِ وَالرُّكُوعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ. (غنیۃ الطالبین) نماز میں ٹھیکر لہنے کے

وقت اور رکوع میں جلتے وقت اور رکوع سے بر اٹھتے وقت رفع الیدین کر ڈالے رَفَعَ اَصْبَعَهُ الْيُمْنَى

الَّتِي تَمَلُّ الْاِذْتِمَاحَ يَدْعُو جِهًا (صحیح مسلم) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انگوٹھے کے پاس والی

دایہی انگی اٹھاتے تھے تشہد میں حضور کی اس سنت سے روکنے والے اہلسنت کہلاتے ہیں۔ افسوس

سب خرابی تقلید جملہ کی ہے۔ مسلمان بھائیو! رسول رحمت کی سنتوں اور حدیثوں کو بسر و چشم قبول کرو

اور عمل میں لاؤ کہ یہی معنی ہیں اہلسنت والجماعت کے ہے

ہزار نقد بازار کائنات آرد کے بسکہ صاحب حیا مانسد

سے جو سنت اور حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قول کو چھوڑ دیں اور حدیث پر عمل کریں وہ بیشک

اہلسنت ہیں۔ سہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (پہ۔ ۷۷) اور وہ

دا اللہ تعالیٰ، تمہارے ساتھ ہے جہاں ہو تم ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود ہے

اس کے علم و غمب سے کوئی جگہ خالی نہیں پس کسی غیر اللہ کو حاضر ناظر سمجھنا خدا کے ساتھ شریک کہنا ہے۔

سہ صفحہ ۲۱۸ پر

جو محترم میں امام حسینؑ کے نام کی نذریں لے، نیازیں دیں وہ اہلست! جو میت کے ساتھ گندم، نمک، حلوہ، روٹی وغیرہ قبر پر لیکر جائیں

(مقیہ حاشیہ ص ۲۱۸) قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پت- ۱۶)

کہہ دے (میرے پیغمبر) آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ — (پت - ۱۱- آیت - ۵۰) میرے پیغمبر! میں غیب

نہیں جانتا۔ جب غیب جاننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہوا، تو پھر حضور سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب جاننے والے ماننا خدا تعالیٰ کے ساتھ برابر کرنا ہے یہ عقیدہ اہلست و اجماعت کا نہیں ہو سکتا اور نہ حنفی مذہب میں ایسا عقیدہ روایے:

ذَكَرَ الْحَقِّيَّةَ تَصْرِيْحًا بِالْكَفْرِ بِاِعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمَعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَن فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (مشرح فقہ اکبر از حلا علی قاری)

علمائے حقیقہ نے کھلے لفظوں میں اس شخص کو کافر کہا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ قرآن کی اس آیت کے بالکل برعکس ہے کہہ دے آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا؛ معلوم ہوا حضور کو غیب جاننے والے ماننا حنفی مذہب میں کفر ہے۔ حنفی بھائیوں! انصاف سے فقہ کے فتوے پر غور کرو۔

لے نذر، نیا ز مالی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ غیر اللہ کی نہیں۔

لے یہ کام نہ حضور نے کئے نہ صحابہ نے، نہ تابعین اور تبع تابعین نے، ہاں ایصالِ ثواب جائز ہے لیکن بدعات سے بچ کر۔

وہ اہلسنت! جو دفن کے بعد قبر پر اذان کہیں۔ وہ اہلسنت! جو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً باللہ کا وظیفہ پڑھیں۔ وہ اہلسنت! الحاصل توحید اور سنت کے خلاف کام کرنے والے اہلسنت والجماعت کہلاتے ہیں، کتنا اندھیر ہے۔ افسوس! وہ خود نہیں سوچتے کہ سنت کے خلاف کام کرنے پر اہل سنت کس طرح ہوئے؟ دراصل یہ بھائی رواجی اہلسنت والجماعت ہیں، یعنی نام کے اہلسنت ہیں۔ اگر عملاً اہل سنت ہوں تو لاکھوں رحمتوں کے سزاوار ہوں۔ خداوند! ان بھائیوں کو فی الحقیقت اہلسنت بنا دے۔ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر چلا دے۔

ہاں تو یاد رکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سنت کہتے ہیں اور صحابہ رض کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں۔ پھر جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلتے ہیں وہ اہلسنت ہیں اور اب رض کے متفقہ مسائل کو اپنانے والے جماعت ہیں یعنی سنت پاک اور صحابہ رض کے تعامل کے عامل اہلسنت والجماعت ہیں۔ اچھی طرح یاد رکھیں۔ بھولیں نہیں!

سلف قبر پر اذان کہنا احداث فی الدین ہے کہ حضرت اوزر نے پیروں کو دفن کیا لیکن قبر پر اذان نہ کہی۔ نا اذان کہنے کا حکم دیا۔ اور سوال لکھ صحابہ رض میں بھی کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

سے مصائب و حوائج میں مافوق الاسباب طور پر صرف اللہ ہی کو پکارنے کا حکم ہے: فَلَا تَدْعُوا مَعَ

اللَّهِ أَحَدًا (پ ۱۱۶) پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو: قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا

پ ۱۳۴ کہتے اسے پیغمبر! سوائے اس کے نہیں کہ پکارتا ہوں میں اپنے رب کو غیر اللہ کو پکار کر، نہیں شریک لاتا میں ساتھ اس کے کسی کو،

مجھے میرے مقلدوں سے بچاؤ!

حضرت امام ابوحنیفہ رح نے (خدا کی ان پر ہزاروں رحمتیں ہوں، ہرگز نہیں فرمایا کہ میری تقلید کرو۔ بلا دلیل میرے اقوال کو مانو! بلکہ اپنی تقلید اور اپنے اقوال کو بلا دلیل ماننے سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ لیکن یار لوگوں نے خواہ مخواہ ان کی تقلید کر رکھی ہے، اور اس سلسلہ میں بہت سے مسائل گھڑ کر حضرت امام ابوحنیفہ رح کے ذمے لگا دیئے ہیں۔ اور ان کا ماننا اور عمل میں لانا مقلدوں پر ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت امام صاحب فرماتے ہیں۔

حَرَامٌ عَلَيَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيلِي اَنْ يُقَلِّدَنِي بِكَلَابِي (میزان شعرانی)

”یعنی میرے قول پر فتوے دینا حرام ہے جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو!“

مطلب یہ ہے کہ بغیر دلیل کے میرے قول کو نہ مانو۔ نہ اس پر فتوے دو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میری تقلید نہ کرو، لیکن حنفی بھائی کہتے جاتے ہیں، کہ ہم آپ کے مقلد ہیں۔ بغیر دلیل کے آپ کا قول مانیں گے۔ آپ ہزار بار تقلید سے روکیں ہم نہیں روکیں گے۔ آخر امام صاحب کی یہ نافرمانی کیوں ہے؟

فقہ حنفیہ کی کتابیں بھی حضرت امام صاحب نہیں لکھیں بلکہ صد ہا سال بعد میں لکھی گئی ہیں اور ان کے مندرجات کو امام صاحب کے ذمے لگا دیا گیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح ۳۰ سالہ سن میں پیدا ہوئے اور ستر سال کی عمر پا کر ۳۰ سالہ ہجری کو وفات پا گئے (اللہ ان کی قبر کو

نور سے بھرے، اب فقہ کی کتابوں کی تصنیف کا زمانہ ملاحظہ ہو :-

نام کتاب	کس صدی میں لکھی گئی	امام ابوحنیفہؒ سے کتنا عرصہ بعد لکھی گئی!
قدوری	پانچویں صدی	تین سو سال
ہدایہ	چھٹی صدی	چار سو سال
قاضی خاں	چھٹی صدی	چار سو سال
منیہ	ساتویں صدی	پانچ سو سال
طحطاوی	آٹھویں صدی	چھ سو سال
شرح وقایہ	آٹھویں صدی	چھ سو سال
نہایہ	آٹھویں صدی	چھ سو سال
کنز	آٹھویں صدی	چھ سو سال
جام الروز	آٹھویں صدی	چھ سو سال
فتاویٰ بزازیہ	نویں صدی	سات سو سال
فتح القدير	نویں صدی	سات سو سال
خلاصہ کیدانی	نویں صدی	سات سو سال
چلپی	دسویں صدی	آٹھ سو سال
بحر الرائق	دسویں صدی	آٹھ سو سال
تنویر الابصار	دسویں صدی	آٹھ سو سال
ذخیرہ	دسویں صدی	آٹھ سو سال
درمختار	گیارھویں صدی	نو سو سال
فتاویٰ عالمگیری	بارھویں صدی	ہزار سال

ان فقر کی کتابوں میں سب مسائل حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور کتب حدیث کی طرح کوئی سلسلہ روایت نہیں ہے جس سے سنداً ثابت ہو کہ یہ سب فرامین حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور پھر ان مسائل کو تقلیدی طور پر ماننے کے لئے یوں مجبور کیا ہے :

فَلَعْنَةُ رَبِّتَا أَعْدَادِ رَمَلٍ
عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَةَ (شامی)

”ریت کے ذروں جتنی لعنتیں ہوں اُس پر جو امام ابوحنیفہؒ کا قول نہ مانے“

عصمت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے

یاد رکھیں کہ معصوم عن الخطا صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عصمت کی ضمانت دی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ رَبِّعَ ۙ
”اور نہیں بولتا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے نہیں وہ (بولتا) مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے۔“

ثابت ہوا کہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل وحی ہے جو دین ہے۔ حجت ہے۔ واجب العمل ہے اور یہ کہ خطا سے پاک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول!

”اكتب كل اسمع منك - کیا میں لکھ لیا کروں جو کچھ بھی آپ سے

سنوں؟ قال نعم۔ حضورؐ نے فرمایا: ہاں یہ سب کچھ لکھ لیا کرو، میں نے عرض کیا: فی الرضاء والغضب؛ غصے اور خوشی کی حالت میں جو کچھ آپ فرمائیں، وہ لکھ لیا کروں؟ قال نعم لا اقول فی ذالك كلمة الاحقا۔ ارشاد فرمایا: ہاں! بیشک لکھ لیا کرو، کیونکہ ہر حال میں میرے منہ سے حق ہی نکلے گا۔
(جامع بسلم)

ثابت ہوا کہ عصمت صرف حضورؐ ہی کے لیے ہے۔ ہر حال میں اور ہر وقت آپؐ کی زبان سے سچ، حق اور دین ہی نکلتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نطق کو وحی کہا ہے۔

داری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عامر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اكتب فوالذي نفسي بيده ماخرج منه الا حق۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میرے منہ سے حق ہی نکلتا ہے۔ پھر لکھ لیا کرو جو کچھ بھی میرے منہ سے نکلے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلَمُوا
سَلِيمًا۔ (پہ۔ ۷۶)

”پس (اے پیغمبر،) قسم ہے (مجھ کو) تیرے رب کی، (یعنی مجھے) میری ذات کی قسم ہے، یہ کلمہ گو، لوگ ہرگز ہرگز ایمان دار

نہیں ہوں گے۔ جب تک، کہ اپنے باہمی جھگڑے تجھ سے ہی فیصلہ نہ کرائیں اور صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ تمہارے فیصلے (حدیث) سے کسی طرح دل گیسر بھی نہ ہوں (دل میں ذرہ بھر تنگی محسوس نہ کریں) اور تیرے فیصلے فرمان کے سامنے، سر تسلیم خم کر دیں۔“

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو بلا شرط ماننے پر کس قدر زور دیا ہے اور اس سے سب مومناخراص کرنے والے بلکہ دل میں تنگی محسوس کرنے والے، دانتھے پر شکس ڈالنے والے کو بے ایمان کہا ہے۔ یعنی جو کوئی قول رسول کو خوشی خوشی قبول نہ کرے۔ لایومنون۔ وہ ایمان دار نہیں ہے۔ یہ مقام، یاد رہے کہ صرف حضور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کسی امتی کے لیے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

محل حامی دین ماحی کفر و ضلالت ہے

محمد شمع ایماں، مشعل راہ ہدایت ہے

قول پیغمبر کو مسترد کرنے والا تو بقول قرآن بے ایمان ہے، لیکن

یہ کہنا سراسر زیادتی ہے کہ جس نے کسی امتی کے قول کو رد کیا، اس پر ریت کے ذروں جتنی لعنتیں اتریں!

عرب میں شراب نوشی کی عادت کثرت سے تھی۔ قرآن نے اس پلیدی

سے روکا اور حضرت انور نے شراب نوشی کو لعنتی فعل فرمایا: لَعْنَةُ اللَّهِ

الْخَمْرِ (الہوداؤد) لیکن جو لوگ شراب کے رسیا تھے، انھوں نے امارت

کے بل بوتے پر اس کے جواز کے فتوے حاصل کر لیے کہ گیہوں، جو،

شہد، جوایہ کی شراب حلال ہے، البتہ انگور کی حرام ہے۔ آپ غور فرمائیں :
 کہ کیا ایسے فتوے قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا :

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَعْنَةُ اللَّهِ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَائِقِهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا
 وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : خدا نے لعنت کی شراب کو، اس
 کے پینے والے کو، اس کے پلانے والے کو، اس کے بیچنے والے
 کو، اس کے خریدنے والے کو، اس کے بیخوردنے والے کو،
 اس کے پڑوانے والے کو، اس کے اٹھانے والے کو، اور
 جس کی طرف اٹھائی گئی ہو،

کتنی سختی کے ساتھ شراب کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ہر قسم
 کی شراب کی ممانعت فرمادی۔ ارشاد ہوتا ہے :

إِنَّ مِنَ الْمُنْطَلِقَةِ خَمْرًا وَ مِنَ الشَّيْبِ خَمْرًا وَ مِنَ التَّمْرِ
 خَمْرًا وَ مِنَ الرَّيْبِ خَمْرًا وَ مِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا

(ترمذی کے۔ ابوداؤد)

حضورؐ انورؐ فرماتے ہیں۔ بیشک گیہوں، جو، کھجور، کشمش،
 اور شہد کی دہنی ہوتی، بھی خمر (شراب) ہے یعنی ان چیزوں
 کی شراب بھی خمر (حرام) ہے۔

ثابت ہوا: ہر قسم کی شراب (خمر) حرام ہے۔ حضورؐ نے ہر قسم کی خمر پر
حد ماری ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَرَبَ فِي
الْخَمْرِ - (بخاری - مسلم)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے پر حد ماری“
پسے قول پیغمبر سے ہر قسم کی خمر (شراب) حرام ہوئی، اور کسی امتی کا جواز
شراب کا فتوے ہرگز قبول نہیں ہو سکتا۔

بعض من چلے رنگیلے امراء نے ایسے فتوے بھی حاصل کر لیے کہ شراب
کا وہی پیمانہ مفسد ہے جو نشہ آور ہو اور وہی حرام ہے۔ مطلب یہ کہ اتنی
مقدار میں شراب جائز ہے جس سے نشہ نہ آئے۔ یہ فتوے بھی سراسر
خلافِ شرع ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا
أَسْكَرَ كَثِيرًا فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ (ترمذی - ابوداؤد - ابنس ماجہ)
حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز کہ زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس
کی کم مقدار بھی حرام ہے“

یعنی جس چیز کی کُل حرام ہے۔ اس کی جز بھی حرام ہے۔ شراب کی بوتل
پی جانا بھی حرام ہے اور ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ معلوم ہوا کہ قول پیغمبر
کے خلاف کسی کا قول نہیں مانا جا سکتا۔ بلکہ رد کر دینا چاہیے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ خدا نے امت کی
دینی رہبری اور پیشوائی کے لیے آپؐ پر قرآن اتارا۔ حضورؐ نے قرآن پر

عمل کر کے اُمت کے لیے راہِ جنت بنائی اور خدا نے حکم دیا : **أَطِيعُوا الرَّسُولَ** : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو : **وَمَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فُحْشًا وَلَا ذَمًّا**۔ اور جو عمل بالقصران کا طریقہ اور مذہب و مسلک دے تم کو رسول۔ پس لے لو وہ گویا خدا تعالیٰ نے بلا چون و چرا حضورؐ کی سربراہی کا حکم دے دیا ہے ، اور ایک جگہ فرمایا :

أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ۔
 پ ۲۶
 ”فرمانبرداری کرو رسول کی ، اور راہِ رسول سے ہٹ کر اپنے عملوں کو باطل نہ کرو۔“

پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ بلا شرط نبی رحمت کے قول کو ملنے اور اس پر عمل کرے ، اور اُمتیوں کی خلافِ حدیث باتوں کی طرف رجوع نہ کرے۔

پھر جو لوگ اپنی غلط باتوں کو انڈھا دھند بزرگانِ دین اور ائمہ کرام کے ذمہ لگاتے ہیں ، انہیں اس روش سے تائب ہو جانا چاہیے ۔
 بالفرض اگر آج امام صاحب آجائیں اور ان مغائرِ حدیث باتوں کو اپنی طرف منسوب دیکھیں تو وہ بے ساختہ پکار اٹھیں : مجھے میرے مقلدوں سے بچاؤ۔“

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي أَحَادِيثِهِ مِنْ أَمْتِهِ

خدا تعالیٰ نے قرآن نازل کیا اور بندوں کو حکم دیا : **وَمَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فُحْشًا وَلَا ذَمًّا** : اور جو طریقہ عمل، دے تم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پس لے لو اس کو۔“

یعنی حضور انور کے طریقے اور سنت کے مطابق قرآن پر عمل کرو

ارشاد فرمایا :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيَتَلَمَّزُوا
تَسْلِيمًا (پ ۶۴)

پن قسم ہے پروردگار تیرے کی (یعنی مجھے میری ذات کی
قسم ہے) ، نہیں ایمان لائیں گے ، یہاں تک کہ حکم بنائیں
تجہ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں ، پھر تیرے فیصلے سے اپنے
جیوں میں (کچھ بھی) ، تنگی نہ پائیں ، اور (دل دھلن سے)
اس کو قبول کر لیں ۔

اس آیت میں خدا نے صاف صاف سنا دیا کہ جب تک مسلمان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ، احکام ، احادیث کو بلا جھجکاؤں و چرا نہ مانیں
گے ۔ ان کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں گے ۔ ہزار جان سے حدیث پر قربان
نہوں گے وہ مسلمان نہیں ہوں گے ۔

پھر جو مسلمان بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک
امام کے مقلد بن جائیں ۔ ساری زندگی کے لیے تقلید شخصی کر کے اپنے
ہی اماموں کے بلا دلیل فیصلوں ، راؤں ، قیاسوں کو شرعی حیثیت سے
مانتے جائیں ۔ ان کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں ۔ خواہ وہ آراء اقوال اور قیاس
احادیث سرور رسولان صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہی ہوں ، پھر بھی
جان بوجھ کر ان کو اپنائیں اور عمل میں لائیں تو ایسے مسلمانوں کو اپنا ایمان
آیہ مذکور فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ کے ترازو کے پلڑے میں رکھ کر

تو لانا چاہیے۔ خدا نے حَتَّىٰ يُحْكِمُواكَ فَرَاكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو امت کا حکم (جج) بنایا۔ لیکن جامد اور متعصب مقلد نے اپنے امام کو حکم مانا۔ خدا نے حدیث کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا، اس نے امام کے قول پر مر مٹنے کی عٹانی۔ خدا نے سنت کی شاہراہ پر چلنے کو فرمایا: اس نے قیاس کی پگ ڈنڈی پکڑ لی۔ جو بھائی بھی ایسا مقلد ہے۔ اس کو توبہ کر کے حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پیشوا بنا لینا چاہیے اور ہر قول، قیاس، رائے کو حدیث کے تابع کہ دینا چاہیے۔

وہ دانٹے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بھٹا شروع وادھے سینا!

ہم یہاں فقہ کی معتبر اور مایہ ناز کتاب ہدایہ کے کچھ مسائل تحریر کر کے، حدیث سے ان کا اختلاف دکھاتے ہیں تاکہ مسلمان بھائی حدیث سے ہمسری کرنے والے اقوال سے بے نیاز ہو کر فرامین سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو سر انکھموں پر رکھیں کہ خدا تعالیٰ اطیعوا الرسول فمناکر امت پر حضورؐ کی اطاعت ہی فرض کی ہے۔

مفروش عطر عقل بہندوئے زلف یار
کاجا ہزار نافہ مشکیں بہ نیم جو!

کتے کا ناپاک برتن

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ

أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ ط (بخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تمہارے برتن میں سے پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ۔“

فقہ کا اختلاف | يُغْسَلُ الْاِثْنَاءُ مِنْ وُلُوغِهِ ثَلَاثًا - (ہدایہ کتاب الطہارت)
”جب برتن سے کتا پی جائے اسے تین بار دھوؤ۔“

بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفقہ روایت حدیث کے خلاف ہے دلیل قول! — بھائیو! غور کرو!

بیت اللہ کی چھت پر نماز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ

پیغمبر رحمت کی ممانعت

فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ (ترمذی شریف)

”حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع کیا۔“

فقہ کا اختلاف | مَنْ صَلَّى عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ جَازَتْ صَلَاتُهُ -
(ہدایہ باب الصلوٰۃ فی الکعبہ)

”کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے“

حضور کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمائیں۔ لیکن فقہ کعبہ کے

جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی، اس کی نماز جائز ہے۔ کیوں جائز ہے؟

جو کام حضرت انور منع کریں وہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث پر

زیادتی ہے۔

عورتوں کی امامت کا مسئلہ

رَسُولُ خُذَا كِي اِجَا زَاتِ
عَنْ اُمِّ وَّرَقَةَ اَمْرَهَا اَنْ تَوُومَ اَهْلَ
دَارِهَا - (ابوداؤد۔ باب امامت النساء)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورتہ کو اپنے گھر والوں کی امامت کرنے کا حکم دیا“

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا تَوُومُ النِّسَاءِ وَتَقُومُ وَنَسْطَهُنَّ

(مسندک حاکم باب امامت المرأة)

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صفت

کے بیچ میں کھڑی ہو کر عورتوں کی امامت کراتی تھیں“

يُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ اَنْ يُصَلِّيْنَ وَحَدَّهِنَّ

الْجَمَاعَةَ - (ہدایہ باب الامت)

فقہ کا اختلاف

”صرف عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے“

حنفی بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مشر عورتوں کو بھی

جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔ عورت کی امامت عورت کے

لئے روا رکھی، لیکن فقہ میں یہ کام منع قرار پائے کہ حدیث کی برابری

کتی بڑی چیز ہے اور امر سیدالکونین کے مقابلہ میں میکروہ کہنا کتنی

زیادتی ہے اور پھر اس فقہی میکروہ سے اس فعل کو حرام سمجھ رکھا ہے

کہ احناف کے ہاں عورت کی امامت عورتوں کے لئے قطعاً مفقود ہے!

نابالغ کی امامت

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلْمَةَ قَالَ فَقَدَّ مَوْئِي
بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتِّ أَوْ

رحمتِ عالم کی پروا تھی

تَسْبِيع (بخاری شریف)

” عمرو بن سلمہ نے چھ یا سات سال کی عمر میں لوگوں کی امامت کرائی“

لوگوں نے عمرو بن سلمہ کو اپنا امام بنایا۔ اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امامت کا ضرور علم تھا۔ اگر بچے کی امامت ناجائز ہوتی تو حضور منع کر دیتے یا ضرور ضرور آسمان سے وحی آجاتی کہ بچے کی امامت جائز نہیں۔ لہذا بچے کی امامت سے خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت بچے کی امامت کے مجاز پر دال ہے۔

وَلَا يَجُوزُ لِلرِّجَالِ أَنْ يَقْتَدُوا بِامْرَأَةٍ
أَوْ صَبِيٍّ (بہایہ جلد اول باب الامامت)

فقہ کا اختلاف

نہیں جائز واسطے مردوں کے کہ نماز پڑھیں پیچھے عورت کے یا بچے کے“

عمرو بن سلمہ، سات سال کے بچے کے پیچھے، حضرت اوزم کی حیات

سے بچے کی امامت فرض واجب نہیں کہ ضرور اسے امام بنایا جائے بلکہ یہ اسلام میں ایک رخصت ہے کہ اگر کوئی بچہ قرآن کا حافظ اور عمدہ قاری ہو تو اسے امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ رمضان میں اسے مصلیٰ پر رکھ کر کے اس سے (اگے ۲۳۳ پر)

پاک میں، نزولِ قرآن کے دور میں مردوں نے نماز پڑھی۔ نہ خدا نے روکا، نہ حضورؐ نے منع کیا۔ لیکن فقہ کہتی ہے: لَا يَجُوزُ: نہیں جائز یہ کون صاحب ہیں کہنے والے لَا يَجُوزُ۔ یہ تو مفسر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حق ہے کہ فرمائیں: حَازَ، كَا يَجُوزُ۔ امتی بلا دلیل ایسا نہیں کر سکتے۔

ہبہ کی ہوئی چیز کا مسئلہ!

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي

ارشادِ خیر الوری

هَيْبَتِهِ كَأَنَّكَ لِكَلْبٍ يَعُودُ فِي قَيْبِهِ ط (بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ کی ہوئی چیز کو

واپس لینے والا مانند کتے کے ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔

إِذَا وَهَبَ هَبَةً لِأَجْنَبِيٍّ فَلَهُ الرَّجُوعُ

فقہ کا اختلاف

فِيهَا۔ (ہدایہ کتاب الہبہ)

”جب کسی غیر شخص کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے تو ہبہ

کرنے والے کو اسے واپس لینے کا اختیار ہے۔“

حنفی بھائیو! غور کرو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو ہبہ

(فقیرہ حاشیہ ص ۲۳۲) قرآن سن سکتے ہیں۔ اس رحمت کو حنفی مذہب چھینتا ہے کہ بچے

کی امامت جائز نہیں۔ جلال اللہ حضورؐ کی زندگی پاک، کے اندر لوگوں نے سات سال کے

قاری قرآن بچے کی امامت میں نمازیں پڑھیں۔

کی ہوئی پیسز کو واپس لینے سے منع فرمائیں اور اس کی مثال کتے کی تے چاٹنے سے دیں لیکن فقہ میں ہبہ کو واپس لینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور پھر رجوع کے حق پر دلیل نہیں دی۔ افسوس! بخاری شریف کی حدیث کا مقابلہ!

استسقاء کی نماز باجماعت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ إِلَى الْمُصَلَّةِ يَسْتَسْقِي فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ جَهْرًا فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدُهُ عَوًّا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِءَاةَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (بخاری مسلم)

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر عید گاہ کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز بلند قرائت کیساتھ پڑھائی۔ قبلہ رخ ہی اپنی چادر پلٹائی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْسَ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ صَلَاةٌ مَسْنُونَةٌ فِي جَمَاعَةٍ

فقہ کا اختلاف

۱۔ فقہ کے جو مسائل حدیث کے مطابق ہیں۔ موافق اور تائید میں ہیں وہ بسر و مشم قبول کرنے کے لائق ہیں اور جو خلاف حدیث ہیں، انھیں چھوڑ دینا دانا کہ ایمان کا یہی تقاضا ہے، اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فقہ الہامی ہے؟ اور اس کے سامنے قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی ہے۔ دونوں وحی ہیں۔ اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول: حکم خدا اور اطاعت مصطفیٰ کی، صلی اللہ علیہ وسلم!

”امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ استسقاء کے وقت نماز باجماعت مسنون نہیں“

غور کریں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کی نماز جماعت سے پڑھائی، لیکن حنفی مذہب میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ فتوے بیان کیا گیا ہے کہ استسقاء میں نماز باجماعت مسنون نہیں۔ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کے خلاف قول کس طرح مانا جاسکتا ہے؟

نماز جنازہ غائبانہ

رحمت عالم کا فعل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ مَاتَ فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمَصَلِيِّ فَصَفَّتْ بِهِمْ وَكَتَبَتْ أَرْبَعَ تَلْبِيسَاتٍ ۖ (بخاری مسلم)

”جس دن بادشاہ نجاشی فوت ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وفات کی خبر (بذریعہ وحی) صحابہؓ کو دی : کہ آج نجاشی اپنے وطن حبشہ میں فوت ہو گیا ہے، پھر حضورؐ انہیں لے کر عید گاہ تشریف لے گئے۔ ان کی صفیں باندھ کر (نجاشی) کی غائبانہ نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھائی“

فَلَا تَصِحُّ عَلَيْهِ الْعَابِ

فقہ کا اختلاف

(درمختار جلد اول۔ باب صلوٰۃ الجنائز)

”نماز غائبانہ جائز نہیں“

حدیث مذکور میں رحمت عالم نے بادشاہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ

پڑھی تو جائز ہوئی۔ لیکن حنفی مذہب کہتا ہے: **فَلَا تَعْمَحُ**۔ جائز نہیں امت پڑھو۔ چنانچہ احناف تقلید کرتے ہوئے نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھتے۔ انہیں چاہیے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں ہر چیز کو چھوڑ دیں اور صرف آپ کے طریقے پر عمل کریں!

جماعت میں اکہری تکبیر

ختم نبیان کا حکم | **أَمْرٌ بِلَالٍ أَنْ تَشْفَعَ الْأَذَانَ وَ أَنْ يُؤْتِيَ**
الْإِقَامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ ط (بخاری سے مسلم،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان کے کلمات دوہرے کہے اور تکبیر کے کلمات اکہرے کہے۔ سوائے **قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ** کے۔

فقہ کا اختلاف | **وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ (بہار باب الاذان)**
"اور اقامت اذان کی مانند دوہری ہے"

حدیث شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کو (اور بلال رضی اللہ عنہ کو سنا کر اپنی امت) کو حکم دے رہے ہیں کہ تکبیر کے کلمات اکہرے کہے جائیں، لیکن حنفی مذہب میں حکم دیا جاتا ہے کہ تکبیر کے کلمات دوہرے کہے جائیں، اور پھر اس حکم کی تعمیل میں سارے ملک کے اندر صدیوں سے دوہری تکبیر کہی جا رہی ہے۔ کیا مجال جو کوئی حنفی بھائی اکہری تکبیر کہہ جائے۔ ساری زندگی نہیں کہیگا بلکہ اکہری تکبیر

لے اگر کوئی کہے کہ دوہری تکبیر بھی ایک روایت میں آئی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ ترجیح والی اذان میں ہے جو حنفی کو ساری مرفضیہ نہیں۔ ترجیح والی اذان کہو تو دوہری اذان کے ساتھ پھر دیکھئے

کہنے والوں سے مساجد میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، یہ لڑائی جھگڑے محض تقلید جامد کی بنا پر ہیں۔ حنفی بھائیوں کو چاہیے کہ وہ بخاری، مسلم کی متفق علیہ حدیث پر عمل کر کے اکسری تکبیر بھی کہہ لیا کریں اور یاد رکھیں کہ جو تقلید بخاری، مسلم کی متفق علیہ حدیث سے پیچھے ہٹائے، آپ ایسی تقلید سے پیچھے ہٹ جائیں کہ اسے جب تک اس زلف کا سودا نہیں انزاز نہیں زیب سرحیکے یہ طرہ نہیں ممتاز نہیں

نماز کی امامت کا مسئلہ

لوگوں کی امامت کون کرائے؟ اس کے متعلق حضرت ختم ارشاد رسولؐ نبیاں صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

يَوْمَ الْقَوْمِ أَتْرَأَهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةَ فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًا (صحیح مسلم)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آیت بھی کہہ کر جو ان کے متعلق ہیں اس کی امامت کہہ رہے، حضرت بلالؓ ساری عمر کہہ کر امامت کیے۔ خدا کے سامنے جواب دینے کے دن کو یاد کر کے بتائیں کہ وہ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کے "آفتاب نصف النہار" کو کیوں نہیں مانتے، جس میں بلالؓ کو حضور نے کہہ کر تکبیر کہنے کا حکم دیا ہے۔ حنفی بھائی اس چودہویں کے چاند کی چاندنی میں بیٹھنا کیوں گوارا نہیں کرتے، جھگڑ جھگڑ کرنے والے ہیرے کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ اور بلالؓ کے حکم رسولؐ کے آگے کیوں تسلیم خم نہیں کرتے۔ (محمد صادق)

” امامت کرائے لوگوں کی وہ جو سب سے زیادہ قرآن مجید کا قاری ہو، اور اگر قرأت (کے جاننے میں) سب برابر ہوں تو پھر سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا امامت کرائے۔ اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا امامت کرائے۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو عمر میں سب سے بڑا امامت کرائے۔“

غور کریں کہ اس حدیث میں حضورؐ نے امامت کرانے کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ ایسی جامع اور مانع صورتیں ہیں کہ امامت کا حقدار ضرور ان چار صورتوں میں مل سکتا ہے اور قیامت تک امامت کے استحقاق کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اب اس پر مزید گفتگو کرنا، اس میں کمی بیشی کرنا، اس پر حاشیہ چڑھانا بے سود ہے بلکہ دین میں دخل اندازی ہے۔

رسول خدا کے کلام پر مسئلہ ختم کر دینے کا حکم!

ایک خطبہ کے دوران حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمْ الْحَجَّ نَقَامَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ فَقَالَ
أَفَى كُلِّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ وَنَا حَجَّ
مَرَّةً ۝ (بلوغ المرام)

اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس پر اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال (فرض) ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر میں (یاں) کہہ دیتا تو ضرور (ہر سال)

واجب ہو جاتا۔ (سُنو!) حج (عمر میں) ایک ہی بار فرض ہے؟

فقہ کا اختلاف حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس پر ایک شخص نے بلا ضرورت سوال کر دیا: حضور! کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (خدا کی طرف سے) ہر سال فرض ہو جاتا۔ اس سے حضورؐ نے یہ تعلیم دی: کہ جب میں ایک حکم دے کر خاموش ہو جایا کروں تو تم بھی خاموش ہو جایا کرو۔ جب میں تم کو چھوڑ دوں تو تم مجھے چھوڑ دیا کرو اور میرے حکم کی تعمیل میں لگ جایا کرو، میرے حکم، فرمان مسئلے کو سن کر بلاوجہ سلسلہ کلام کو آگے نہ بڑھایا کرو۔

اب اصل موضوع کی طرف توجہ دیں کہ حدیث مذکورہ میں حضورؐ نے امامت کے لیے چار صورتیں بیان فرمائیں۔ اُمت کو ان پر عمل کرنا چاہیے ان پر زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بات ختم کر دی تو اُمت کو آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ اس میں تقدیم تاخیر اور تغیر و تبدل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اب دیکھیں کہ امامت کے متعلق حدیث رسولؐ پر فقہ نے کس طرح کتر بیونت کی ہے:

لے کیونکہ خدا نے فرمایا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ اور نہیں بولتا (میرا رسول)، اپنی خواہش سے، نہیں وہ (بولتا) مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضورؐ کی زبان سے خدا کا حکم نکلتا ہے۔ اگر خدا کو ہر سال حج منظور ہوتا تو آپ کی زبان سے ہاں نکھوا دیتا۔ خدا نے نہ چاہا تو آپ کی زبان سے نہ نکھوایا۔ سچ ہے حدیث پاک بھی خدا کی وحی ہے۔

وَأُولَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ أَعْلَهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ تَسَاوَدَا
فَأَقْرَبُهُمْ — فَإِنْ تَسَاوَدُوا فَأَوْرَعَهُمْ — فَإِنْ تَسَاوَدُوا
فَأَسْتَهْمُوا — (ہدایہ جلد اول - باب الامامت)

امامت کا سب سے بڑھ کر وہ مستحق ہے جو سنت کا سب سے
زیادہ عالم ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو سب
سے زیادہ قرآن کا قاری ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو
پھر جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اگر اس میں سب برابر
ہوں تو پھر سب سے بڑی عمر والا امامت کا مستحق ہے۔“

اب حدیث پاک میں فرمودہ رسولؐ کی چار صورتوں اور فقہ کی مذکورہ چار
صورتوں کا مقابلہ کریں۔ حضورؐ انور نے پہلے نمبر پر امامت کا سب سے
بڑا مستحق قرآن مجید کا سب سے زیادہ قاری مقرر فرمایا ہے اور فقہ
میں پہلے نمبر پر سب سے زیادہ سنت کا عالم متعین کیا گیا ہے۔ گویا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تبدیل کر دیا ہے۔
دوسرے نمبر پر حضورؐ نے امامت کا مستحق سب سے زیادہ سنت
کا عالم رکھا ہے۔ فقہ میں دوسرے نمبر پر قرآن کا قاری مقرر کیا گیا ہے
یہاں بھی حضورؐ کے فرمان کو بدل دیا ہے۔ تیسرے نمبر پر حضورؐ نے سب
سے پہلے حجت کرنے والا فرمایا ہے۔ فقہ میں تیسرے نمبر پر پرہیزگاری رکھی
گئی ہے۔ یہاں بھی ارشادِ نبویؐ میں تغیر ہے! چوتھی صورت میں حدیث
کو بحال رہنے دیا ہے۔

اب آپ سوچئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو تبدیل
کرنے کا کسی کو حق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! پھر برادرانِ احناف حدیث

کی صورتوں پر ان فقہ کی صورتوں کو ترجیح دینا کیونکہ گوارا کرتے ہیں سے

رنگ غنچوں کو میسر ہے نہ پھولوں کو شمیم

اب یہ افلاس بہاراں نہیں دیکھا جاتا!

چلے آگے - حضورؐ کی بیان کردہ چار صورتوں میں رد و بدل کر کے

بھی سکوت اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ درمختار میں یوں اور اضافہ کیا گیا:

وَالْأَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ الْأَعْلَمُ بِأَحْكَامِ الصَّلَاةِ ثُمَّ الْأَحْسَنُ تِلَاوَةً

ثُمَّ الْأَوْزَعُ ثُمَّ الْأُسْنُ ثُمَّ الْأَحْسَنُ خُلُقًا ثُمَّ الْأَحْسَنُ

وَجْهًا ثُمَّ الْأَشْرَعُ نَسَبًا ثُمَّ الْأَنْظَطُ تَوْبًا - فَإِنْ اسْتَوَوْا

يُقَرَّرُ أَوْ يُخَيَّرُ إِلَى الْقَوْمِ - تنویر الایہام، متن درمختار

(۱) سب سے زیادہ امامت کا مستحق سب سے زیادہ نماز کے احکام جاننے والا۔

(۲) پھر سب سے اچھی تلاوت کرنے والا۔

(۳) پھر سب سے زیادہ پرہیزگار۔

(۴) پھر سب سے زیادہ عمر والا۔

(۵) پھر سب سے زیادہ خوش اخلاق۔

(۶) پھر سب سے زیادہ خوب صورت چہرے والا۔

(۷) پھر سب سے زیادہ شریف النسب۔

(۸) پھر سب سے اچھے لباس والا۔

(۹) اور اگر ان تمام صفات میں سب برابر ہوں، تو پھر قریب آندازی

کر لیں۔

(۱۰) یا لوگوں کو اختیار ہے (جسے چاہیں پسند کر لیں)

غور کریں کہ حدیث میں چار صورتیں تھیں۔ ان میں تغیر کیا۔ اس کے بعد دس صورتیں بنا ڈالیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ صاحب درمختار نے ان کے علاوہ اور بھی بڑھائی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں :-

ثُمَّ أَصْبَحُهُمْ أَيْ أَصْبَحُهُمْ وَجْهًا. ثُمَّ أَكْثَرَهُمْ حَسَبًا.
ثُمَّ الْأَخْسَنُ مَوْتًا ثُمَّ الْأَحْسَنُ زَوْجَةً ثُمَّ الْأَكْثَرُ
مَالًا. ثُمَّ الْأَكْثَرُ جَاهًا. ثُمَّ الْأَكْبَرُ رَأْسًا وَالْأَصْغَرُ
عَضْوًا ثُمَّ الْمُقِيمُ عَلَى السَّفَرِ ثُمَّ الْحَزْرُ الْأَصْلِيُّ عَلَى
الْعَيْتِ ثُمَّ السُّيْتِمُ عَنْ حَدِيثِ عَلِيِّ الْمُتَيْمِمِ عَرُوجًا بِيَّةٍ
فَإِنْ اِخْتَلَفُوا اِعْتَبِرْ أَكْثَرَهُمْ (درمختار)

- (۱۱) پھر زیادہ روشن چہرے والا۔
(۱۲) پھر سب سے بڑھ کر حسب والا۔
(۱۳) پھر سب سے بڑھ کر اچھی آواز والا۔
(۱۴) پھر سب سے زیادہ خوبصورت بیوی والا۔
(۱۵) پھر سب سے زیادہ مال والا۔
(۱۶) پھر بہت بڑے سر اور بہت چھوٹے عضو والا۔
(۱۷) پھر بہت زیادہ مرتبے والا۔
(۱۸) پھر مقیم مسافر پر۔
(۱۹) پھر اصلی آزاد، آزاد کردہ غلام پر۔
(۲۰) پھر وضو کے قائم مقام جس نے تیمم کیا ہے، وہ غسل کے قائم مقام
تیمم کرنے والے پر!
(۲۱) پھر اب بھی، اگر اختلاف رہے تو اکثریت جس کو چاہے امام

بنالے - (منقول از طریق محمدی ملہ)

قارئین کرام! حدیث آپ پڑھ چکے ہیں جس میں رحمت عالم نے مقررہ چار صورتیں مقرر فرمائی ہیں۔ فقہ والوں نے چار سے دس بنائیں اور دس سے اکیس تک بڑھا دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقَدَّمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پہلے ع ۱۳)

”اے ایمان والو! امت آگے بڑھو اللہ کے اور اس کے رسول کے
اور اس بارے میں، اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے
والا ہے“

خدا نے فرمایا: رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگے نہ بڑھو، غور کریں کہ
رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے متعلق چار درجے بتائے۔ فقہ
والوں نے چار کے دس اور دس کے اکیس بنا ڈالے۔ کیا ایسا کرنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا نہیں ہے۔ قرآن نے کہا ہے: وَاتَّقُوا
اللَّهَ - اور (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگے بڑھنے میں، اللہ سے
ڈرو۔ پس برادرانِ احناف کو چاہیے کہ اللہ سے ڈر کر فقہ کی ان باتوں کو چھوڑ
دیں جو حدیث کے خلاف پڑتی ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان
کو کافی جانیں۔ کسی بیسیٹی سے ڈریں اور اس پر نئی عمارت کھڑی کرنے سے
لڑیں۔

برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر! یہاں فقط سر شاہیں کی واسطے ہے گلاہ

نماز کا اول وقت

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِعِمْبَرٍ رَحِمَتْهُ كَارِشَادُ

أَمَّتِي جَبْرَائِيلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلَّى بِي الظُّهْرَ حِينَ
زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشَّرَاكِ وَصَلَّى بِي الْعَصْرَ حِينَ
صَادَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ ۝ (البوداؤ، ترمذی)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت کی جبرائیل نے میری
بیت اللہ میں اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب سورج ڈھل گیا
اور اس کا سایہ بقدر ایک قسم کے ظاہر ہو گیا اور نماز عصر
اس وقت پڑھائی۔ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔

اسے حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہوا کہ جب
ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو یہ نماز عصر کا اول وقت اور نماز
ظہر کا آخر وقت ہے۔ یعنی ظہر ختم اور عصر شروع ہے، لیکن حنفی مذہب

لے جب اہل کا حضور کی امامت کرنا ایسا ہی ہے جیسے وہ آسمان سے وحی لاتا تھا۔

أَقِيمُوا الصَّلَاةَ - نماز قائم کرو۔ یہ وحی ملی بھی وہ قرآن میں لایا۔ اور نماز قائم
کرنے کی صورت، ہیئت اور اس کے وقت کی پہچان کی وحی خفی بھی وہ لایا۔ حضور نے
اسی صورت کے متعلق فرمایا: صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي: (بخاری شریف)

نماز پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں گویا جبرائیل کی امامت کرنا آسمان سے نماز
کی ہیئت اور اس کا وقت لاکر بتانا ہے۔

اس کے برعکس حکم دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

فَقَّحُ كَاِخْتِلَافٍ
وَآخِرُ وَتَمَّاعِشَدَا اَبِي حَنِيفَةَ رَا اِذَا صَامَا
ظَلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلِيهِ وَآوَلُ وَقْتِ الْعَصْرِ

اِذَا اَخْرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ - (ہدایہ جلد اول - باب المواعیت)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آخری وقت ظہر کا، اور اول وقت عصر کا وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے۔

بھائیو! دیکھا آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ سایہ ایک گونہ ہونے پر ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت شروع ہو گیا۔ لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں۔ ابھی ظہر کا وقت نہیں گیا، اور عصر کا وقت شروع نہیں ہوا۔ یعنی حضورؐ انور ایک گونہ سایہ ہو جانے پر ظہر ختم اور عصر شروع بتائیں۔ بقول صاحب ہدایہ امام ابو حنیفہؒ کہیں۔ تمہیں! سایہ دگن ہونے پر ظہر ختم اور عصر شروع ہوتی ہے۔ افسوس! برادرانِ احناف کا عمل حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہے، حدیث پر نہیں کہ تمام حنفی مسجدوں میں کبھی نماز عصر اول وقت نہیں پڑھتے۔ گویا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم صَادَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلِيهِ - ہر چیز کا سایہ ایک گونہ ہونے پر نہیں پڑھتے بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے حکم صَادَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلِيهِ - ہر چیز کا سایہ دوگنا ہونے پر پڑھتے ہیں۔ دھوپ زرد ہو جانے پر اخیر

سہ حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تِلْكَ صَلَوةُ الْمَنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتَّىٰ إِذَا اضْمَرَّتْ (آگے صفحہ ۲۲۴ پر)

وقت پڑھتے ہیں۔ حالانکہ حضور نے یہ بھی صاف صاف فرمایا ہے :

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا (بخاری)

”افضل عمل نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ہے۔“

لیکن برادرانِ احناف کبھی اول وقت نہیں پڑھتے۔ حضور کے ارشاد کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے۔ فقہ کے قول پر ہی عمل کرتے ہیں۔ ہم ان کی غیر خواہی کی نیت سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کو جب خدا نے پوچھا کہ تم نے میرے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ایک اُمّتی کے قول پر کیوں قربان کیا؟ رحمت للعالمین کے حکم ”ایک مثل سایہ“ کو اپنے امام کے حکم ”دو مثل سایہ“ میں کیوں مدغم کیا؟ کیوں ساری عمر تقلید جامد کی ظلمت میں نمازیں اخیر وقت پڑھتے رہے تو وہ خدا کے حضور کیا جواب دیں گے؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وَكَانَتْ تِلْكَ بَيْنَ تَرْكِي الشَّيْطَانَ قَامَ فَتَنَعَرَّ أَرْبَعًا لَا

يَذْكُرُ اللَّهُ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (صیحیح مسلم) یہ نماز (عصر جو اخیر وقت پڑھی جاتے) منافق کی نماز ہے

کہ بیٹھا رہتا ہے، انتظار کرتا ہے، آفتاب کا یہاں تک کہ جب ہو جاتا ہے زرد اور ہو جاتا

ہے درمیان دو سیگوں شیطان کے (یعنی زروب کے قریب)، تو کھڑا ہوتا ہے (نماز کے لئے)

پھر جلدی جلدی، چار ٹھوگیں مارتا ہے اور نہیں یاد کرتا اس میں اللہ کو مگر تھوڑا۔ غور کیا

آپ نے کہ دھوپ زرد ہو جانے پر اخیر وقت عصر پڑھنے کو حضور نے منافق کی نماز

فرمایا ہے۔ یعنی منافق ایسے اخیر وقت میں نماز عصر پڑھتے تھے۔ افسوس آج

بھی ہمارے بعض مسلمان بھائی اول وقت چھوڑ کر بعداً اخیر وقت دھوپ

زرد ہونے پر پڑھتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہیے۔

تقاضا ہے گریاں کا کہ مجھ کو چاک کر ڈالو !
تمنا ہے یہ داماں کی اڑادو دھجیاں میری

جمع صلوٰتین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ
الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ
وَالْعِشَاءِ ط (بخاری)

”حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو راستے میں ظہر
عصر کو اور مغرب عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے“

حضور رحمت اللعالمینؐ تھے۔ لوگوں کے طوق و زنجیر اتارنے اور بوجھ
دور کرنے والے تھے۔ دنیا والوں کے لئے آسانیاں لے کر آئے تھے۔
ان ہی آسانوں میں مسلمہ جمع صلوٰتین ہے۔ کہ حضور نے سفر کی
دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا۔ ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ۔
حج میں بھی اور دوسرے سفروں میں بھی۔ اس فعلِ پاک سے امت کیلئے
آسانی ہو گئی کہ سفر کے دوران وہ بھی جمع صلوٰتین کر سکتے ہیں۔ لیکن
حنفی مذہب یہ آسانی روکتا ہے۔

لَهُ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (پ ۶۴)

اور آتا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے بوجھ ان کے اور
طوق جو تھے اوپر ان کے“

فَقَرَّحَ كَا اِخْتِلَافٍ وَلَا يَجْمَعُ فَرَضَانِ فِي وَاقْتِ بِلَا حَجِّ

(شرح وقایہ جلد اول، کتاب الصلوٰۃ)

”حج کے موقعہ کے سوا کسی اور وقت دو فرض نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھنا چاہیے“

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین میں آسانی رکھی تھی اس کو فقہ نے اٹھا دیا۔ حضور انور سفر میں دو نمازیں جمع کریں اور اپنے اس فعل سے امت کے لیے سہولت پیدا کریں اور امتی اس سہولت کو اٹھا دیں۔ افسوس!

عورت مرد کی نماز میں امتیاز

حدیث کا ارشاد | نماز کے متعلق حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام حکم ہے :

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي اَصَلِّي (بخاری شریف)

”نماز پڑھو (اے عورتو، مردو!) جس طرح میں پڑھتا ہوں“
اس میں کوئی تفریق نہیں کہ مرد اس طرح پڑھے اور عورت اس طرح۔ بلکہ یہی حکم ہے کہ سب طریق رسول پر پڑھیں :

حضرت ابو حمید ساعدی رضی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں :

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّىٰ يُجَاذِي بِهِمَا مَنْجَبِيَهُ -

(مشکوٰۃ باب صفت الصلوٰۃ)

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے

تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے موندھوں کے برابر“
فقہ کا اختلاف | حضورؐ اور کا مذکورہ فعل سب کے لیے یعنی مردوں
 اور عورتوں کے لیے مساوی ہے۔ اب فقہ کی

تقسیم دیکھئے :

يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّىٰ يَمِازِي بَابِهَا مِيهَ شَحْمَةَ اذْنَيْهِ

(دہایہ باب صفت الصلوة)

”مرد ہاتھ اٹھائیں اس طرح کہ انگوٹھے کان کی ٹوکے برابر ہو
 جائیں؟“

یعنی مرد کان کی ٹوکے برابر تک ہاتھ اٹھائیں۔ موندھوں تک۔ نہ
 اٹھائیں۔ اب کیا مجال جو حنفی نماز میں موندھوں تک ہاتھ اٹھائیں۔
 ساری عمر کلاں کی ٹونگ اٹھاتے گزر گئی۔ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی حدیث
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق موندھوں تک نہیں اٹھائیں گے
 اب عورت کے متعلق سنئے :-

وَالنِّسَاءُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا جِدًّا أَوْ مَنكِبَيْهَا۔ (دہایہ)

”اور عورت موندھوں تک ہاتھ اٹھائے؟“

مرد کے لیے موندھوں تک ہاتھ اٹھانے منع ، اور عورت کیلئے موندھوں
 تک ہاتھ اٹھانے جائز ہیں۔ یہ تفریق مرد اور عورت کے درمیان کیوں؟
 مرد موندھوں تک ہاتھ اٹھائے تو اسکو گھوریں ، اور یہی فعل عورت
 کے لیے عین درست بتایا جاتا ہے۔ شریعت میں امتیوں کو اس تقسیم
 کا کیا حق ہے؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور عورت کی
 نماز میں فرق نہیں بتایا تو امتی کیوں بتائے؟

حضور کا فعل ہاتھ باندھنے کے متعلق ملاحظہ ہو :

عَنْ وَائِلِ بْنِ أَبِي جُنْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى
يَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ ط (بوط اللام بحوالہ ابن خزیمہ)

” وائل بن جریض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضور
نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور ہاتھ سینے پر باندھے۔“

اسے فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری امت کے مردوں اور
عورتوں کے لیے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے کا حکم ملا۔ اب فقہ کا دخل
ملاحظہ ہو :

يَعْتَمِدُ يَمِينَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ السَّرْوَةِ (كُتُبِيَّة)
مردوں کو نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہئیں۔“

اوپر کی غیر مجرد حدیث کے خلاف حکم دیا کہ مرد ہاتھ
قائمتین کرے! زیر ناف باندھیں، لیکن عورتوں کو حکم دیا کہ وہ
ہاتھوں کو سینے پر باندھیں، زیر ناف نہ باندھیں۔ یہ اختیار اُمتیوں کو
کس نے دیا؟ کہ نماز کا طریقہ مردوں کے لئے جدا بنا دیا اور عورتوں کے
لیے علیحدہ وضع کر لیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، سنت
اور قرآن کے مطابق کیوں نہ مرد اور عورتیں سب کے سب مونڈھوں
تک ہاتھ اٹھائیں اور ہاتھوں کو سینے پر باندھیں! ۷

فرو قال محمود سے درگزر
خودی کو نگاہ رکھ ایازی ذکر

ایک وتر کا مسئلہ

رَسُولِ يَأْكُ كَافِرْمَانِ وَمَنْ أَحَبَّتْ أَنْ يُؤْتَرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ
وَمَنْ أَحَبَّتْ أَنْ يُؤْتَرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ

(ابوداؤد - نسائی - ابن ماجہ)

” حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - جو وتر تین رکعت پڑھنا چاہے وہ تین رکعت پڑھے اور جو وتر ایک رکعت پڑھنا چاہے وہ ایک رکعت پڑھے لے“

الْوُتْرُ رُكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ (صحیح مسلم)

” حضور اذہ نے فرمایا: وتر ایک رکعت ہے آخر رات کو“

فقہ کا اختلاف حضرت اذہ کے فرمان سے وتر ایک رکعت بھی ثابت ہوا۔ پس ایک رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن فقہ

کے مطابق ایک رکعت نہیں پڑھ سکتے۔ حکم ہوتا ہے

الْوُتْرُ ثَلَاثُ رُكْعَاتٍ (ہدایہ باب الصلوٰۃ)

” وتر تین رکعت ہیں“

تمام حنفی بھائی وتر تین رکعت ہی پڑھیں گے، کیا مجال جو کبھی ایک رکعت پڑھ جائیں۔ ایک وتر کی حدیث پر عمل کر جائیں، تقلید جامد کرتے ہوئے ساری عمر تین ہی پڑھیں گے۔ سوال یہ ہے کہ ایک وتر کے فرمان رسول پر پابندی لگانے کا اُمتیوں کو کہاں سے حق حاصل ہو گیا۔ انہیں کہنا چاہیے تھا کہ جس کا دل چاہے وتر تین پڑھے چاہے ایک پڑھے،

جلسہ استراحت

فعل رسول | فَاذْكَانَ فِي وِثْرَيْنِ صَلَوَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى
يَسْتَوِيَ قَاعِدَا (بخاری شریف)

”حضور جب نماز کی پہلی یا تیسری رکعت سے اٹھتے تو (دوسرا
سجدہ کر کے، پوری طرح آرام سے بیٹھ کر اٹھتے“

سمجھ گئے آپ کہ حضور پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرا سجدہ کر کے، اچھی
طرح بیٹھ کر اٹھتے تھے۔ اب فقہ کا حکم سنئے :

فقہ کا اختلاف | وَاسْتَوَى قَائِمًا عَلَى صَدْرِهِ وَرَدَّ مَنِيَهُ وَكَأَنَّ
يَقْعُدُ (ہدایہ باب صفت الصلوٰۃ)

”اپنے پنجوں پر سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھے نہیں“

تمام حنفی بھائی ہدایہ کا حکم بے دلیل مان کر ہرگز نہیں بیٹھتے۔ جلسہ

استراحت نہیں کرتے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کیوں نہیں
مانتے، قول کے مقابل کیوں حدیث چھوڑ دیتے ہیں؟

مسلمان بھائیو! حضور پر نور کی حدیث پر عمل کر کے جلسہ استراحت

کیا کرو۔ ائمہ اربعہ نے بھی احادیث پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا ہوا ہے!

مسئلہ نمبر

حدیث میں ایک ضرب | ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَعَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِمَنَا وَجْهَهُ

وَكَفَّيْهِ (بخاری۔ مسلم)

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تیمم میں) اپنے دونوں ہاتھ
 مٹی پر مارے۔ پھر بھونک کر اپنے چہرے پر ملے اور دونوں
 پہنچوں پر ملے۔“
 حضورؐ کے فعل پاک سے تیمم میں ایک مذب ثابت ہوئی لیکن فقہ میں
 ارشاد ہوتا ہے :

وَالْتَيْمُّهُ مَضْرُوبَتَانِ - (ہدایہ باب التیمم)
 اور تیمم میں دو ضربیں ہیں!

فقہ کا اختلاف

حنفی بھائی بھول کر بھی ایک مذب پر عمل نہیں کرتے۔
 آنکھوں سے حسرت کے فنا نے آنسو بہ کر ٹپکے ہیں
 عمر ہماری منزل منزل اشک بداماں گزری ہے

پگڑی پر مسح

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَسَمَّ بِنَاصِيَتِهِ

خاتم النبیین کا عمل

وَعَلَى الْعُنَامَةِ وَعَلَى الْحُقَفَيْنِ (صحیح مسلم)
 ”مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضورؐ انور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے وضو کرتے وقت پیشانی (کے اوپر کے بالوں) پر

لے نیگا سو ہو تو سارے سر کا مسح کرنا چاہیے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ہر کے بالوں سے
 شروع کر کے آگے سے پیچھے کو لے جائیں۔ صحیح مسلم میں **إِلَى الْفَخَّالَةِ** : یعنی
 ہاتھوں کو سر کی گدی تک لے جانا بھی آیا ہے۔ پھر پیچھے سے واپس اسی جگہ لے آئیں
 جہاں سے شروع کیا تھا۔

اور پگڑی پر — اور موزوں پر مسح کیا“
 حدیث میں اوپر آگیا کہ حضورؐ نے پگڑی پر مسح کیا۔
فقہ کا اختلاف لیکن حنفی مذہب پگڑی پر مسح کرنے سے روکتا
 ہے۔ حکم ہوتا ہے :

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْعِمَامَةِ - (ہدایہ کتاب الطہارت)

”اور نہیں جائز مسح کرنا پگڑی پر“

حضورؐ انورؑ تو پگڑی پر مسح کریں لیکن فقہ کا فتوے ہے کہ پگڑی پر مسح جائز
 نہیں! یہ بلا دلیل لَا يَجُوزُ کہنے والے کون ہیں؟

شراب کا سرکہ بنانا

حدیث میں حرمت | عَنْ أَنَسِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ سَمِعَ مِنْ النَّخَعِيِّ يَتَخَذُ خَلًّا قَالُ لَاؤ (مسلم)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا شراب کا سرکہ بنا لیا جائے۔

آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں“

وَ إِذَا تَخَلَّتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ وَ صَارَتْ

فقہ کا اختلاف | خَلًّا بِنَفْسِهَا أَوْ بِشَيْءٍ يَطْرَحُ فِيهَا وَلَا

يُكْرَهُ تَخْلِيلُهَا - (ہدایہ کتاب الاشراب)

شراب کا جب سرکہ بن گیا تو شراب حلال ہو گیا۔ آپ ہی

سرکہ بن جائے یا کسی چیز کے ملانے سے سرکہ بنا لیا جائے

(حلال ہے) اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوے دیں کہ شراب کا سرکہ بنانا ہرگز جائز نہیں لیکن حنفی مذہب کا فتوے ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے اب آپ ہی فیصلہ کر لیں کہ حدیث کی مخالفت کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔
امام ابو حنیفہؒ کا مشہور فرمان ہے :

إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي : صحیح حدیث میرا
مذہب ہے“

پس صحیح مسلم کی صحیح حدیث میں آگیا کہ شراب کا سرکہ بنانا ناجائز ہے۔ تو ہر حنفی بھائی کو اس حدیث کی رو سے شراب کی تجلیل کو حرام سمجھنا چاہیے

کتے کی خرید و فروخت

حدیث میں حرام | عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَى عَنْ ثَمَنِ
الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَيْعِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ ط

(مشکوٰۃ کتاب البیوع بحوالہ بخاری۔ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی زنا کی اجرت اور کاہن کے حلوان (شیرینی، اجرت) سے منع کیا ہے :

لہ حلوان الکاهن، کاہن کا حلوان۔ حلوان کے معنی اجرت کے ہیں اور حلوان یعنی شیرینی مٹھائی وغیرہ کے بھی ہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں : حلوان الکاهن۔ حلوان بضم حاء مغلطہ وکون لام مشق از حلاوت بمعنی شیرینی و اجرت کاہن (اشعرت اللغات جلد ثالث ص ۵۵)، یعنی حلوان حلاوت سے مشق ہے جس کے معنی شیرینی، حلوان، مٹھائی وغیرہ، اور اجرت کاہن کے ہیں۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں ہے

اس حدیث میں کتے کی خرید و فروخت سے حضور نے منع کیا ہے۔ لیکن

حنفی مذہب کا فتوے ملاحظہ ہو :

ميجوز بيع الكلب - (ہدایہ کتاب البیوع)

کتے کی خرید و فروخت جائز ہے!

فقہ کا اختلاف

حنفی بھائیو! تقلید جامد چھوڑ دو اور دلیل (حدیث) کی روشنی میں
کتے کی خرید و فروخت کو ناجائز مان لو کہ اتباع رسول کی قرآن میں تاکید
آئی ہے۔

متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتدا

حدیث میں جواز

عَنْ جَابِرِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَصَلِّيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِمَعَهُ (بخاری ص ۱۴)

”حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز (عشاء) پڑھتے تھے۔ پھر اپنی قوم

کے پاس جا کر ان کی امامت کرتے“

اس سے ثابت ہوا کہ متنفل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے

گویا یہ امت کے لیے آسانی ہے۔ لیکن حنفی مذہب کا فتوے اس کے

خلاف ہے۔ دیکھیے :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کاہن اس کو کہتے ہیں کہ جو مردے اس چیز کی جو زمانہ آئندہ میں ہوگی، اور جو

کوئی مردہ پڑے پر مٹائی یا کپڑا یا نقدی دیسے، ان سب کو عربی میں حلوان کہتے ہیں اور حلوان کے معنی

شیرینی (منظر حق جلد سوم ص ۱۹) مولانا حافظ محمد حلوان الکابن کے معنی کہتے ہیں شیرینی

کاہن (زینت الاسلام حصہ دوم ص ۱۹)

وَلَا يُصَلِّي الْمَفْتَرِضُ خَلْفَ الْمَسْتَقِلِّ
 (کتب فقہ)

فقہ کا اختلاف

” اور فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔“

غور فرمائیں کہ حدیث میں نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ معاذرہ مستقل، مفترضوں کی امامت کراتے ہیں اور حضورؐ منع نہیں فرماتے، لیکن حنفی مذہب بنانے والے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ فرض پڑھنے والوں کو نفل پڑھنے والے کی اقتداء سے روکتے ہیں، آخر کیوں؟ حنفی مجاہدو! غور کرو! کیا یہ حدیث کا مقابلہ نہیں ہے؟

قلندرانِ طریقت بہ نیم جو خسرند!
 قبائے اطلسِ آئینس کہ از ہزار بست

ارکانِ نماز کی اہمیت

حدیث میں ارکان کی فرضیت؛ مشکوٰۃ میں صحیح بخاری کے حوالہ سے حدیث موجود ہے کہ ایک شخص نے

حضورؐ کے سامنے تین چار بار نماز پڑھی۔ آپ نے ہر بار اسے فرمایا :-
 اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ : لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی؛ آخر اس نے عرض کیا: حضور مجھے نماز سکھاؤ، پھر آپ نے اس کی وہ غلطیاں بتائیں جنکے سبب نماز نہیں ہوتی تھی۔ سفارہ

وضو کرنے، قبلہ رخ کھڑے ہو کر، تکبیر کہہ کر، قرأت پڑھنے کی ہدایت کے بعد فرمایا:

ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ رِجْلَاكَ - پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینانِ خاطر سے رکوع کرے تو ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا - پھر اٹھا (سر) یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو تو (قوم میں) ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینانِ خاطر سے سجدہ کرے تو ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ جَالِسًا - پھر اٹھا (سر) یہاں تک کہ اطمینانِ خاطر سے بیٹھے تو تَوَجَّلْ فِيهِمْ ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا - پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینانِ خاطر سے سجدہ کرے تو“

حضرت اوزہ نے جو اس شخص کو بار بار نماز لوٹانے کا حکم دیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جلدی جلدی رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کرتا تھا بغیر اطمینان کے ارکان سے گزرنا تھا۔ رجس طرح آجکل عام نمازی بڑی پھرتی سے نماز پڑھتے ہیں، جلدی جلدی ٹھونگیں مارتے ہیں، حضورؐ نے اس کو تاکید کی کہ وہ بڑے آرام سے رکوع کرے، پھر آرام سے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ یعنی بڑے آرام و اطمینان سے قومہ بجالائے۔ پھر آرام سے سجدہ کرے۔ پھر بڑے اطمینان سے جلسہ کرے یعنی سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھے۔ پھر دوسرا سجدہ آرام سے کرے۔“

حضورؐ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ نماز کے فرض اور رکن ہیں۔ ان کی طمانیت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اب فقہ میں ان ارکان کے متعلق حکم ملاحظہ ہو۔

فقہ میں اختلاف اَمَّا الْاِسْتِوَاءُ قَائِمًا فَلَيْسَ بِفَرْضٍ (ہدایہ)

”رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں“

كَذَلِكَ نُحَدِّثُكَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (ہدایہ)

”اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (جلسہ) بھی فرض نہیں“

وَالطَّمَأَيْنَةُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

وَمُحَمَّدٍ (ہدایہ)

’اور رکوع اور سجدہ بھی اطمینان سے کرنا فرض نہیں، امام

ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے“

غور کیا آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ رکوع کے

بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ کہ تو فرض ہے، لیکن بقول صاحب ہدایہ، امام

ابوحنیفہؒ کہیں کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔ حضور انور فرمائیں

بڑے اطمینان سے رکوع کرو اور بڑے اطمینان سے سجدہ کرو کہ رکوع

اور سجدہ میں اطمینان فرض ہے، لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہؒ

کہیں رکوع اور سجدہ میں اطمینان فرض نہیں۔ حضور انور حکم دیں: کہ

دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھو (کہ جلسہ فرض ہے)، بقول صاحب

ہم نہیں کہتے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے مخالف

تھے۔ یہ مقابلے حدیثوں کے، تقلید کے ولدا دے ہی ان سے کروا رہے ہیں، احادیث کے

خلاف مسائل گھر کر احناف ہی امام صاحبؒ کے ذمہ لگا رہے ہیں، ہمارے نزدیک امام صاحبؒ

حدیث کے فدائی اور شیدائی تھے۔ جب ہی تو انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے

خلاف ہو تو اسے دیوار پر پٹک دو۔ اور فرمایا: میرا مذہب صحیح حدیث ہے!

(رحمۃ اللہ علیہ)

ہدایہ امام ابوحنیفہؒ کہیں: دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا یعنی جلسہ فرض نہیں۔

حنفی بھائیوں کیلئے لمحہ فکریہ

برادرانِ احناف! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور آپ کی اطاعت کی فرضیت کو سامنے رکھ کر جواب دیں کہ آپ نے حضرت اوزر کے حکم (اطمینان سے قوسہ کرنا) کو ترک کر کے امام کے حکم (قومہ فرض نہیں) کو مان کر قومہ کی طہانیت ترک کر دی ہے۔ یعنی رکوع کے بعد آرام سے کھڑا ہونا چھوڑ رکھا ہے۔ بلکہ قومہ میں حضور کی دعا: حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ بھی نہیں پڑھتے۔ یہاں تک کہ اکثر تو صرف اشارہ کر کے سجدہ میں چلے جاتے ہیں، اور اسی طرح حضور کے حکم (رکوع اور سجدہ کی طہانیت) کو ترک کر کے امام کے حکم (رکوع اور سجدہ میں طہانیت فرض نہیں) کو مان کر رکوع اور سجدہ آرام سے نہیں کرتے، اور حضور اکرم کے حکم (اطمینان سے جلسہ کرنا) کو ترک کر کے امام کے حکم (جلسہ فرض نہیں) کو تسلیم کر کے دو سجدوں کے درمیان آرام سے نہیں بیٹھتے بلکہ حضور کی فرمودہ دُعا: اَللّٰهُمَّ اِنْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَوَعِّدْنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ بھی نہیں پڑھتے۔ حالانکہ حضور اوزر نے ان ارکان میں کوئی بھی کرنے والے نازی کو فرمایا تھا: فَاِنَّكَ لَمَكْرُومٌ! تو نے نساہ پڑھی ہی نہیں۔ پھر آپ حضرات نے ارکان اربعہ کی فرضیت کو ترک کر کے مقابلہ میں قولِ امام پر عمل کر رکھا ہے۔ کل قیامت کو جب خدا نے پوچھا کہ تم نے نماز کس کے طریقے پر پڑھی؟ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ پیارے بھائیو! یاد رکھو! خدا تعالیٰ اسی عمل

کو قبول کرے گا جو سنت کے مطابق، فرمودہ رسولؐ کے موافق ہوگا، اور جو ارشاد سید المرسلینؑ سے بے اعتنائی برت کر کیا ہوگا، وہ ہرگز بار آور نہیں ہوگا۔ اس کا کچھ اجر نہیں ملے گا۔ نماز کے متعلق حضور نے فرمایا ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَمَسِي (بخاری شریف)

”پڑھو نماز (جو یہو) جس طرح میں پڑھتا ہوں!“

پس آپ حضورؐ کے فرمان کے مطابق نماز کے ارکان اربعہ کو فرض جان کر بڑے آرام و اطمینان سے ادا کریں اور جو اقوال حدیث پاک کے مطابق نہ ہوں، انھیں ترک کر دیں کہ رحمت عالم کی محبت اور اطاعت کا یہی تقاضا ہے۔

از پیام مصطفیٰ آگاہ شو!

فارغ از اربابِ دون اللہ شو!

جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں پڑھنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيِمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا

الْمَكْتُوبَاتِ (صحیح مسلم)

حضرت ابی ہریرہ رضی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرض نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے سوا اور نماز (پاس) نہیں ہوتی۔

حدیث بالا سے ثابت ہو گیا کہ جب فرض کی جماعت کھڑی ہو جائے تو

پاس کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ وہ نماز ہوگی ہی نہیں، لیکن فقہ کا حکم ہے پڑھ لو۔ فتوایے ملاحظہ ہو:

فقہ کا اختلاف | مَنِ انْتَهَى إِلَى الْإِمَامِ فِي صَلَاةِ الْعَجْرِ وَهُوَ لَعْرِيضٌ رَكَعَتِي الْعَجْرِ إِنْ

خَشِيَ أَنْ تَغَوَّتْ رَكَعَةٌ وَيُدْرِكُ الْأَخْرَجُ يَمْسِلِي رَكَعَتِي الْعَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ - (ہدایہ)

”صبح کی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو جو شخص امام کے پاس پہنچے اور اس نے دو رکعت سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ ڈرے کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی، اور دوسری رکعت سے پالے گا، تو اسے (امام سے ہٹ کر) مسجد کے دروازے کے پاس دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے“

غور کریں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جماعت کے ہوتے پاس کوئی نماز پڑھنی، منع کرتے ہیں: لَوْ صَلَّوْا فَرَطَاتِہِیْنَ کہ نماز ہوتی ہی نہیں لیکن فقہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک رکعت فرض مل جانے کی امید ہو تو پاس سنتیں پڑھ لو۔ سنتیں مزور پڑھ لو خواہ فرضوں کی ایک رکعت جاتی رہے!

آج سارے ملک کے اندر حنفی صبح کی جماعت کے ہوتے ہوئے پاس سنتیں پڑھتے ہیں۔ حضور کی حدیث سنائیں کہ فرض نماز کے ہوتے ہوئے پاس نماز پڑھنی منع ہے تو کوئی پروا نہیں کرتے اور فقہ کے حکم سے جماعت کے پاس سنتیں پڑھے جاتے ہیں گویا تقلید جامد کی ظلمت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کئے جاتے ہیں۔

حنفی مجاہدو! خدا کا خوف کرو، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو دبا کر امام کے قول کو غالب کر کے سنتیں پڑھتے ہو۔ قیامت کے روز حدیث کے خلاف، احکامِ فقہ پر آپ کے اعمال جب خدا کے سامنے پیش ہوں تو خدا ان کا کیونکر اجر دے گا؟ رحمتِ عالم ناراض ہوں گے اور امام ابو حنیفہؒ کہیں گے: خداوندا! میں کوئی کتاب اپنے اقوال کی لکھ کر اپنے پیچھے نہیں چھوڑ گیا تھا کہ لوگ ان پر عمل کریں اور حنفی مذہب بنا لیں۔ اللہ تو گواہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي مِثْرًا مذہبِ صحیح حدیث ہے؛ پھر جن لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے امام اعظم بنا کر میری تقلید شروع کی اور خود خلافِ احادیثِ اقوال کا طومار گھڑ کر میرے ذمہ لگایا۔ آج ان کو پکڑے۔ میں ہری الذمہ ہوں۔

حدیث کو دانستہ چھوڑ کر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے (دفعی) اقوال پر چلنے والوں کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے دانستہ حدیث کے خلاف حکم دیا ہو؟ یہ خلافِ حدیثِ اقوال اور مغایرِ دینِ طومار بعد کے لوگوں کا گھڑا ہوا ہے، اس پر اندھا دھند نہ چلیں۔ جو باتیں حدیث کے مطابق ہوں وہ لے لیں اور جو خلاف ہوں وہ چھوڑ دیں۔ حدیث کے خلاف کسی کی بات مت مانیں، کسی کے قول پر مت چلیں۔ تحقیق کی روشنی میں عمل کریں اور یہ نہ کہیں کہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں، ہمارے مولوی صاحب یوں فرماتے ہیں۔ بلکہ حدیث کی دلیل کے ساتھ سب کا فرمانِ سر آنکھوں پر رکھیں: کہ سلامتی اسی میں ہے۔

حلالہ کی لعنت

حلالہ کرنے والی ملعونہ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ الْمُحَلَّلَةَ وَالْمُحَلَّلَ لَهَا (دارمی - ابن ماجہ)

عبداللہ بن مسعود رضی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے پر، اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔

جس عورت کو باقاعدہ تین طلاقیں دے دی جائیں وہ عورت اب طلاق دہندہ کے ساتھ رجوع نہیں کر سکتی۔ نکاح بھی نہیں کر سکتی، ہاں عدت کے بعد اپنی مرضی سے کسی اور شخص کے ساتھ نکاح کرے، وہ شخص چھ مہینے، سال دو سال چار سال کے بعد کسی وجہ سے طلاق دے دے جیسے پہلے نے دی تھی یا مرجائے تو اب یہ عورت عدت گزار کر اگر چاہے تو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ اس عورت پر کوئی زور نہیں، دباؤ نہیں۔ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کی یہ جائز صورت ہے۔

اس کے سوا ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے جس کو حلالہ کہتے ہیں۔ اسکی یہ صورت ہے کہ طلاق والی عورت کے ساتھ ایک شخص کا ایک رات کے لیے اس شرط پر نکاح کر دیتے ہیں کہ وہ محبت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دیگا۔ تاکہ تین طلاق بیکسبارگی دینے والے کے لیے یہ عورت حلال ہو جائے۔ ایسا حلالہ کرنے کا فعل کرنے والے اور کرانے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون فرمایا ہے۔

حلال کرنے والا) اُسے کہتے ہیں جو اس نیت سے عورت سے ایک رات کے لیے نکاح کرے کہ وہ اس سے صحبت کر کے دوسرے دن طلاق دے کر پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے گا۔

یاد رہے کہ دین اللہ نے آزار ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے یا اللہ کے حکم اور وحی سے اس کے رسولؐ کا منصب ہے کہ کسی کام کو حلال کرے یا حرام کرے۔ کسی امتی کے لئے ہرگز یہ اجازت نہیں ہو سکتی کہ دین اسلام میں کسی امر کو حرام کرے یا حلال کرے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

اَتَّخِذُواْ اَحِبَّاءَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ اَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ

”پکڑو انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے علماء اور مشائخ کو رب اللہ کے سوا“

جب حضرت عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ آیت کا مطلب پوچھا کہ عیسائیوں نے اپنے علماء و مشائخ کو کیوں کر رب بنایا تھا۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب وہ (علماء و مشائخ) لوگوں کے لیے کسی چیز کو (بلا دلیل صرف اپنی رائے سے) حلال کر دیتے تھے تو لوگ حلال جان لیتے تھے اور جب وہ ان کے لیے کسی چیز کو (بلا دلیل صرف اپنی رائے سے) حرام کر دیتے تھے تو لوگ حرام مان لیتے تھے“ (ترمذی شریف)

یہود و نصاریٰ کا اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنانے کا یہ مطلب ہوا کہ لوگ ان کے حلال کردہ یا حرام کردہ امور کو

مان لیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی مرضی سے چیزوں کو حلال یا حرام کرنا بڑا جرم ہے!

کسی کی جوان لڑکی کو جو مرد بار بار دیکھے یا گلی کوچہ میں اسے دیکھنے کے لئے بار بار جائے تو لوگ اس کو بے حیا اور بد معاش کہیں گے، اور اگر وہ باز نہ آئے تو شاید جوتے بھی کھائے گا۔ لیکن جب والدین اللہ کے حکم اور رسول رحمت کی سنت کے مطابق اپنی لڑکی کا نکاح کرتے ہیں تو خوشی خوشی اپنی لڑکی کو ایک مرد (جو پہلے غیر محرم اور اجنبی تھا) کے حوالے کر دیتے ہیں، اب اس مرد اور عورت کا آپس میں ملنا جلنا سب کچھ نیکی اور ثواب بن جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ اللہ کے حکم اور اسکے سچے رسول کی سنت کے ماتحت ہوا ہے۔ دیکھا وہی کام جو پہلے خدا کی نافرمانی کے سبب بے حیائی اور بد معاشی تھا۔ اب خدا کی اطاعت اور رسول رحمت کی سنت کے اوپر عمل کرنے سے نیکی، پرہیزگاری اور معاشرے کی نیک نامی کا موجب بن گیا ہے۔ پس کسی امر کو حلال یا حرام بنانا خدا اور اس کے رسول کا کام ہے، کسی اور کا نہیں!

حَلَّالًا بھی ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے کہ بیک بارگی تین طلاق دینے والا اگر پھر اس مطلقہ کو بیوی بنانا چاہے تو ایک شب کیسے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دیتا ہے۔ اس غرض سے کہ وہ اس کو خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دے کر پہلے خاوند کے لئے حلال کرے۔ یہ فعل سراسر فریب رسول کے خلاف اور حیار کے سخت منافی ہے۔ اسی لیے تو حضور نے محلل اور محللہ کو ملعون فرمایا ہے۔

لیکن بعض اسلام کی روح کو مجروح کرنے والے ایسے مفتی بھی ہیں جو کہتے ہیں :

فَإِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ وَطْئِهَا حَلَّتْ لِلرَّوْلِ - (بدایہ)
 ”پھر اگر حلالہ کرنے والے نے صحبت کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائیگی“
 حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :
 لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلَّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ - کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے ، دونوں ملعون ہیں۔“ (رواہی - ابن ماجہ)

اسلام دنیا میں رحمت کا پیام ہے۔ اسلام جنکے اوپر خدا کی طرف سے نازل ہوا ، وہ رحمت للعالمین ہیں : صلی اللہ علیہ وسلم۔ دیکھئے! خدا تعالیٰ نے قرآن میں طلاق دینے کا طریقہ (اشد ضرورت کے وقت) یہ بتایا ہے کہ یکے بعد دیگرے تین طلاقیں تین مہینوں میں دو ، اور پہلی دو طلاقوں میں رجوع کا موقع دیا ہے۔ اگر دو ماہ میں رجوع نہیں ہوا تو پھر تیسرے ماہ تیسری طلاق دینے سے عورت کا متعلق پورے طور پر ختم کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے یکبارگی تین طلاق دینے کو قرآن کے ساتھ استہزا فرمایا ہے اور اس کام پر غضبناک ہوئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف)

پھر اگر کوئی نادانی سے یک وقت تین طلاق دے دے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا ہے۔

عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم دابة بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق
- الثلاث واحدة " (صحیح بخاری)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، اور حضرت ابوبکرؓ کی پوری خلافت میں، اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دو برس میں (بیکبارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں؟

غور فرمائیں! کہ بیکبارگی تین طلاقیں جب ایک طلاق کے حکم میں ہیں اور پھر یہ آسانی نبی رحمتؐ کے حکم سے رجوع ہو سکتا ہے تو پھر اس حلالہ کے ایجاد کرنے کی کیا ضرورت رہی!

پھر سنیں! — کہ کسی شخص کے کہنے پر اس ایجاد حلالہ کے نزدیک نہ پھٹکیں۔ حضور انورؐ نے لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ فرمایا ہے کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔ دونوں ملعون ہیں! (ابن ماجہ) ہمارے پاس آج تک چالیس سے زیادہ ایسے اشخاص آچکے ہیں — جنہوں نے کہا کہ وہ بیکبارگی تین طلاق دے چکے ہیں اور اب رجوع کرنا چاہتے ہیں، لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ حلالہ کرو پھر نکاح کرو! لیکن ان کی فہمیر اس قابلِ شرم حلالہ کی اجازت نہیں دیتا۔

ہم نے ان کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں پناہ دی۔ تین طلاق کو ایک رجعی قرار دیکر ان کے اجرے گھروں کو بسایا — اور وہ اسلام کی خوبیوں کا گن گاتے اور نبی رحمتؐ کے لئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہتے ہوئے خوش و خرم ہیں۔

بھائیو! ہم لئے بار بار عرض کرتے ہیں کہ جامد تقلد چھوڑ

دو اور امتیوں کی مشرورہ باتیں مانو جو حدیث کے مطابق ہوں اور جو نہ ہوں وہ چھوڑ دو۔ اب تھوک دو اس علاقہ کو اور توبہ کرو اس طومار سے جو احادیث سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔ تحقیق کے اجلے میں اڑو اور شاہراہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر چل کر قبول رسالت کی ذمہ داریاں پوری کرو۔

بادہ و خونِ جگر بیک کس نہ دہند
کہ بیک دست محال است دوساغر گزند

حدیث کے موافق فقہ سرائیکھوں پر

یہ جو حدیث سے مختلف فقہ کے مسائل آپ نے اوپر ملاحظہ کئے ہیں، مشتے نمونہ از خردارے ہیں۔ کتب فقہ کی چھان بین سے سینکڑوں ایسے مسائل و احکام اور دکھائے جاسکتے ہیں جو احادیث نبوی کے خلاف ہیں۔ پھر ہمیں چاہیے کہ کتب فقہ کو قرآن اور حدیث کا درجہ نہ دیں۔ بلکہ ان کتابوں کے وہ مسائل قبول نہ کریں جو تاجدار عالم بطحا کی سنتوں اور حدیثوں کے برعکس ہیں اور جو مندرجات حضرت خیرالوری کے فرمودوں کے موافق اور مؤید ہیں انہیں سرائیکھوں پر رکھیں۔ اور یہی تحقیقی اور تنقیدی اصول رجال امت کی تصنیفوں، تالیفوں، تدوینوں، قیاسوں اور اجتہادوں میں کارفرما رہے کیونکہ سوائے رسولی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی امت میں تنقید سے بالاتر نہیں ہے۔

کوئی بھی غیر نبی معصوم عن الخطأ نہیں!

حاشا دکلا۔ ہمیں کتب فقہ یا ان کے مصنفین و مجتہدین کے ساتھ کوئی بغض و عناد نہیں۔ ہم ائمہ دین کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے لئے خدا سے رحمتیں مانگتے ہیں۔ ہاں ہم ان کو رحمتِ عالم کی عصمت میں شریک کرنے کو تیار نہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نہیں دیتے۔ وحی کا محل نہیں سمجھتے، بھول چوک سے معصوم و پاک تصور نہیں کرتے۔ ان کے اقوال و افعال اور اجتہاد و قیاس کو آنکھیں بند کر کے بغیر تحقیق کے ماننے کو تیار نہیں۔ انہیں احادیث و سنن کی روشنی میں لائے بغیر قبول کرنا گوارا نہیں کرتے کہ مشرک پیغمبر معصوم کی ذات یہی حجت فی الدین ہے۔ ان کے قول و فعل کو ہی بلا چون و چرا ماننے کا حکم ہے۔

فیصلہ رسولؐ سے اعراض کا نتیجہ

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان (منافق مسلمان) کے درمیان جھگڑا ہو گیا، مسلمان نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلو کہ وہ یہودی عالم ہے ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ یہودی نے کہا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چل کر فیصلہ کرا لیتے ہیں۔

بالآخر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے:

فقہی للیہودی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیان سگر، یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ فلم یرض المنافق، لیکن منافق حضور کے فیصلے پر راضی نہ ہوا، اور کہنے لگا کہ حضرت عمرؓ کے پاس چلو، پھر وہ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ یہودی نے سارا حال کہہ سنایا، اور

بتا دیا کہ ہم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فیصلہ لے آئے ہیں -
 حضور نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے - حضرت عمرؓ نے اس مسلمان
 (منافق) سے دریافت کیا کہ کیا یہودی ٹھیک کہتا ہے ؟ اس نے کہا :
 ہاں ٹھیک کہتا ہے - فَقَتَلَهُ : پھر حضرت عمرؓ نے اس مسلمان (منافق)
 کو قتل کر دیا اور فرمایا :

هَذَا قَضَاءٌ وَمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : یہی فیصلہ ہے اس شخص کا جو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ (حدیث) پر رضامند نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ پر خون کا دعوے :

پھر اس مقتول کے وارثوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 حضور حضرت عمرؓ پر خون کا دعوے دائر کر دیا کہ عمرؓ نے ایک مسلمان
 کو قتل کر دیا ہے - اب حضور انور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم قاضی ہیں - ایک طرف عدالت کے اندر مدعی (مقتول کے وارث)
 ہیں - دوسری طرف مدعی علیہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ، اتنے
 میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر آگئے :

حدیث چھوڑ کر قولِ امّی کی طرف آنا منافقت ہے :

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ
 رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صِدْءًا وَدَاهٍ (پہ ۷۴)

اور جب کہا جاتا ہے ان دنام کے مسلمانوں منافقوں کو کہ فیصلہ کے لیے آؤ

طرف اس چیز کے جو آٹاری ہے اللہ نے (یعنی قرآن، اور طرف رسول کے (یعنی حدیث کے)، تو دیکھتا ہے تو ان (منافقوں) کو کہ سبھ سے ہٹ ہٹ رہتے ہیں یعنی تجھ سے بچتے رکھتے ہیں؟

مقتول کے وارثوں کا دعوے تھا کہ عمر رضی نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ خدا نے فرمایا کہ مقتول مسلمان نہیں، منافق ہے اور اس کا نفاق یہ تھا کہ اس نے اپنے لئے : مَا أَنْزَلَ اللَّهُ : قرآن اور الرسول — حدیث کو کافی نہیں جانا — فیصلہ رسول سے اعراض کیا۔ حدیث سے پیچھے ہٹ گیا۔ مسلمان بھائیو! غور کرو کہ اس آیت میں حضرت الزہری کے حکم سے منہ موڑنے والے کو خدا نے منافق کہا ہے۔ اس کے اسلام سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ مقتول نماز بھی پڑھتا تھا، بظاہر روزے بھی رکھتا تھا اور عام مسلمانوں کی طرح مسلمان کہلاتا تھا۔ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہوا۔ اس نے حضور کی حدیث کو پرے ہٹایا حدیث چھوڑ کر امتی کے قول کی طرف رخ کیا۔ اس پر خدا نے اسے منافق کہا گویا خدا نے یہ فیصلہ دیا کہ عمر رضی نے مسلمان کو نہیں مارا بلکہ ایک منافق کو قتل کیا ہے، اسکا خون بدر قرار دیا۔

پھر خون کا دعوے کرنے والوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہوا :

فَكَيْفَ إِذَا آصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ وَهُمْ قَدْ كَفَرُوا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ حِيَارًا وَكَيْفَ يَخْلُقُونَ بِاللَّهِ إِنَّ أَرْذَلَنَا إِلَهًا أَحْسَنًا فَذُتُّوا فَيَقَا ۝ (پ ۷۷)

پھر کیا ہوا جب پہنچی ان کو مصیبت اپنے کرتوت کی وجہ سے :
کہ فیصلہ رسول نہ مانا، پھرتے ہیں تیسرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے کہ بخدا ہماری غرض تو سلوک اور میل ملاپ کی تھی!

یعنی مقتول کے وارث حضور سے کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس آپ کے حکم کی اپیل لے کر نہیں گئے تھے۔ بلکہ اس خیال سے گئے تھے کہ حضرت عمرؓ ہم سب کی آپس میں صلح کرا دیں گے۔ خدا نے ارشاد فرمایا

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (سپ ۶۷)

”یہ لوگ (منافق) ہیں۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ جو انفاق، ان لوگوں کے دلوں میں ہے۔ پھر منہ پھیرے ان سے (اے پیغمبر)، اور نصیحت کر ان کو (کہ نفاق چھوڑ دو) اور کہہ ان سے ان کے حق میں بات اثر کرنے والی“

حدیث کے مقابلہ میں قول پر عمل کر نیوالے

یعنی یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس صرف صلح سلوک اور میل ملاپ کی خاطر گئے تھے، جھوٹ کہتے تھے۔ یہ منافق ہیں، بے ایمان ہیں، دراصل انہیں (اے میرے پیارے رسول) تیرا فیصلہ پسند نہ آیا، تیرا فرمان نہ بھایا۔ انہوں نے تیرے ارشاد سے منہ موڑا، حدیث چھوڑ کر قول پر عمل کرنے لگے تھے۔ خدا ان کی منافقت کو خوب جانتا ہے۔ عمرؓ پر ان کا دعوے، استغاثہ نہیں چل سکتا، ان سے منہ پھیرے، ان کو اپنی عدالت سے نکال دے کہ تیری حدیث کو روکنے والے ہیں۔ دُور کر دے ان کو، کہ تیرے ارشاد پر ناخوش ہیں، دفع کر انہیں اپنے حضور سے کہ مسلمان کہلا کر تیرا حکم ٹالنے والے ہیں۔ حدیث کی موجودگی میں عمرؓ کا قول چاہتے ہیں: **يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدًّا** : تیرے فیصلے سے رُک رُک

رہتے ہیں۔ ہاں، ہاں! یہ منافق ہیں۔ بے ایمان ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ط

حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (پہلے)

”پس قسم ہے تیرے رب کی (اے نبی! رسول) نہیں
ایمان لائیں گے یہاں تک کہ حاکم بنائیں تجھ کو اپنے باہمی
جھگڑوں میں، پھر تیرے فیصلے سے اپنے جیوں میں
دکھ بھی، تنگی نہ پائیں اور دل و جان سے مان لیں!“

یعنی یہ کلمہ پڑھنے والے، مسلمان کا دعوے کرنے والے، نمازی، حاجی،
زکوٰتی، روزہ دار، تہجد گزار، پرہیزگار، اپنے دین و دنیا کے تنازعوں،
مسائل کے جھگڑوں میں جب تک تجھے اپنا حکم، منصف اور قاضی نہ
بنائیں گے۔ تیرے حکم، فیصلے، سنت اور حدیث سے اپنے اختلافات
ختم نہ کریں گے۔ تیرے فرمان کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں گے،
برگز مومن نہ بنیں گے۔ مسلمان نہ ہوں گے، چاہے ہزار بار کہیں:
مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ۔ اگر سنت سے سرکیں گے، اعراض کریں گے۔
حدیث کے مقابل میں امتیوں کے اقوال چاہیں گے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا
يُؤْمِنُونَ۔ مجھے تیرے رب ہونے کی قسم! یہ مسلمان نہیں!

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ كَاِنتِبَاهِ

مسلمانوں کو یہ پڑھ کر لرز جانا چاہیے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا حکم سنکر، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرنے پر خدا نے ان کو منافق کہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قول پر عمل کرنے کے خواہشمند کو موت کے گھاٹ اتار دیا، غور فرمائیں کہ حضورؐ کا فیصلہ حدیث ہی تھا نا!۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ چاہنا، حدیث چھوڑ کر امتی کے قول پر عمل کرنا ہی ہوا۔ پھر ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا، جو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں چھوڑ کر مقابلہ میں اقوالِ رجال پر عمل کرتے ہیں۔ فیصلہ رسولؐ ترک کر کے دانستہ امام کے قول کو اپناتے ہیں۔ کیا اس صورتِ حال پر یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صِدُّوْدا کی زد نہیں پڑتی۔ اس خرمینِ عمل کو فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ کی بجلی جلا کر رکھ سیاہ نہیں کر دیتی۔

چمن میں تلخ نوائی مسیری گوارا کر!
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تزیافے

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت خلیفہ عبد الملک بن مردان بن الحکم کا عہد تھا۔ آپ کے دادا زوطی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں اسلام قبول کیا۔ آپ کے والد ثابت اسلام میں پیدا ہوئے۔

آپ نساج تھے (رحمۃ اللہ علیہ) ریشمی پارچہ بانی کا بہت بڑا کارخانہ آپ کے گھر میں تھا اور پشتِ ہا پشت سے کپڑے کی تجارت کا یہ کام آپ کے خاندان میں ہوتا چلا آتا تھا۔ شروع شروع میں آپ بھی اپنے آبائی پیشے میں مصروف رہے۔ حلال کی روزی کما کر کھانی آپ کی گھٹی میں تھی مشکوک لقمہ تک آپ کے پیٹ میں نہیں گیا۔

خدا تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہے تو اس کی طبیعت میں اسکا رجحان و میلان پیدا کر دیتا ہے۔

تعلیم کا دور

آپ کی طبیعت نے یک نخت پلٹا کھایا اور آپ تحصیلِ علم کی طرف مائل ہو گئے۔ حافظہ بلا کا تھا۔ طبیعتِ علم کو ایسے جذب کرتی گئی جیسے آگ پانی کو اصل بات یہ ہے کہ خدا کی توفیق اور اس کا فضل آپ کے شامل حال تھا اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے زمانے کا مجتہد بنائے۔

آپ کی پیدائش کے ایام میں کئی اصحابِ زندہ تھے؛ حضرت انسؓ بن مالک بصرہ میں، حضرت عبداللہ بن ابی ادنیٰ کوفہ میں، سہل بن سعدیؓ مدینہ میں، اور ابو طفیل رض مکہ میں موجود تھے۔ آپ نے ان صحابہؓ سے

۱۔ حضور اللہؐ فرماتے ہیں۔ مَا أَكَلُ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ حَتَّىٰ مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَسَلِ يَدَيْهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ (بخاری)

نہیں کھایا کسی نے کوئی کھانا بہتر اس سے کہ کھاتے اپنے ہاتھ کے کب سے۔ اور تحقیق اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کھاتے تھے اپنے ہاتھوں کے عمل سے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے لہجے کی زہر بنا کر بیچتے تھے اور یہ کمانی کھاتے تھے۔ معلوم ہوا دستکاری انبیاء کی سنت ہے۔

۲۔ امام اعظمؒ نے کسی مجاہدی سے کوئی روایت نہیں لی۔ فوراً کہیں کہ حضرت (بقیہ صفحہ ۲۶۷ پر)

کوئی روایت نہیں لی۔ جب آپ کا توفیق ذوق تحصیل علم کے صحرا میں دوڑنے لگا تو اس وقت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیارے ہو چکے تھے، اس لیے آپ کا علم تابعین کا مرہونِ منت ہے۔ آپ نے فقہ کا علم حماد بن ابی سلیمان سے حاصل کیا اور حدیث عطاء بن ابی رباح، ابواسحاق، محمد بن مسکد

حاشیہ صغیر گذشتہ: عبد اللہ بن ابی ادنیٰؓ کو ذمہ میں وہ آخری صحابی ہیں جو شہدہ میں فوت ہوئے،

رضی اللہ عنہ اور امام صاحب شہدہ کو پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ ان سے پڑھنے یا روایت لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور حضور کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخری صحابی حضرت ابو طفیلؓ ہیں جو مکہ شریف میں شہدہ میں بہشت کو سدھارے۔ ان سے حدیث سننا تو درکنار حضرت امام صاحب کی ان سے ملاقات تک نہ ہوئی۔ حضرت علامہ شبلیؒ سیرت انعمان میں صاف لکھتے ہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ امام نے صحابہ سے ایک روایت بھی کی ہوئی تو سب سے پہلے تلامذہ خاص اس کو شہرت دیتے: "ایسا ہی تاریخ ابن خلکان میں بھی ہے کہ امام صاحب کی زندگی صحابی سے ملاقات ہوئی اور نہ کسی صحابی سے روایت ہی کی ہے۔ حضرت امام ابو منیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی، تقویٰ، علم و فضل اور جلال شان اپنی جگہ پر درست اور مسلم ہے لیکن خواہ مخواہ عقیدت کی رو میں بہہ کر خلاف واقعہ باتیں ان کے حق میں گھڑ کر فرضی مرتبے قائم کرنا درست نہیں یہ بات بھی آپ کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو دیکھ کر ان کے حق میں دعا کی تھی حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت علیؓ شہدہ میں فوت ہوئے اور امام صاحب ان کی وفات کے چالیس سال بعد شہدہ میں پیدا ہوئے۔ افسوس! بخوش فہم لوگ بزرگوں کی فرضی شان قائم کرنے کے لئے کیسے کیسے افسانے تراشتے ہیں۔

ہشام بن عروہ، نافع مولا ابن عمر وغیرہم سے سماعت کی، امام مالکؒ سے بھی آپ کی سماعت حدیث ثابت ہے۔

آپؒ کی طبیعت کی صفائی، پاکیزگی اور ذہن کی رسائی مشہور تھی، دماغ بڑا موزوں، حافظہ بلا کا اور قوت استدلال بہت زبردست تھی۔ تائبید ایزدی سے آپ علم کی معراج کو پہنچ گئے۔ آپ کے ہم عصر لایخل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علم کی تخبویں اور بلندوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی۔ آپ کے شاگرد امامت علم کے مرتبوں کو پہنچ گئے، جن میں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفر بہت مشہور ہیں۔

آپ بڑے عابد، زاہد، خداترس، متقی، پرہیزگار

پسندیدہ اخلاق

تھے۔ دل ہر وقت خوفِ الہی سے لرزتا رہتا تھا۔ اللہ کے حضور تضرع کرتے رہتے اور بہت کم بولتے تھے۔ بڑے سلیم الطبع، بلند اخلاق، پسندیدہ طبیعت، منکسر مزاج، مفسر، بردبار، عالم باعمل اور فرشتہ خصلت انسان تھے۔ تقویٰ اور خوفِ خدا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دیانت آپ کی مسلم تھی۔

دنیا آپ کے پیچھے پڑی لیکن آپ دنیا سے ہمیشہ بھاگا

زہد و تقویٰ

کئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور آپ کو کوفہ سے بغداد لے گیا اور وہاں لے جا کر آپ کے سامنے قضاۃ پیش کی۔ آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، حتیٰ کہ قاضی نہ بننے پر رقم کھالی۔ خلیفہ منصور نے بھی کہا کہ بخدا آپ کو قاضی بنا کے چھوڑوں گا۔

اسے سلسلہ میں خلیفہ کے دربان ربیع بن یونس نے کہا: نعمان بن

ثابت سوچئے ! امیرالمومنین نے آپ کو عہدہ دینے کی قسم کھالی ہے —
 آپ نے جواب دیا : ریح بن یونس ! سنا خلیفہ اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا
 کرنے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ خلیفہ نے یہ سنا کہ آپ کو قید
 کر دیا۔ بار بار آپ کے آگے قضاة پیش کی۔ ہر بار آپ نے انکار ہی کیا، اور
 خلیفہ کو فرمایا : خدا سے ڈر ! اور یہ قضاة کی امانت کسی اہل کو سونپ !
 تیرے دربار میں کئی اس منصب کے لائق ہیں۔ اگر تو مجھے دریا میں ڈبو دینا
 پھر بھی قضاة قبول نہیں کروں گا، کیونکہ میں اس کے لائق نہیں ہوں۔
 خلیفہ نے کہا : آپ جھوٹ کہتے ہیں، آپ قضاة کے مندر لائق ہیں —
 آپ نے جواب دیا : حَكَمْتُ لِي عَلَىٰ نَفْسِكَ : آپ نے میرے حق میں فیصلہ
 کر دیا۔ اب تو میں کسی صورت قضاة کے لائق نہیں کیونکہ جموٹا قاضی نہیں
 ہو سکتا۔

پھر ایک دفعہ حاکم عراق نے آپ کے آگے کوضر کی قضاة پیش کی آپ
 نے بدستور انکار کیا۔ اس پر یزید بن عمرو نے آپ کو ہر روز دس سیدی کی سزا
 دینی شروع کر دی اور ایک سو دس سیدی لگوائے، پر آپ نے قاضی بننا
 منظور نہ کیا۔

اسکے سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ کس درجہ
 باخدا، نیک، متقی، خدا ترس اور خشیت ایزدی سے لڑھ بر اندام رہنے
 والے انسان تھے۔ کیا ان سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ انھوں نے دانستہ
 حدیث کے خلاف قیاس اور آراء کے دفتر تیار کئے ہوں۔ پرگز نہیں!

آپ وصیت فرماتے ہیں :

امام ابوحنیفہؒ کی وصیت

لَا يَتَّبِعُنِي لِمَنْ كَرِهْتُ وَلَا يَتَّبِعُنِي مَنْ

يَفْتِي بِكَلَامِي - (تفسیر مظہری - بواقیت الجواہر)
 "جو شخص میری دلیل سے زبان لے اسکو سزاوار نہیں کہ میرے
 کلام سے فتوے دے"

یعنی بلا دلیل میری کوئی بات نہ مانو اور نہ اس سے فتویٰ دو۔

آپ فرماتے ہیں :-
امام صاحب کا مذہب
 إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي

"جب حدیث صحیح (ثابت) ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے"

گویا آپ نے صاف کہہ دیا کہ "میں اجماعی ہوں" نیز حضرت امام صاحبؒ
 کی زبان سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مذہب ہے کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ صحیح
 حدیث میرا مذہب ہے"

کسی نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ تم اہل حدیث کیسے ہوئے۔؟
 انہوں نے جواب دیا: مجھے امام ابوحنیفہؒ نے اہل حدیث بنایا۔ (حدائق الخفیہ)

کتاب و سنت کی خلاف میرا قول چھوڑ دو!

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں :-

إِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَكَتَبْتُ لِقَابِ اللَّهِ يُخَالِفُهُ فَأَتْرُكُهَا قَوْلِي بِكِتَابِ

اللَّهِ - فَيَقْبَلُ إِذَا كَانَ حَبْرَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ يُخَالِفُهُ قَالَ أَتْرُكُهَا قَوْلِي بِحَبْرِ الرَّسُولِ فَيَقْبَلُ إِذَا

كَانَ قَوْلُ الصَّخَابَةِ يُخَالِفُهُ قَالَ أَتْرُكُهَا قَوْلِي بِقَوْلِ الصَّخَابَةِ

(روضة الطالب)

اسے تقلید کی تعریف ہے امام کے قول بلا دلیل کو قبول کرنا۔ حضرت امام صاحبؒ (بقیہ ص ۲۸)

جب میرا قول قرآن مجید کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔ آپ سے پوچھا گیا: جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا چھوڑ دو، پھر سوال ہوا۔ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کے خلاف ہو۔؟ فرمایا: پھر بھی چھوڑ دو۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام صاحبؒ کا مذہب حدیث کے مطابق: مَا اَنَا عَلَيِّدٌ وَ اَمْتَانِي ہی تھا۔ یعنی جس راہ (قرآن اور حدیث) پر حضور، اور صحابہ رضی اللہ عنہم چلتے تھے۔ امام صاحبؒ بھی اسی راستے پر گامزن تھے۔ پھر تمام حنفی بھائیوں کو چاہیے کہ وہ بھی امام صاحب کے ارشاد کے مطابق امام صاحبؒ کا راستہ۔ قرآن اور حدیث اختیار کریں، بلا دلیل اقوال پر نہ چلیں۔ یہ راہ امام نہیں ہے!

اِنَّ تَوَجَّهَ لَكُمْ دَلِيْلٌ فَتَقْوُلُوْا بِهٖ
(در مختار معصری جلد اول)

دلیل سے عمل کرو!

وہ اگر تم کو (قرآن اور حدیث) سے دلیل مل جائے تو اسی پر عمل کرو اور اسی سے فتوے دو!

غور کریں! کہ امام صاحبؒ تاکید فرماتے ہیں کہ جب دلیل یعنی قرآن و حدیث مل جائے تو اسی پر عمل کرو۔ پھر بڑا دران احتاف کو چاہیے کہ وہ قرآن اور

بقیہ حاشیہ معر گذشتہ

فرماتے ہیں کہ میرے بلا دلیل قول سے فتویٰ دینا حرام ہے پھر مقلد بھائیوں کو امام صاحبؒ کے فرمان کے مطابق مدلل اقوال کو ماننا اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔ جو متعصب اور فتدی لوگ بلا دلیل اقوال پر اٹھتے ہیں۔ ان کو امام صاحب کے حکم کے مطابق یہ روش چھوڑ دینی چاہیے۔ ورنہ وہ امام صاحب کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔

حدیث پر بالراست عمل کریں کہ یہی امام صاحب کی فرماں برداری ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں
بلا دلیل فتویٰ دینا حرام ہے! حَرَامٌ وَعَلَى مَنْ لَمْ يَعْرِفْ

ذَلِيلِي أَنْ يُفْتِيَ بِكَلَامِي ۝ (میزان شعرانی)

نہ جس شخص کو میرے قول کی دلیل (قرآن و حدیث) سے معلوم

نہ ہو۔ اسے میرے کلام کے ساتھ فتوے دینا حرام ہے ۴

امام صاحب کے اس فرمان سے معلوم کہ محض ان کے اقوال۔ بلا دلیل پر نہ

عمل کرنا چاہیے، اور نہ ہی اس سے مستد تانا چاہیے۔ ہاں جب انکا قول

مدلل ہو۔ سند کے ساتھ ہو۔ قرآن و حدیث کی دلیل سے ہو تو پھر قابل

عمل بھی ہے اور قابل تبلیغ بھی۔ حنفی جہاٹو! امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کا ارشاد سن رہے ہو! پھر کسی کے کہنے پر امام صاحب کا قول بلا دلیل

نہ ماننا کہ اس میں امام صاحب کی نافرمانی ہے!

حضرت امام صاحب اپنے شاگرد قاضی ابو

قاضی ابویوسف کو حکم | یوسف کو حکم دیتے ہیں :

لَا تَرَوْعِي شَيْئًا فَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَخْطِئًا أَنَا أَمْ

مُصِيبٌ . (تاریخ بغداد امام خطیب)

(ابویوسف میرے شاگرد) میری روایت سے مسائل بیان نہ کرنا

بخدا میں نہیں جانتا کہ میں نے درست مسائل بیان کئے ہیں

یا غلط ۵

جہاں حدیث نہیں ملی وہاں امام صاحب نے اپنے اجتہاد (رائے) سے مسئلہ

بتایا ہے، لیکن ساتھ ہی تاکید کر دی کہ میری رائے یا قول سے مسائل بیان

نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ اجتہاد میں غلطی کر جاؤں۔ رحمت جو خدا کی امام صاحب پر، کتنا ڈر ہے خدا کا دین کے بارے میں۔

إِيَّاكُمْ وَالْقَوْلَ فِي دِينِ اللَّهِ بِالزَّأْيِ وَعَلَيْكُمْ بِإِتِّبَاعِ
السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا صَدَلَّ - (فتوحات)

لوگو! خدا کے دین میں رائے قیاس کرنے سے بچو اور حدیث کی تابعداری کرو۔ اگر سنت کا اتباع چھوڑ دیا۔ تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

حضرت امام صاحب فرماتے ہیں :-

مُتَعَيِّفُ الْمُحَدِّثِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ

أَرَاءِ الرِّجَالِ - (عقود الجواهر)

حدیث اور آراء رجال

”میرے نزدیک ضعیف حدیث اقوال رجال سے زیادہ محبوب ہے“

غور کریں کہ امام صاحب حدیث کے کتنے شیدائی ہیں کہ ضعیف حدیث تک کو آراء رجال سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ شیع حدیث کے یروانہ ہیں۔ لیکن افسوس جو صحیح حدیث کو چھوڑ کر اقوال رجال کو لیتے ہیں، وہ کتنے حق سے دور ہیں۔ ہم حنفی علماء کی خدمت میں بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو حدیث پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں، کتب فقہ کی بجائے صحاح ستہ پر زور دیں!

حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں :-

مَا جَاءَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حدیث سرانگھوں پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِالرَّأْسِ وَالْعَيْنِ (ظفر الامانی)

جو کچھ حدیث شریف سے ثابت ہو وہ سرانگھوں پر ہے۔

امام صاحب کے اس ارشاد کو سنکر ہر حنفی بھائی کا فرض ہے کہ وہ کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی میرا مذہب ہے، حدیث میرے سر آنکھوں پر ہے اور پھر وہ عمل کے لیے صرف حدیث ہی تلاش کرے اقبالِ رجال کے درپے نہ ہو۔ جب حدیث مل گئی تو قول کی کیا ضرورت ہے؟

جزء تاریخ بغداد للخطیب میں ہے :-

إِذَا وَرَدَتْ عَلَيْهِ مَسْئَلَةٌ فِيهَا

امام صاحب کا طریق عمل

حَدِيثٌ اتَّبَعَهُ أَوْ كَانَ عَنِ الْقَوَائِمِ وَالْمُتَابِعِينَ -

”جب امام ابوحنیفہؒ کے پاس کوئی مسئلہ آتا، اور اس کے بارے میں صحیح حدیث ہوتی تو آپ حدیث کی پیروی کرتے۔ ورنہ صحابہ رض اور تابعین کی۔“

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحبؒ کا مذہب حدیث تھا۔ ان کا عمل مَا أَنَا عَلَيْهِمْ وَأَهْلِيَابِي پر تھا۔ پھر آپ کسے کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب حنفی ہے۔ بھائیو! سوچو کہ حنفی مذہب کہاں سے آگیا؟ حضرت امام صاحبؒ تو اپنا مذہب حدیث بتائیں اور خود اپنا کوئی مذہب جاری نہ کریں بلکہ حکم دیں کہ حدیث سر آنکھوں پر رکھو، پھر امام صاحبؒ کے فرمان کے مطابق آپ کا مذہب حدیث ہی ہونا چاہیے۔ عمل کے لیے مثنیٰ کتاب و سنت کو کافی جائیں۔ دیکھئے! حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی کتاب ”مجموعہ فتاویٰ“ میں فرمایا:

”مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا۔“

جب مسلمان ہونے میں حنفی ہونا شرط نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ حنفی ہونا اسلام کا حکم نہیں، بیغیر حنفی ہوئے اور کہلائے بھی مسلمان سولہ آنے مسلمان ہے!

کہ صحابہؓ تابعینؓ اور شیخ تابعینؒ حنفی، شافعی وغیرہ قطعاً نہ تھے، اور سب مقرب بارگاہ ایزدی تھے۔ ان کا عمل صرف کتاب و سنت پر محتا۔

گھڑے ہوئے مسائل

ان تصریحات کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ قرآن اور حدیث کے حامل تھے۔ پھر کیا یہ ان سے ہو سکتا ہے کہ ان کے اقوال حدیث کے خلاف ہوں؟ یعنی انھوں نے دائرہ حدیث سے اختلاف کیا ہو؟ ہرگز نہیں! اور یہ جو فقہ کے اندر بیشتر مسائل و احکام حدیث سے مختلف ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام صاحبؒ کے نہیں ہیں، بلکہ بعد کے لوگوں کے گھڑے ہوئے ہیں اور جبکہ امام صاحب کے ذمہ لگا دیتے ہیں۔ لاکھوں ہمتیں ہوں امام صاحب پر، انھوں نے حدیث پاک کو ہی اپنا مذہب بنایا حدیث کے مل جانے پر اپنی رائے کو پرکھ کے برابر بھی نہیں جانا۔ ڈر ڈر کر، بچ کر، بڑی احتیاط سے مسائل بتائے اور پھر تاکید پر تاکید کی کہ اگر یہ حدیث کے خلاف ثابت ہو جائیں تو انھیں دیوار پر دے مارنا اور حدیث پر عمل کرنا۔

پھر انھوں نے ان علماء پر جو زبردستی فقہ کی کتابوں کے خلاف حدیث مسائل امام صاحبؒ کے نام سے لوگوں میں بیان کرتے ہیں اور پھر تقلیدی رنگ میں انھیں ماننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے زور دیتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ فلاں مسئلہ حدیث سے مختلف ہے تو حنفی بھائیوں کو یہ تعلیم دے رکھی ہے کہ تم اسی قول پر جمے رہو، ادھر ادھر جاؤ گے تو منسیر مقلد ہو جاؤ گے۔ استغفر اللہ! حدیث سے مختلف (امام کے فرضی) قول کو اپنالے اور

حدیث سے بے اعتنائی برتنے کو کہا جاتا ہے کہ یہ تابعداری ہے حضرت امام صاحب کی؟ حضرت امام صاحب نے تو فرمایا ہے کہ میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو!

نور مآبہ

ہدایہ کے مصنف کا زمانہ

جس طرح قرآن کے بعد صبح الکتب صحیح بخاری مسلم ہے: اسی طرح احناف میں ہدایہ کا درجہ ہے کہ ہدایہ میں ہی لکھا ہے کہ اِنَّ الْهُدٰى اَيَّةٌ كَالْقُرْآنِ۔ کہ ”ہدایہ مثل قرآن کے ہے“ اس ہدایہ کے خلاف حدیث احکام امام ابو حنیفہؒ کے ذمہ لگائے گئے ہیں، حالانکہ ہدایہ امام صاحب سے صدیوں بعد لکھی گئی ہے۔ حضرت علی بن ابوبکرؓ ہدایہ کے مصنف ہیں۔ آپ کا لقب: برہان الدین اور کنیت ابو الحسن ہے۔ ۸ ماہ رجب ۳۵۵ھ سووار کے دن عصر کے بعد پیدا ہوئے۔ آپ مرغیاں کے باشندہ تھے اور ۱۴ ذی الحجہ ۳۵۳ھ منگل کی رات کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور سمرقند کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

آپ نے ہدایہ کی تالیف ۳۵۵ھ میں شروع کی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۵ھ کو فوت ہوئے۔ گویا ہدایہ کا نام لوگوں نے امام صاحبؒ سے چار سو تیس برس بعد سنا۔ اس ہدایہ میں کتب حدیث کے راویوں کی طرح سلسلہ روایت نہیں ہے کہ فلاں منہ جو حضرت امام صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کا کیا ثبوت ہے؟ بس یونہی کہہ دیا گیا ہے۔

ما يتخذن من الخنطة والشعير والعسل والذرة حلال عند
ابي حنيفة ولا يحد ثاربه عندك وان سكر منه -

”گیہوں، جَو، شہد، جوار کی سشراب ابو حنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے اور اس کے پینے والے کو امام صاحب کے نزدیک حد بھی نہیں ماری چاہیئے خواہ اسے نشہ بھی چڑھ جائے“

امام صاحب بری الذمہ ہیں !

جسطرح اس مسئلہ کی حلت زبردستی ساڑھے چار سو برس کے بعد امام صاحبؒ کے ذمہ لگائی گئی ہے، اسی طرح تمام خلافت حدیث اقوال و احکام بھی جبکہ امام صاحب کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ہم علی الاطلاق کہتے ہیں: کہ حضرت امام صاحبؒ ان منسوبات سے بری الذمہ ہیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ تقلید نہ کرنے والے امام صاحب کا ادب نہیں کرتے۔ خوب! محترفات کا التزام دور کرنے والے امام صاحب کے بے ادب ہیں اور جویہ کہتے ہیں: حَلَّالٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ : وہ امام صاحبؒ کا ادب کرنے والے ہیں! انصاف! انصاف!!

بھائیو! جامد تقلید ترک کر دو اور امام صاحبؒ کے فرمان کو پڑھو :

اِذَا صَحَّ الْمَحْدِثُ فَهَوَّ مَدَّ هَبِي

”صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے“

پس آپ بھی امام صاحبؒ کے فرمان کے مطابق اپنا مذہب حدیث اختیار کر لو۔ اہلحدیث ہو جاؤ کہ حضرت امام صاحبؒ بھی مذہب اہلحدیث رکھنے کے سبب اہلحدیث تھے۔

یہ جو ہم نے تقلید اہلرفقہ کے احکام و مسائل پر اتنی لمبی نظر کی ہے۔

اس سے پہلے مراد یہ ہے کہ مسلمان بھائی امتیوں کے کورانہ بندھوں سے

آزاد ہو کر براہ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں لگ جائیں
صرف سبیل رسول پر چلیں۔ فرتہ بندی سے بال بال بچکر صرف سرور
رسولان صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو ایمان کی جان سمجھیں کہ خدا نے
قرآن میں ہمیں یہی حکم دیا ہے : **وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ**
سبیل رسول پر چلنے والا ہی خدا کا حکم بردار ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی کوئی کتاب نہیں ہے!

امام صاحبؒ پر خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں کہ انہوں نے اس ڈر سے کوئی
کتاب نہیں لکھی۔ کوئی تصنیف اپنے چچے نہیں چھوڑی کہ لوگ ان کا مذہب نہ
بنالیں، ان کے نام سے کوئی فرتہ پیدا نہ کر لیں۔ چنانچہ امام رازیؒ نے مناقبت
الشافعی میں تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی!
(سیرت النعمان از شبلی نعمانیؒ ص ۱۷۱)

حضرت مولانا شبلیؒ سیرت النعمان میں تحریر فرماتے ہیں۔ انصاف یہ ہے
کہ ان تصنیفاتؒ کو امام صاحبؒ کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے۔
بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحبؒ کی کوئی تصنیف

نہیں ہے۔ بعض منہ امام ابو حنیفہؒ کو ان کی تصنیف کہتے ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ دراصل وہ
مسند بخاری ہے جو ساتویں صدی ہجری میں جمع کی گئی ہے۔ اور حضرت امام صاحبؒ دوسری
صدی میں وفات پائی تھے۔ پھر یہ کس طرح امام صاحبؒ کی کتاب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ
مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے بتان المحدثین میں لکھا ہے کہ مسند امام اعظمؒ جو
بالفعل مشہور ہے۔ یہ قاضی القضاة ابو المود محمد بن محمود بخاری کی تالیف ہے۔ جو
اس نے ۱۷۱ھ میں جمع کی تھی۔

موجود نہیں۔ (سیرت النعمان از شبلی نعمانی ج ۶۹)

خود کریں کہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ کی دنیا میں کوئی تالیف کوئی تصنیف کوئی کتاب نہیں ہے تو پھر حنفی مذہب کہاں سے آگیا، اور اس مذہب کا اختیار کرنا کیونکر واجب ہو گیا جبکہ علماء احنات کے فتوے بھی موجود ہیں — کہ مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا (مجموعہ فتاویٰ مہدی، ملا علی قاری حنفی شرح عین العلم میں لکھتے ہیں :

رَبَّنَا اللَّهُ سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى مَا كَلَّفَ أَحَدًا أَنْ يَكُونَ حَنَفِيًّا
أَوْ شَافِعِيًّا أَوْ مَالِكِيًّا أَوْ حَنَبَلِيًّا۔

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہرگز یہ تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بنیں؛ (معیار الحق)

جب احنات کرام کے فتوے موجود ہیں کہ خدا نے حنفی، شافعی وغیرہ ہونے کی تکلیف نہیں دی تو پھر اور کس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حنفی وغیرہ بننے کی تکلیف دے۔ کیا ایسا کرنا دین میں زبردستی نہیں ہے؟ مذاہب اربعہ سے پہلے تین چار سو سال کے لوگ تو حنفی، شافعی وغیرہ نہ تھے۔ پھر ان کی مسلمانی پر کوئی حرف آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ نیک، پارسا اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

افسوس! جس امر سے امام ابوحنیفہ رحمہ ڈرتے تھے، وہی کام لوگوں نے کر دکھایا کہ ان کے نام سے حنفی مذہب بنا لیا۔ فقہ کا طومار بنا کر ان کے ذمے لگا ہی دیا۔ مسلمان بھائیو! سیدھے کتاب و سنت پر عمل کرو۔ اہل سنت، اہل حدیث بن کر زندگی گزارو اور آپس میں محبت اور

اتفاق رکھو!

وفات حسرت آیات :

ستر برس کی عمر میں یہ علم و فضل اور عمل و تقویٰ کا آفتاب غروب ہو گیا، شہرہ میں بغداد کے قید خانے میں جان - جان آفریں کے سپرد کر دی رحمت اللہ علیہ - آپ کے جنازے پر پچاس ہزار مسلمان حاضر تھے - بیس روز تک لوگ آپ کی قبر منور پر جنازہ پڑھتے رہے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگتے رہے - خداوند - امام ابوحنیفہؒ کی روح پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسا - اور احناف کرام کو ان کے ارشاد اذا ہم المحدث فہو مذہبی کے مطابق مذہب حدیث نصیب کر! انہیں ابحدیث بنا دے!

فقہ پر علیؑ و جب البصیرت عمل کریں!

قرآن مجید وحی ہے اور صحیح حدیث بھی وحی ہے - یہ دونوں چیزیں غلطیوں سے مستبرا ہیں ، باقی رہا کلام رجال تو وہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی - سچ فرمایا امام مالکؒ نے :

مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَ مَا خُوذَ مِنْ كَلَامِهِ وَ مَرَدُّهُ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جسکی بعض باتیں درست اور بعض نادرست نہ ہوتی ہوں - پھر اچھی باتیں لے لی جاتی ہیں اور بُری باتیں چھوڑ دی جاتی ہیں سوائے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضورؐ کی سب باتیں سچ - حق - درست اور سب کی سب مان ہی لینے کے قابل ہیں - (اللعان از شاہ ولی اللہ)

فقہ الہامی نہیں ہے ، وحی نہیں ہے کہ قرآن حدیث کی طرح مان لی جائے بلکہ اس کلام رجال کو پرکھ کر مانا جائے گا جو قرآن حدیث کے مطابق ہے ، مان لیں گے اور جو مطابق نہیں ہوگا اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر ہم کچھ باتیں فقہ کی آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ، غور فرمائیں علامہ شبلی نعمانی رح ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہیں۔ آپ اپنی مایہ ناز کتاب " سیرۃ النعمان " میں حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو کرایمان اور عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ صحیح ثابت کرنے کے لیے ایک آیت ان الفاظ میں لکھتے ہیں :

" من یومن باللہ فیعمل صالحاً : حرف تعقیب آیا ہے : جس سے سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے " (سیرۃ النعمان)

آپ سارے قرآن کی ورق گردانی کیجئے ، حافظوں کو پوچھ دیجئے : آپ کو من یومن باللہ فیعمل صالحاً آیت (معاذ اللہ) نہیں ملے گی۔

علامہ شبلی رح اتنی بڑی شخصیت کیا کہیں یہ ان سے کیا ہوا۔ افسوس! بعد کے لوگ ان کی کتاب سے اتنی بھلائی ^{منظوری} لے کر درست بھی نہیں کرتے۔ فقہ کی چوٹی کی کتاب ہدایہ جس کے متعلق کہا گیا ہے : الہدایۃ کالقراآن۔ کہ ہدایہ قرآن کی مانند ہے " اس ہدایہ میں کتاب الصلوٰۃ باب الایمانہ میں ایک حدیث یوں نقل کی گئی ہے۔

لقولہ علیہ السلام من صلی خلف عالم متقی فکانما صلی
خلف النبی — جس نے متقی عالم کی اقتدا میں نماز
باجاءت ادا کی اسے اتنا اجر ملے گا ، جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی اقتدا میں پڑھنے کا " (ہدایہ کتاب الصلوٰۃ)

یہ کوئی حدیث نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے! ایک اور موضوع حدیث ملاحظہ ہو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-
 ان آدم افتخرني وانا افتخر برجل من امتي اسمه نعان
 وكنية ابوحنيفة هو سراج امتي (در مختار)
 ”آدم کو میری ذات پر فخر ہے اور مجھے اپنے ایک امتی کے سبب
 فخر ہے جس کا نام نعان اور کنیت ابوحنیفہ ہے جو کہ میری
 امت کا چراغ ہے“ (از نتائج التقلید)

غور فرمائیں! کہ یہ بھی کوئی حدیث نہیں۔ حضور پر بہتان ہے۔ آخر یہ سب
 کچھ بھی کتب فقہ میں ہے۔

اور دیکھیں۔ ہر ایہ ما یوجب القضاہ و الکفارہ میں اعرابی کی کفارہ
 والی حدیث کا ذکر کرتے ہوئے معصنف ہدایہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ
 دیئے ہیں:- ولا یجزی احد بعدك (نتائج التقلید ص ۷)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مذکورہ میں الفاظ بڑھا
 دیئے ہیں۔ یعنی آپ کے ذمہ لگا دیئے ہیں، کتنی جسارت ہے!
 توضیح تلویح جو اصول فقہ حنفیہ کی چوٹی کی مشہور درسی کتاب ہے
 اس میں یہ مشہور موضوع حدیث صحیح بخاری کی طرف منسوب کی گئی ہے:

بلفظ یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم
 حدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ الحدیث۔ یعنی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد لوگ بہت سی
 من گھڑت حدیثیں بیان کریں گے، پس جب تمہارے

پاس کوئی حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن شریف پر
پیش کرنا۔

افسوس! اس بہتان سے الرسولؐ کو کتب فقہ میں حدیث رسولؐ لکھا
گیا ہے، اور پھر کہا گیا ہے: وایراد: البخاری ایاء فی صحیحہ - یعنی
امام بخاریؒ نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔
حالانکہ صحیح بخاری میں قطعاً نہیں ہے، ثابت ہوا کہ کتب فقہ میں
یقیناً غلطیاں ہیں۔

دیکھئے! یہ ہے ہمارے سامنے اصول شاشی مایہ ناز درسی کتاب (اصول فقہ
حنفیہ کی پاس میں بھی مذکورہ موضوع حدیث کو حدیث لکھا گیا ہے:
قال علیہ السلام تکثر لکھ الاحادیث من بعدی فاذا
روی لکھ عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ فما وافق
فاقبلوه وما خالف فردوه (اصول شاشی ص ۳۶۹ مطبع فاروقی دہلی)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد لوگ کثرت
سے جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے۔ پس جب تمہارے پاس میری
حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن پر پیش کرو اگر موافق
ہوئی تو قبول کر لینا، ورنہ چھوڑ دینا۔

پھر آگے لکھا ہے کہ اگر کوئی اس حدیث کی صحت پر اعتراض کرے تو اس کا
جواب یہ ہے:

فالجواب عنہ ان امام محمد بن اسمعیل البخاری اور دھذا
الحدیث فی کتابہ وهو امام ہذا الصنعة فکنی بہ دلیلا
علی صحة ولا تلتفت الی طعن غیرہ بعدہ کذا فی شرح اصول

المبزوری - (اصول شاشی ۲۹۹)

حضرت امام محمد بن اسمعیل بخاریؒ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور وہ علم حدیث کے امام ہیں۔ پس یہی دلیل ہے اس حدیث کی صحت پر۔ اس کے بعد کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے، کسی کے طعن کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور ایسا ہی ہے شرح اصول بزودی میں اللہ اکبر! اتنے چوٹی کے فقہا اور مایہ ناز فقہ کی کتابیں — سب کہتے ہیں کہ حدیث مذکور صحیح بخاری میں ہے۔ حالانکہ ہرگز بخاری شریف میں نہیں ہے اور پھر یہ کہ مذکورہ حدیث ہے ہی موضوع!

ثابت ہوا کہ کتب فقہ میں منسور و غلطیاں بھی ہیں، نور الانوار فقہ کی مشہور کتاب میں ہے:

وان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه كائس و ابی
هريرة ان وافق حديثه القياس عمل به -

(نور الانوار ص ۱۵۰ - مطبع تول کشور)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث اگر امام کے قیاس کے خلاف ہو تو حدیث چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ یہ ہے اصول فقہ حنفیہ کا نور الانوار میں۔ افسوس!

اور پھر حضور انور کے صحابیوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کو کہنا کہ وہ فقیہ نہیں تھے۔ سخت افسوس!

حضرت وابصہ بن معبہ صحابی رسول کے متعلق ایک ریمارک ملاحظہ ہو:

وان كان مجمولا اى في رواية الحديث والعدالة لانه

النسب بان لم يعرف الا بالحديث او حديثين كوابسته

بن معبد — (نورالانوار ص ۱۵۱ مطبع نول کشور)

یعنی صحابی اگر غیر عادل اور مجہول ہو جیسے وابصہ بن معبد رضہ،

مذکور کریں کہ صحابی رسول حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کو غیر عادل اور مجہول کہہ دیا گیا ہے۔ نہایت افسوس!

حسامی میں ہے:

وان كان الراوى مجهولاً في رواية لا يعرفه الحديث

رواه او بحديثين مثل وابسته بن معبد وسلمته بن

المحقق - (حسامی ص ۱۵۱)

اصول فقہ کی کتاب حسامی میں ہے حضرت وابصہ بن معبد اور

حضرت سلمہ بن عقبہ صحابی رسول رضی اللہ عنہما کو مجہول کہا گیا

ہے۔" یہ ادیب ہے صحابہ رضہ کا۔

ہم ان ہی چند باتوں پر اکتفا کرتے ہیں، ورنہ اس قسم کا بہت سا

مواد کتب فقہ میں موجود ہے جس کو نقل کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے، کیونکہ

ہمیں ایشیا پھیلا، مقصود نہیں ہے، اور نہ حنفی بھائیوں پر طعن کرنا چاہتے

ہیں۔ ہماری عرض صرف یہ ہے کہ فقہ کو آنکھیں بند کر کے نہیں ماننا چاہیے۔

اس میں غلطیاں بھی ضرور ہیں کیونکہ یہ امتنیوں کا کلام ہے، اور امتی

غیر معصوم ہوتے ہیں۔ مجہول چوک سے پاک نہیں ہیں۔ ہاں معصوم

ذات اور غلطی سے پاک صرف صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

ان کا فرمان حرف آخر ہے۔ منہائے کلام ہے۔ یہاں نقد و نظر اور

چھان بین کی ضرورت نہیں۔ پس فقہ کا جو حصہ قرآن اور حدیث کے

مطابق ہے، سرانگھوں پر رکھو اور جو مطابق نہیں، اسے چھوڑ دو!

فرقہ بندی کا ہلکاؤ

یہ بات آپ پچھلے اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں فرقے پیدا ہوں گے اور سوائے ایک جماعت کے، جو مَا آنَا عَلَیْہِ وَاھْتَجِیْہِیْ پر کاربند ہوگی، سب کے سب گمراہ ہوں گے، اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہیں کہ وہ ناجی جماعت صرف سنت اور حدیث پر عمل کرنے والی ہوگی۔

یاد رکھیں کہ جس جماعت کا عمل اور عقیدہ قرآن اور حدیث پر ہو، وہ فرقہ نہیں ہے، اگراد نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث کے سوا— عقیدہ اور عمل رکھنے والے فرقے کہلاتے ہیں، امت کے اعظم و جلال کے ناموں کی طرف خود کو منسوب کر کے ان کے ذاتی فرمودہ مسائل و احکام کو انڈھا دھند عمل میں لاتے ہیں اور وہ بھی فرقے ہیں جو حضرت انور کی صحیح حدیثوں کو دانستہ ترک کر کے اپنے بزرگوں اور اماموں کے قولوں پر چلتے ہیں۔

فرقہ بندی کے سلسلے میں یہ بھی آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاِنَّہٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَشْرَاطٌ تَتَّجَارِیْ بِہِمَّ بِلَکِّ
الَّذِہٖوَاوْکَمَا تَتَّجَارِی الْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ لَا یَبْقٰی مِنْہٗ
عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلْہٗ (احمد - الإداؤد)

" بیشک نکلیں گی میری امت میں کئی قومیں، سرایت کریں گی ان میں دشمنی، بدعہ، عقاید و اعمال کی، تو اہلش جیسے سرایت کرتی سے ہڑک، ہڑک والے کو۔ نہیں باقی رہتی

اس سے کوئی رگ اور نہ کوئی جوڑ مگر داخل ہوتی ہے اس میں “
اسکا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ میں جو فرقے پیدا ہوں گے ، ان فرقوں
کے مغاثر اسلام ، عقاید و اعمال ان کی رگ رگ میں سرایت کر جائیں
گے ، جیسے بادے کتے کے کاٹے کا زہر کلب گزیدہ کی رگ رگ ، اور
جوڑ جوڑ میں سرایت کر جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جس شخص کو بادلا
کتا کاٹ جاتا ہے تو اس کا زہر تمام نسوں ، رگوں ، جوڑوں میں اثر
کر جاتا ہے۔ پھر اس پر پیاس ٹلبہ کرتی ہے لیکن وہ پانی سے بھاگتا
ہے اور پیاسا مر جاتا ہے۔ ایسے ہی فرقوں پر ان کے مخصوص “حادث“
عقاید و اعمال کی خواہش غالب ہوگی۔ لیکن قرآن و حدیث کے سچے
علم سے بھاگیں گے اور گمراہی کے ریگزار میں ہلاک ہوں گے۔ یعنی
فرقے اپنے اپنے عقیدوں ، عملوں ، طریقوں پر ایسے پکے ہوں گے کہ
ہزار آیتیں ، حدیثیں سناؤ گے ، وہ ایک نہ مانیں گے ، ان سے بھاگیں
گے ، بدکیں گے ، نفرت کریں گے۔ انہیں اپنی فرقہ بندی کا ہلکاؤ ہوگا
کتاب و سنت کے شفاف پانی سے بھاگیں گے اور پیاسے مز جائیں گے
کیا حضرت ادرمسلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورے سولہ آنے صحیح
نہیں ہو رہا ہے ؟ فرقوں میں باولہ پن نہیں ہے ، دیوانگی کی وجہ سے
حدیث سے نہیں بھاگ رہے ہیں ؟ سنت سے نفرت نہیں کر رہے
ہیں ؟ اسلام خالص کے امرت سے گریزاں نہیں ہیں ؟ ہر فرقے کو کھٹ
رنا منظور ہے لیکن اپنے محدث عقیدوں اور عملوں سے ادھر ادھر ہونا
گوارا نہیں ہے۔ یہی باولہ پن اور ہلکاؤ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیثوں کو سنکر آپ نے کسی کو بدکتے نہیں دیکھا۔ سنت کے نام سے

استیں چڑھاتے نہیں پایا۔ شرکیہ عقیدوں کے رد میں آیتیں سن کر کوئی لال پیلا ہونا نظر نہیں آیا، اور پھر ان لوگوں نے قرآن اور حدیث سے، مختلف اپنے مخصوص معتقدات کے لحاظ سے امت کو تقسیم نہیں کر رکھا ہے؛ خبردار! جس گروہ کا طریق کار احادیث سرور رسولؐ اور تعامل معاہدہ کے خلاف ہو۔ جو قال اللہ اور قال الرسولؐ کے مغارضے میں امتیوں کے نقش قدم پر چلنے والا ہو، وہ گمراہ ہے، راہ گم کردہ فرقہ ہے۔ ایسے گروہوں اور فرقوں کے عمل و اعتقاد کی آکاس بیل سے اپنے شجر ایمان کو بچائیں!

ملت واحدہ اہل حدیث

اسلام دنیا میں جمع کا پیغام لے کر آیا ہے، وہ تفریق کے نام سے نا آشنا ہے۔ اس نے صدیوں کے متفرق لوگوں کو اسلام کی آغوش موانعات میں جمع کر دیا ہے۔ ہمیشہ الفت و اخوت کا درس دیا اور افتراق و تشقت کو مٹایا، اس نے سارے جہان کے مسلمانوں کو توحید و رسالت کے جہنڈے تلے اکٹھا کر دیا۔ اس امن و آسٹی و مولات کا پیغام لانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مذہبی یک جہتی کا یہ حکم دیا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أُمَّرِيْنَ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَا كِتَابِ
اللَّهِ وَ سُنَّةِ رَسُوْلِهِ - (رواہ فی الموطا)

لوگو! (سنو!) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے، ہرگز گمراہ نہ

ہو گے (یاد رکھو، وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول
کی سنت ہے۔“

اسے تاکید رسول سے ثابت ہوا کہ ملت واحدہ ناجیہ وہ ہے جو صرف ان
دو چیزوں پر مضبوطی سے کاربند رہے۔ یہی جماعت ہے جس پر اللہ کا
لمحظہ ہے۔ اس جماعت کی پہچان بھی حضورؐ نے بتا دی ہے: مَا أَنَا عَلَيْكُمْ
وَاصِحَابِي۔ جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہو۔“ اسی
جماعت میں شامل رہنے کی تاکید فرمائی

وَمَنْ شَدَّ شَدَّ فِي الدَّارِ (مشکوٰۃ)

”جو شخص تنہا ہوا (قرآن و حدیث پر عمل کرنے والی) جماعت
سے، تنہا ڈالا جائے گا آگ میں“

ثابت ہوا کہ نجات کے لیے حدیث پر ایمان اور عمل رکھنے والی جماعت سے
چمٹے رہنا مزوری ہے، اور یہ جماعت کسی رنگ، نسل، قوم، وطن اور شخصیت
کی طرف منسوب نہیں ہوگی۔ کسی قسم کے بت کی پجاری نہیں ہوگی۔ اس کا
دائرہ کسی خاص طبقے تک محدود نہیں ہوگا، اس کا کوئی گھڑا ہوا، ذاتی
عقیدہ اور عمل نہیں ہوگا۔ اسلام میں یہ کوئی نیا راستہ تجویز نہیں
کرے گی، کسی فرقے کی بنیاد نہیں رکھے گی، گروہ سازی نہیں کرے گی
ڈیڑھ اینٹ کی جُدا مسجد نہیں چنے گی، نہ کوئی اپنا ذاتی نیا خیال، تصور،
عمل، طریقہ اور دستور جاری کرے گی۔ بلکہ وہ بالراست قرآن اور حدیث
پر عمل کرے گی اور لوگوں کو اسی شاہراہ اسلام کی دعوت دے گی۔ پس
آپ صراطِ مستقیم کو کبھی نہ بھولیں اور قرآن اور حدیث پر عمل کر کے جماعت

سے سنت اور حدیث کے خلاف عقیدہ اور عمل رکھنا جماعت سے تنہا ہونا ہے۔

میں داخل ہوں اور قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والا آپ کا جماعتی بھائی ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں کا ہو۔

اہل حدیث کا مفہوم

محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان فعل اور تقریر ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کے کلام - قرآن مجید کو بھی حدیث کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ (۳۱-ع)

”اللہ نے اتاری ہے بہتر حدیث“

فِي آيِ حَدِيثٍ بَعْدًا لِأَيُّومِنَا (۳۲-ع)

”وہ اس حدیث (قرآن) کے بعد کس حدیث پر ایمان لاویں گے“

فِي آيِ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ (۳۳-ع)

”وہ کس بات پر پیچھے اللہ کے اور اس کی آیتوں کے ایمان لائیں گے“

أَفَلَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ لَعَجَبُونَ ۝ (۳۴-ع)

”کیا پس اس حدیث (قرآن) سے تعجب کرتے ہو؟“

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا أَحَادِقِينَ - (۳۵-ع)

”پھر چاہیے کہ لے آئیں یہ بھی ایسی حدیث (قرآن)، اگر ہیں سچے“

أَفَلَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ أَنْبَأَكُمْ مَدَّ هَتُونَ - (۳۶-ع)

”کیا چھ سنا اس حدیث (قرآن) کے تم سستی کرتے ہو؟“

ان آیتوں میں لفظ حدیث کا مطلب، خدا کا کلام قرآن پاک

اس کی باتیں ہیں خود حضرت اور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : خَيْرُ
الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ - سب حدیثوں (باتوں) میں بہتر حدیث اللہ کی
کتاب ہے۔

اور خدا نے اپنی حدیث (بات) کے بارے میں ارشاد فرمایا :
وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا - (پ ۷ ع)

”اور کون بہت سچا ہے اللہ تعالیٰ سے حدیث (بات) میں“

معلوم ہوا کہ سارا قرآن خدا کی حدیثیں اور باتیں ہیں جن سے بہتر اور
سچی باتیں کسی کی نہیں ہو سکتیں۔

خدا کی حدیثوں کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو
بھی قرآن نے حدیث کہا ہے۔

إِذَا نَسَرَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَرْوَاحِهِ حَدِيثًا رِشَاخًا

اس میں حدیث کا لفظ حضرت اوزم کے کلام کے متعلق آیا ہے۔

معلوم ہوا : کلام اللہ بھی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
کلام بھی حدیث ہے۔ یہ صرف دو ہی قسم کی حدیثیں ہیں۔ یعنی خدا اور

رسول کی، جن کا ماننا اور ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ ان کو قال اللہ اور
قال الرسول کہتے ہیں۔ یہ ہی حجت ہیں۔ ان کے آگے بولنے کی اجازت نہیں۔

اونچا سانس لینے کی رخصت نہیں۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول میں خدا اور
رسول کی حدیثوں کی اطاعت ہی واجب ہے۔ خدا اور رسول کی حدیثوں کے

سوا امتیوں کی حدیثیں بھی ہیں، لیکن یہ دین میں حجت نہیں ہیں، حجیت
صرف قرآن اور حدیث پیغمبر کے لئے ہی ثابت ہے۔ پھر جو شخص امتیوں

کی حدیثوں (باتوں، قولوں، قیاسوں، رایوں، سے بے نیاز ہو کر صرف خدا

اور اس کے سچے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو پڑھے پڑھاٹے، سُنے سناٹے، آگے پہنچاٹے، انہیں دین کی اصل اساس بنا کر ان پر عمل کی عمارت چنے وہ اہلحدیث ہے یعنی احسن الحدیث (قرآن) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا عامل اہل حدیث اہلسنت ہے۔

اہلحدیث محدثہ فرقہ نہیں!

یاد رکھنا چاہیے کہ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں ہے کیونکہ یہ لقب کسی امتی کے نام کی طرف منسوب نہیں ہے۔ کسی رنگ، نسل، وطن، قومیت، اور شخصیت کو اس میں دخل نہیں۔ خدا کی بات (حدیث قرآن) اور رسول پاک کی بات (حدیث رسول) کے سوا کسی کی بات، رائے، قیاس، خیال اور نظریے کو یہاں راہ نہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک صرف حکم خدا کا، اور اس پر عمل کرنے کے لئے طریقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کافی ہے۔ ان کے عقیدے میں اسلام صرف قرآن اور حدیث میں مکمل موجود ہے۔ محدود ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیکر آج تک کے مسلمان صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرنے کے لئے مامور ہیں۔

اہلحدیث کی ابتداء

مشرقی قرآن اور حدیث پر عمل کرنے سے نہ تو کسی فرقے کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے نہ کوئی دکان کھولی جاسکتی ہے، نہ ریسٹوران چلایا جاسکتا ہے۔ کوئی بانس نہیں کھڑا کیا جاسکتا کیونکہ محمود و ایاز کے لیے یہاں ایک ہی صف ہے۔ کسی شخصیت کو کسی رنگ میں جگانے اور

کمانے کی گنجائش نہیں۔ پھر حیب الہدیت کتاب و سنت کے استدلال، (اور زور سے) دین کی منڈی میں ہر قسم کی غیر جنس کی درآمد کو روکتے ہیں۔ صفرائے کراتی کو اعتدال پر لانے کے لیے معدلات استعمال کراتے ہیں۔ کشتِ اسلام سے احداث کی روئیدگی اکھاڑتے ہیں۔ بتوں پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔ لات و منات کے دور میں وحشہ کا گیت گاتے ہیں تو آذری کرنے والے فرقہ ساز عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ اہل حدیث تو ابھی کل پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی باتیں مت سنو! یہ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے منکر ہیں اور بے ادب ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سورج تو ابھی کل معرض وجود میں آیا ہے، چاند کا وجود پچاس سالہ برس سے ہے؛ کوئی نہیں کہہ سکتا سینے سورج اس وقت سے ہے جب سے دن کا نام ہے، جب سے روشنی کا ظہور ہوا ہے۔ ایسے ہی جب سے چاندنی ہے اس وقت سے چاند ہے۔ اسی طرح جب سے خدا نے احسن الحدیث (قرآن) کو انارہے اور جب سے رسولِ رحمت کا ظہور ہوا ہے، اہلحدیث اُس وقت سے ہیں؛ یعنی جب سے قرآن ہے اور رسولِ خدا کی حدیث ہے۔ اہلحدیث کا وجود اسی وقت سے ہے۔ اہلحدیث کے معنی ہیں حدیث پر ایمان اور عمل رکھنے والے تو جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہلحدیث ہیں۔ اگر قرآن اور حدیث کل نکلے ہیں تو

بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے بے ادبوں پر خدا کی پٹکار۔ یہ حق گوؤں پر محض انصاف ہے تاکہ لوگ کتاب و سنت کے فدائیوں اور مبلغوں سے نفرت کریں اور حق نہ سنیں۔

اور سید لوگوں کے ”سنگل کے مال“ کی ”دکائیں“ قائم رہیں۔

احادیث بھی کل نکلے ہیں اور اگر قرآن اور حدیث رسولِ رحمت کے دور سے ہیں تو اہلحدیث بھی اسی دور ہمایوں سے چلے آ رہے ہیں۔ اس چیز پر پڑھے لکھے حضراتِ سنجیدگی سے غور فرمائیں اور عوام دیانت داری سے سمجھنے کی کوشش کریں !

صحاح اہلحدیث تھے!

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صحابہ رضہ حضرتِ انورہ کی حدیثوں کے عامل تھے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ صحاح ستہ اور دوسری حدیث کی کتابوں میں جو حضور کی ہزاروں حدیثیں ہیں، ان سب کے راوی صحابہ ہی ہیں۔ جب حدیثوں کے روایت کرنے والے انہیں پھیلانے اور سارے جہان میں پہنچانے والے صحابہ رضہ ہیں تو کیا وہ اہلحدیث نہ ہوئے؟ اہل حدیث کے معنی ہیں: حدیثوں والے حدیثوں کے پڑھنے پڑھانے، اگے پہنچانے اور ان پر عمل کرنے والے! نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، نیتِ استیسا اور دین و دنیا کے بے شمار مسائل کے متعلق حضور کی حدیثیں ہی تو ہیں جن سے دین عبارت ہے بس ان حدیثوں سے واسطہ اور رابطہ رکھنے والے۔

لہٰذا اہلحدیث کے سوا جتنے مذہبی گروہ، فرقے، اماموں، مجتہدوں، بزرگوں اور اعلائم رجال کے ناموں سے منسوب ہیں یہ یقیناً دور قرآن و رسالت سے بعد نکلے ہیں۔ کوئی انکار کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کا کہ امتیوں کے مقلد کل پیدا نہیں ہوئے۔؟ بیشک یہ حقیقت ہے کہ تیسری یا چوتھی صدی سے پہلے ان کا نام و نشان نہ تھا۔

اسلام کو حدیث کے ذریعہ پہچاننے والے اور عمل میں لانے والے۔
صحابہ یہ حدیث والے ہیں!

ایک حدیث کے لیے مدینہ سے دمشق کا سفر

کثیر بن سعد کہتے ہیں کہ میں دمشق میں مسجد میں حضرت ابی دردا
کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس مَدِیْنَةُ الرَّسُولِ سے آیا
اور کہنے لگا: اے ابودرداء! میں دفتر اس لیے آپ کے پاس آیا
ہوں کہ مجھے ایک حدیث پہنچی ہے جسے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے نقل کرتے ہیں (آپ سے بلا واسطہ سنے آیا ہوں) اس لیے
یہ حدیث مفصل بیان فرمائیں (حضرت ابودرداء نے کہا: (ہاں! وہ
حدیث سنیے) بیشک سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
حضور نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا
مَنْ طَرِقَ الْجَنَّةَ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَتَّعَجَبُ أَجْعَلَهَا رِضًا
لَطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَعْفِرُ لَهُ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ
الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ
الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ
لَمْ يَمُوتُوا دِينًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا دَرَقُوا الْعِلْمَ
فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَبْطِ وَافِرٍ

(بخاری، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی)

تاجدارِ عالم بطحا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص علمِ دین کا حاصل کرنے کے لیے ایک راہ چلے
 اللہ اس کو بہشت کی راہوں میں سے ایک راہ پر چلاتا ہے
 اور طالب علم کی رضامندی کے لیے فرشتے (رحمت کے)
 اپنے بازو رکھتے ہیں، اور دیر تو طالب علم کا درجہ ہے اور
 عالم باعمل کا مرتبہ ہے، عالم کے لیے استغفار کرتے ہیں،
 جو کہ آسمان میں ہیں (فرشتے) اور جو زمین میں ہیں (جن و
 انس ونبیہ) اور مچھلیاں درمیان پانی کے اور بیشک عالم کی
 بزرگی عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودہویں رات کے چاند کی تاروں
 پر اور تحقیق علماء و ارباب میں پیغمبروں کے اور تحقیق نبی نہیں چھوڑ
 گئے ورنہ دینار اور ذرہ درہم اور سوائے اسکے نہیں کہ انہوں نے ورنہ چھوڑا
 ہے علم۔ پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے لے لیا حصہ کامل“

عزیز کیا آپ نے۔ کہ ایک حدیث کے لیے اس شخص نے مدینہ سے
 دمشق تک سفر برداشت کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ حدیث کے شہیدائی تھے اور ہوتے
 بھی کیوں نہ — جب کہ مذہب کا دار و مدار ہی حدیث پر ہے

لے یعنی طالب علم کے لئے جو راہ طے کیجاتی ہے وہاں وہ بہشت کی راہ طے کی جاتی
 ہے۔ تحصیل علم کا سفر بہشت کو پہنچاتا ہے۔ جو قدم اس راہ پر اٹھتا ہے وہ
 بہشت کی جانب اٹھتا ہے۔ مبارک ہو قرآن و حدیث کے طلبہ کو!

لے اگرچہ قرآن اصل ہے مگر جب تک قرآن کا مطلب اور مفہوم حضرت انور کی حدیثوں

بغین کریں کہ حضورؐ کے صحابہؓ الحدیث تھے ، السنۃ !

سنت اور حدیث

سنت : حضورؐ کی راہ ، روش ، عادت ، چلن اور طریقے کو کہتے اور حدیثوں میں حضرت رحمت للعالمینؐ کی یہی چیزیں بیان ہوتی ہیں۔ گویا حدیث کے علم سے آپؐ کی عادت ، راہ ، روش کا پتہ چلتا ہے۔۔۔ حیاتِ پاک جس طرح گزری ہے۔ اس کے طریقے معلوم ہوتے ہیں پھر لاکھوں رحمتیں ہوں ان صحابہؓ پر جنہوں نے احادیث کو بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے روایت کیا اور کرڈٹ کر ڈٹ کر جنت دے خدا مجاہدین کو جہنم، نے ان انوار کو کتابوں میں جمع کر کے دین کی تحصیل سہل کر دی ہے۔ اگر حدیثیں نہ ہوتیں تو حضورؐ کی راہ و روش کا کچھ پتہ نہ چلتا۔ یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں دو چیزیں دے چلا ہوں : اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ اپنا عمل بالقرآن بھی تمہیں دے چلا ہوں۔ یعنی سنت حضورؐ کا قرآن پر عمل ہے۔ احکام خداوندی کی بجا آوری کا طریقہ ہے : یہ طریقہ ، حضورؐ کا عمل بالقرآن حدیثوں کے علم سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو پھر کتنا مزدوری ہے یہ علم حدیث۔ اور کتنا اہم ہے اس کا پھیلانا۔ یہ درجہ ہے کہ حضرتؐ اور فرماتے ہیں :

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ سے نہ سمجھا جائے اس پر عمل نہیں ہو سکتا پس قرآن پر بیٹھے خدا کے احکام پر عمل کرنے کے لئے احادیث کا ہونا لازمی ہے۔

لَقَدْ رَأَى اللَّهُ امْرَأً سَمِعَتْ مَنَافِقًا يُنَافِقُونَ كَمَا يَمِينُونَ دَعْوَاهُ
 ”خدا اسے برا بھرا رکھے جس نے مجھ سے سنا کچھ (کوئی حدیث) پھر
 اسے (اگے) پہنچا دیا جیسے سنا اس کو“

حدیثوں کو پھیلانے اور آگے پہنچانے والے کے لیے حضور دُعا
 مانگ رہے ہیں کہ خدا انہیں برا بھرا رکھے، تروتازہ رکھے۔ حدیثوں کے
 کے پڑھنے پڑھانے، سننے سنانے اور ان کا شغل رکھنے والے الحدیث
 حضرت اور کی دعا کی برکت سے ہرے ہرے اور ایمان سے تروتازہ ہوتے
 ہیں۔ آپ سب بھائیوں کو حضور کی دعا میں شریک ہونے کے لئے حدیثوں
 سے محبت کرنی چاہیے۔ انہیں پڑھنا اور آگے پہنچانا چاہیے۔ ان کی
 خوب اشاعت کرنی چاہیے اور انہیں اپنا طور طریقہ، مذہب اور مسلک
 بنانا چاہیے تاکہ آپ ہرے ہرے ہوں، تروتازہ رہیں!

صحابی کی زبان پر لفظ الحدیث

حضرت علامہ خطیب بغدادی ”ایک یگانہ روزگار محدث گزے ہیں۔
 آپ کی وفات ۴۳۳ھ میں ہوئی۔ پانچویں صدی کے یہ امام حدیث اپنی
 مایہ ناز کتاب ”شرف اصحاب الحدیث“ میں روایت ذیل لائے ہیں
 جو اس طرح ہے :

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُفْضِلِ حَدَّثَنَا أَبُو سَمَيْلٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْجَهْمِ
 السَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا الْمُصَيْمِيَّةُ بِنْتُ سَالِدِ الْمَقْرِي حَدَّثَنَا
 يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ذَكْوَانَ

الْزُّدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هَارُونَ الْعَبْدِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْحَدْرِيِّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَأَى الشَّبَابَ قَالَ مَرَحَبًا
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُوَسِّعَ لَكُمْ
فِي الْمَجْلِسِ وَأَنْ تَنْهَمَكُمْ مِنَ الْحَرْثِ فَإِنَّكُمْ خَلُوفُنَا
وَ أَهْلُ الْمَحْدِيثِ بَعْدَنَا. (شرف اصحاب الحديث)

حضرت ابو سعید خدری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب
حدیث کے نوجوان طالب علموں کو دیکھتے تو کہتے (نوجوانو!)،
تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارک ہو
(مرحبا!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا
ہے کہ ہم اپنی (علمی) مجلسوں کو تمہارے لئے کشادہ کریں
اور تمہیں حدیثیں سمجھائیں (ہاں۔ ہاں!) تم ہمارے خلیفے
ہو، اور ہمارے پیچھے تم ہی الحدیث ہو۔

نوجوان طالب علمو! تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے بعد تم ہی الحدیث ہو
یہ الفاظ میں حضرت اکرمؐ کے ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ حضرت ابو
سعید خدری رضی اللہ عنہ کے، اس سے پتہ چلا کہ خود حضرت ابو سعید
خدریؓ بھی اپنے تئیں اہل حدیث کہلاتے تھے جیسی تو حدیث کے
طالب علموں کو اپنے خلیفے اور الحدیث کہا، پھر فَإِنَّكُمْ خَلُوفُنَا -
بصیغہ جمع فرمایا کہ تم ہمارے خلیفے ہو۔ یہ صیغہ متکلم مع الغیر ہے جو
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نہ صرف حضرت ابو سعید خدری رضی
اللہ عنہ ہی الحدیث کہلاتے تھے بلکہ ان کے ساتھ سب صحابہؓ بھی الحدیث

کے معزز لقب سے سرفراز تھے اور طالب علموں کو بھی اہلحدیث کے لقب سے نواز کر اپنی خلافت تفویض کرتے تھے : **وَ اَهْلُ الْحَدِيثِ بَعْدَنَا**۔ اور تم ہی ہمارے بعد اہلحدیث ہو، معلوم ہوا کہ وہ خود بھی اہلحدیث تھے جو بعد والوں کو اہلحدیث کہہ رہے ہیں،

اہلحدیث کل پیدا ہوئے؟

پھر جو لوگ کہتے ہیں کہ اہلحدیث کل پیدا ہوئے، یہ خدا کا خوف کر کے تعصب چھوڑ کر بتائیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی کل پیدا ہوئے ہیں جو خود کو اور اپنے شاگردوں کو اہلحدیث کہتے ہیں۔

آپ پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ احناف کی معتبر کتاب "حلائق الحنفیہ" میں ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ کو کسی نے پوچھا کہ آپ اہلحدیث کیسے ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے امام ابوحنیفہؒ نے اہلحدیث بنایا۔ فرمائیے! یہ حضرت سفیان بن عیینہؒ بھی کل ہی ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ نے اہلحدیث بنایا۔ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سنیہ میں پیدا ہوئے تھے جنہوں نے سفیان بن عیینہؒ کو اہلحدیث بنایا تھا۔

اور خود حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: **اِذَا صَلَّحَ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي** (شامی) میرا مذہب صحیح حدیث ہے یعنی میں اہلحدیث

ہے۔ سفیان بن عیینہؒ کو ذمہ کے رہنے والے ہیں پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ خلافت میں پیدا ہوئے اور خلافت میں وفات پائی۔ آپ بڑے پایہ کے حدیث کے امام ہیں۔

ہوں۔ کیا امام ابوحنیفہؒ بھی کل ہی ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ میرا مذہب حدیث ہے۔

امام ترمذیؒ حضرت قرہ بن ایاس سے روایت کرتے ہیں : کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ مظفر و منصور رہے گا جو کوئی بھی ان کا ساتھ چھوڑے گا۔ اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکے گا جسے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس کے بعد حضرت امام ترمذیؒ امام بخاری سے ان کے استاد امام علی بن زبیری کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ مظفر و منصور جماعت کون سی ہے ، لکھتے ہیں :

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ هُمُ اصْحَابُ الْحَدِيثِ .

امام محمد بن اسماعیلؒ بخاری کہتے ہیں کہ (میرے استاد) علی بن مدینی نے فرمایا کہ وہ مظفر و منصور جماعت اہل حدیث ہے۔ حضرت امام بخاریؒ اور ان کے استاد علی المدینی بھی کل ہی ہوئے ہیں۔ جن کی زبان پر اہل حدیث کے الفاظ ہیں۔

جس حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی ؛ اس کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رَأَى لَحْدًا يَكُونُوا أَصْحَابَ الْحَدِيثِ فَلَا آذْرِي مَنْ هُمْ . اگر (یہ جماعت) اہل حدیث نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون لوگ مراد ہیں۔ (فتح الباری - شرف اصحاب الحدیث)

اے امام احمد بن حنبلؒ میں پیدا ہوئے اور اللہ میں فوت ہوئے۔

امام احمد ابن حنبلؒ کو تو گیارہ صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا : کہ انہوں نے جماعت اہلحدیث کا ذکر فرمایا تھا۔ یہ بھی کل کی بات ہے ؟ مقدمہ ابن خلدون فصل فی علم الفقہ میں علامہ ابن خلدونؒ صحابہ کے بعد کے زمانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ان میں فقہ دو طریقوں میں منقسم ہو گئی۔ اہل رائے و قیاس کا طریق اور وہ اہل عراق ہیں اور اہلحدیث کا طریق، اور وہ اہل حجاز ہیں ؟

علامہ خلدونؒ جو اہل حجاز کو اہلحدیث فرما رہے ہیں۔ یہ بھی کل کی بات ہے ؟ شامی شرح در مختار میں ہے کہ قاضی ابوبکر جوزجانی کے عہد میں ایک حنفی اہلحدیث سے اس کی لڑکی کا رشتہ مانگا۔ الفاظ یہ ہیں :

ان زجلا من اصحاب ابی حنیفۃ "خطب الی رجل من اصحاب الحدیث۔"

تو اس اہلحدیث نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ حنفی اپنا مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھا کرے اور رکوع کے وقت - رفع الیدین بھی کیا کرے۔ و نحو ذالک اور اسی طرح دوسرے مسائل بھی اہلحدیث کی طرح کیا کرے، فاجابہ فزوجہ۔ پس اس (حنفی) نے یہ بات منظور کر لی اور اہلحدیث نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی۔

یہاں تو تیسری صدی میں اہل حدیث کا ذکر خیر موجود ہے، پھر وہ لوگ کتنے متعصب اور کس قدر غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ اہل حدیث تو دنیا فرقہ ہے، ابھی کل پیدا ہوئے ہیں۔ حالانکہ مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہو گیا ہے کہ صحابہ اہلحدیث تھے اور اس وقت سے لے کر آج تک اہل حدیث چلے آ رہے ہیں اور یہی سب سے قدیمی ہیں۔ یعنی قرآن اور حدیث

کے وقت سے ہیں جبکہ احناف و شوافع کا نام و نشان نہ تھا۔
دیکھیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ بھی اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں :

فَلَا مَمَّةَ أَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَيْبَةِ فِي أَهْلِ الْأَثَرِ -

”پس اہل بدعت کی نشانی اہل حدیث کی بدگونی کرنا ہے۔“ (غنیۃ الطالبین)

غور کریں کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ بھی اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

بلکہ اہل حدیث کو بُرا کہنے والوں کو بدعتی فرماتے ہیں -

آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں :

وَلَا اسْمَ لَهُمْ إِلَّا اسْمُ وَاحِدٍ وَهُوَ اصْحَابُ الْحَدِيثِ

”اور (سنو!) ان کا صرف ایک ہی نام ہے کہ وہ اہل حدیث

ہیں۔“ (غنیۃ الطالبین)

علامہ تفتازانی ؒ تلویح شرح توضع جلد دوم میں فرماتے ہیں :

وَعَلَيْهِ عَامَّةُ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالشَّائِعِيَّةِ

”اور اسی پر ہیں عام اہل حدیث اور شائعیہ بھی۔“

دیکھیے کتب فقہ میں بھی اہل حدیث کا ذکر موجود ہے، پھر تسلیم کرو کہ یہ منسلک

حدیث حضورؐ کے وقت سے آج تک چلا آ رہا ہے۔

مسلمانے بھائیو! تفرقہ پرداز لوگوں سے بچو۔ فرقہ بندی چھوڑ دو!

اہل حدیث یعنی حدیث دلے بن جاؤ۔ جو لوگ آپ کو حدیثوں سے نفرت

دلاتے ہیں وہ آپ کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ غور کرو کہ ان کے دل میں،

حضرت انورؑ کی کہاں تک محبت ہے جو حدیثوں سے مسلمانوں کو دور بٹانے

ہیں۔ بھائیو! آنکھیں کھولو! سوچو سمجھو! حدیثوں پر عمل کرو اور ایمان

سے زاید اصحاب تھے رضی اللہ عنہم۔ یہ سب حضور پر نور کے اقوال و افعال یعنی حدیثیں بیان کرنے اور ان پر عمل کرنے والے تھے۔ حضور کا عام حکم ہے : **يَلْقُوا عَنِّي وَلَوْ اِيَّاهُ** : میری طرف سے پہنچا دو خواہ میری ایک حدیث ہی ہو۔ (مشکوٰۃ)

جب صحابہؓ حدیثوں کے بیان کرنے، سنانے اور آگے پہنچانے والے تھے تو کیا وہ سب کے سب اہل حدیث نہ ہوئے اور انکا مذہب حدیث نہ ہوا؟ کیوں نہیں کہ کتب حدیث کے اندر حدیثوں کے راوی صحابہؓ ہیں۔ حدیثیں پڑھنی، پڑھانی، سنانی اور آگے پہنچانی انکا شغل تھا۔ پھر وہ مزور مزور حدیث والے۔ اصحاب الحدیث۔ الحمد للہ تھے! کیا صحابہؓ کی پیروی میں آپ اُمّتیوں کی نسبتوں کو خیر باد کہہ کر حدیث والے بننے کو تیار نہیں؟ فرمائیے: ہم مزور مزور حدیث والے ہیں، اور حدیث ہی پر تازلیست عمل کریں گے۔

آپ اپنے ایمان سے پوچھ کر بتائیں کہ کیا آپ حنفی کہلا کر خوش ہوتے ہیں یا اہلحدیث (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر ایمان اور عمل رکھنے والے کہلا کر؟)۔ غور فرمائیں کہ ایک شخص حنفیت کو نہیں ماننا۔

۱۰ مقلد حنفی کہلانے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول ماننے پڑتے ہیں اور اہلحدیث کہلانے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر عمل کرنا پڑتا ہے پہلی صورت میں نسبت ایک غیر معصوم امتی کی طرف ہے اور دوسری صورت میں نسبت معصوم رسول حضرت رحمت اللعالمینؐ کی طرف ہے جنکی اطاعت خدا نے امت پر فرض کی ہے اور جنہوں نے قیامت کو خدا کی اجازت کے بعد شفاعت کرنی ہے آپ سوچ کر بتائیں کہ آپ حنفی ہیں یا مجری اہلحدیث (محمد صادق)

آپ اُسے کہہ سکتے ہیں کہ تم مسلمان نہیں ہو، ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین خود کو حنفی نہیں کہتے تھے اور باوجود حنفی نہ ہونے کے اعلیٰ درجہ کے مسلمان مانے جاتے تھے اور ان کی مسلمانی ساری امت کے لیے ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں حدیث رسولؐ کو نہیں مانتا، تو وہ یقیناً مسلمان نہیں رہتا۔ معلوم ہوا: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ ہونا خدا کے حکم کی چیزیں نہیں ہیں اور نہ خدا رسول کے مقرر کردہ مذہب ہیں۔ ہاں دین اور مذہب حدیث ہے جو احسن الحدیث اور رسول خدا کی حدیث پر مشتمل ہے۔

منکر حدیث مسلمان نہیں!

منکر حدیث ایمان بالقرآن کے ہزار دعوے کرے، سب بیکار ہیں:

قرآن کہتا ہے: **وَمَا آخِذُكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ**۔

”اور جو قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ دے تم کو رسولؐ پس پکڑو“

لو اس کو“

ثابت ہوا کہ قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ حضرت انورؓ کے قول و فعل سے حاصل ہوتا ہے اور قول و فعل حدیث ہے، پس بغیر حدیث کے قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ پھر جو شخص حضرت انورؓ کے عمل بالقرآن یعنی حدیث کا انکار کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ افسوس! منکرین حدیث حضورؐ کو محض ڈاکوہ کا درجہ دیتے ہیں (استغفر اللہ) کہ جیسے ڈاکوہ چمٹی دیکر چلا جاتا ہے۔ اسے چمٹی کو کھولنے، سنانے اور پڑھنے سے کوئی سروکار نہیں، ایسے ہی معاذ اللہ رسولؐ خدا چمٹی (قرآن) دے کر چلے گئے ہیں اب امت

جانے اور چھٹی۔ اُمت خود چھٹی کھولے، پڑھے، سچے اور عمل کرے۔
حالانکہ خدا فرماتا ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ
أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (پ ۷)

”بیشک خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا جب بھیجا ان میں پیغمبر
ان کی جنس سے، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا
ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور (کتاب کی) سمجھ“

اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا کے برگزیدہ اپنی حضرت محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی چھٹی کو کھولا، پڑھا۔ لوگوں کو ستایا۔ سنجھایا، اور
اس کی کماحقہ، تعلیم دی اور اس تعلیم سے ان کو شرک اور رذائل کی گندگی
سے پاک کیا: لِمَا تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ کے حکم خداوندی کی تعمیل سے سائے
قرآن پر خود عمل کیا اور لوگوں کو اپنے عمل کے ساتھ قرآن پہنچایا: أَطِيعُوا
اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ کا مطلب ہی یہ ہے کہ خدا کا حکم مانو، رسول خدا
کو تابعداری کر کے، یعنی رسول خدا کے عمل بالقرآن کو اپنا کر خدا کے قرآنی
حکام بجا لاؤ: مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ کے ذریعہ خدا نے
صاف اعلان کر دیا ہے کہ جس نے رسول کی تابعداری کی، اس نے اللہ کا
حکم مان لیا۔ حضور کی اطاعت میں خدا کی حکم برداری ہے پھر آپ خوب
سمجھ لیں کہ حضور کا عمل بالقرآن (احادیث و سنن) واجب العمل ہیں۔
جس نے حدیث کے مطابق قرآن پر عمل کیا، خدا وہی عمل قبول کرے گا۔
غیر منون اعمال برگز قبول نہیں ہوں گے۔ یہ ہے اہمیت حدیث ا

اہم حدیث ہونے کی دعوت!

آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم آپ کو بحیثیت ایک فرقہ کے اہم حدیث بننے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اچھی طرح یاد رکھیں کہ اسلام میں فرقہ بندی نہ منسٹر من ہے بلکہ ایک عذاب ہے جس کی تردید ہم گذشتہ اوراق میں کر آئے ہیں۔

یاد رہے کہ بطور عالمگیر جماعت کے ساری امت اُصولاً اہم حدیث ہے ہر شخص جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہے اور انکی اطاعت فرض جانتا ہے: اہم حدیث ہے! پس ہم آپ کو حدیث کے قائل، عامل اور مبلغ دیکھنا چاہتے ہیں۔ حدیث پر کٹ مرنے والے، حدیث والے بنانا چاہتے ہیں۔ زندگی کے گوشہ گوشہ میں حدیث مصطفیٰ کو جاری و ساری کرنے کرانے والے اہم حدیث پانا چاہتے ہیں۔ آپ کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات، صدقات، تمام عقاید و اعمال — چلتا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، مرنا، جینا، شادی، غمی — تمدنی، معیشتی، معاشرتی اور اخلاقی قدریں سن شعور سے لے کر موت تک، سارا مورہ حیات حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھ کر آپ کو اہل سنت، اہم حدیث کے معزز لقب سے نوازتے ہیں۔

کس قدر جگر خراش منظر ہے کہ ہم اپنے آپ کو مذہب کے ماحول میں ہسپتالوں، رنگوں، مقاموں، اماموں، بزرگوں اور شخصیتوں کی طرف منسوب کر کے خوش ہوتے اور فخر کے ساتھ نام کے آگے اس نسبت کو لکھتے ہیں۔ لیکن رونے کا مقام ہے کہ جناب سید الکونین والتقلین —

سید العرب والعجم، پیغمبر انس و جن، ہادی بحسب و بر، مرور کائنات رسول رب العالمین کے پاک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قول و فعل (حدیث) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے محمدی یا اجدیث کہلاتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے اور ہم ہچکچاتے ہیں۔ اتنے دُور ہو گئے ہیں ہم اپنے شافعِ روزِ جزا سے۔ یا اتنا دور کر دیا ہے ہم کو ہمارے علماء و مشائخ نے، امت کے "بزرگوں" اور "اماموں" نے اور شخصیت پرستی کرنیوالوں نے۔

نودروئے تو گلہائے باغِ راچہ کم
چو آفتابِ برآمد، چسراغِ راچہ کم

فرمائیے! کون ہیں آپ کے رسول؟ کہیئے:

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (پا) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! —

کس کا قول و فعل — اطاعت، آپ پر خدا نے فرض کی ہے؟ — فرمائیے! ...

أَطِيعُوا الرَّسُوْلَ (پا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اور حضور ہی کے قول و فعل (سنت اور حدیث) پر عمل کرنا خدا نے فرض کیا ہے

جب یہ حق ہے تو پھر حضرت اور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل،

یعنی حدیث کی طرف خود کو منسوب کرنا کیونکر باعثِ حجاب ہو گیا۔

ترائے قیس کیونکر ہو گیا سو ز دروں مٹھنڈا

کہ سیلی میں تو ہیں اب تک وہی انداز لیلانی

ذرا جرات اور اخلاقی جو ازمدی سے کام لیں اور کہہ دیں اپنے آپکو اجدیث

بطور عقیدہ و عمل کے نہ بطور فرقہ کے!

جب ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خدا نے

ہم پر حضور ہی کی اطاعت فرض کی ہے۔ حضور کے سوا سب کس ہیں۔

و صحابہ ہوں، تابعین، تبع تابعین، فقہاء، اولیاء اللہ اور بزرگان دین ہوں یہ سب حضور انور ہی کے اقوال و افعال کے مبلغ ہیں۔ بَلَّغُوا عَنِّي: کے ذریعہ حضور نے ان سب کو حکم دیا ہے کہ میری حدیثوں اور سنتوں کو آگے پہنچاؤ، پھیلاؤ، پھر حدیثوں اور سنتوں کو آگے پہنچانے، پھیلانے، اور ان پر عمل کرنے والے یہ سب حدیث والے ہوئے اور جن کو احادیث نبوی پہنچیں، انہوں نے قبول کیوں اور ان پر عمل کیا، یہ بھی حدیث والے ہوئے۔ جب حدیث اور سنت کے بغیر کوئی چارہ نہیں، کوئی عقیدہ درست نہیں، کوئی عمل قبول نہیں، کوئی راہ سیدھی نہیں تو پھر کیوں نہ ہم اپنا مذہب قرآن و حدیث ٹھہراتیں؟

اصحاب الحدیث کے حق میں حضرت انور کی دعا

اللَّهُمَّ احْفَظْ خَلْفَانِي: حضور پُر نور نے فرمایا۔ اے اللہ میرے خلیفوں پر رحم کر۔ صحابہ نے پوچھا۔ حضور! آپ کے خلیفے کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا جو میرے بعد آئیں گے، میری حدیثیں روایت کریں گے، اور انہیں لوگوں کو سکھائیں گے۔ (شرف اصحاب الحدیث)

گویا حضور حدیث پڑھنے، پڑھانے، سنانے، سمجھانے اور پھیلانے والوں کو اپنے خلیفے۔ نائب فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کتنا مرتبہ ہے، الحدیث کا! اور پھر اپنے خلیفوں کے حق میں اللہ کی جناب میں دست بدعا ہیں: اے اللہ! میرے خلیفوں پر رحم کر! یہ مستجاب دعا حضور کی حدیث والوں کے حق میں ہے۔ چنانچہ صاف فرمایا: الَّذِينَ يَرَوْنَ آحَادِيثِي۔ میرے خلیفے میری حدیثوں کو روایت کرنے والے ہیں۔

پس جو لوگ حضورؐ کی حدیثوں کو پڑھتے ہیں، سنتے سنتے ہیں اور ان کی اشاعت کرتے ہیں، وہ حضورؐ کی دعائے مستجاب میں شریک ہیں۔ حضورؐ کی دعا ان کے حق میں ہے۔ مبارک و محمد حدیث والوں کو حضورؐ کی مستجاب دعا۔

قیامت تک حق پر رہنے والی جماعت

آپ گذشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا بنی اسرائیل میں بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری امت تہمت فرقوں میں بٹ جائیگی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک جماعت کے اور وہ نجات پائیگی اور اس نجات پانے والی جماعت کے متعلق فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ
مَنْ خَدَّ لَهُمُ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ، رتوف اصحاب الحدیث۔

”میری امت میں سے ایک جماعت مظفر و منصور ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔ ان کے مخالف قیامت تک ان کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔“

یہودی سارے ہی فرقے بندی کے سبب تباہ و برباد ہو گئے، ان میں کوئی جماعت بھی حق پر نہ رہی۔ ان کے مولوی اور پیر سب کو لے ڈوبے لیکن امت محمدیہ میں جہاں خیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہتر فرقے ہو جائیں گے وہاں ایک جماعت تا قیامت حق پر ثابت رہے گی، مظفر و منصور رہے گی، توحید کا جھنڈا پکڑ کر حدیثوں اور سنتوں کی مشنوں کو روشن رکھے گی۔ باطل فرقوں کی گمراہی سے عامۃ المسلمین کو بچائے گی۔ خالص قرآن اور حدیث کو پھیلانے کی، کوئی انہیں

مٹانے کے گا۔ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي کی شاہراہ پر تا صور اسرائیل
گامزن ہوگی۔ یعنی حضور کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہود کی طرح
میری ساری کی ساری اُمت نہیں بگڑ جائے گی بلکہ میری اُمت میں ایک
جماعت مزور حق پر قائم رہے گی اور قیامت تک حق کی نشر و اشاعت
کرتی رہے گی۔

اب اس جماعت کو حضور کی نشاندہی کے مطابق انصاف سے
پہچانو! حضور نے فرمایا ہے: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي: وہ جماعت
میرے اور میرے صحابہؓ کے طریق پر ہوگی۔ اس نشان دہی سے صاف
پتہ چل گیا کہ وہ نجات پانے والی جماعت صحابہؓ کے طریق پر ہوگی۔
اور صحابہؓ کا طریق صرف حضور کی سنت اور حدیث پر عمل کرنا تھا پس
آج تعصب چھوڑ کر پہچان لو اس جماعت کو جو صرف قرآن اور حدیث پر
چلنے کی دعوے دار ہے جو بغیر کسی کی تقلید جامد کے بالراست صحابہؓ کی
طرح حدیث کو مانتی ہے اور اس پر عمل کرتی ہے۔ حضور کے زمانے کے
مطابق قیامت تک حق پر قائم رہنے والی یہی ناجی جماعت ہے چنانچہ
امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جیسے کہ پیچھے گزرا۔

إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَصْحَابَ الْحَدِيثِ فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ
(شرف اصحاب الحدیث)

ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اگر اہل حدیث نہیں ہیں تو پھر
میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ کی کتاب "شرف اصحاب الحدیث" میں مندرجہ ذیل
حوالہ جات بھی موجود ہیں:

امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں : (جو جماعت قیامت تک حق پر رہیگی ، اس سے مراد اہلحدیث ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں : اہلحدیث زمین پر خدا کے دین کے نگہبان ہیں۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں : مَنْ يَتَعَدَّدُ مَذَاهِبَ أَهْلِ الْحَدِيثِ ہمیشہ حق پر قائم رہنے والی وہ جماعت ہے جو مذہب اہلحدیث کی پابند ہے۔“

حضرت امام ابن المبارکؒ فرماتے ہیں : هُمْ عِنْدِي أَصْحَابُ الْحَدِيثِ : میرے نزدیک یہ (لَا تَزَالُ أُمَّتِي الْمَن) لوگ اہلحدیث ہیں۔“

حضرت امام احمد بن سنانؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ وہ جماعت اہلحدیث ہے۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ جس جماعت کے متعلق حضورؐ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ حق پر رہے گی اس سے مراد جماعت اہل حدیث ہے۔

حضرت امام بخاریؒ کے استاد علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مظفر، منصور ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اہلحدیث ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث)

انہی تصریحات کے ایثار سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ کو یقین آجائے کہ حضورؐ اور حضورؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق پر چلنے والی ، قیامت تک حق پر

سے دیکھیں مکہ پر

قائم اور ثابت رہنے والی جماعت صرف حدیث والوں کی جماعت ہے اور آپ بھی عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے حدیث والے بن جائیں۔ تمام پیوندی ذرائع ”چھوڑ کر سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں آجائیں اور مصطفیٰ کی گفتار کے ہوتے ہوئے کسی کے قول و کردار کی طرف اٹک نہ اٹھائیں۔ ”کالی کالی“ کے سوا تمام جمود بردوش تقلیدی ”بھورے“ پھاڑ دیں۔ ”پٹے“ حلق سے اتار دیں۔ ”مندے“ دیا بُرد کر دیں۔ اور فرقہ دارانہ نسبتیں بھی مٹا دیں کہ آپ نے پڑھا ہوا ہے :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔“

اس کا مطلب یہ ہے :

کہ عبادت خدا کی اور اطاعت مصطفیٰ کی ہے۔ یعنی خدا کی خالص عبادت (نوٹ صحیح گذشتہ) بار بار اہم حدیث کا نام پڑھ کر آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم آپ کو کسی نئے فرقے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اہم حدیث ہرگز کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور کی حدیث پر عمل کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ پس صحابہ کی طرح ہم آپ کو سنت اور حدیث پر عمل کرنے والے بنانا چاہتے ہیں۔ بندھنوں سے آزاد کرنا کہ حضور انور کے قول و فعل کے پابند کرانے کے خواہاں ہیں۔ یاد رکھیں کہ فرقے حضور کے بعد نکلے ہیں۔ سنت اور حدیث بعد کی چیز نہیں ہے اور نہ سنت اور حدیث کے حامل بعد کے ہیں۔

لہ نسبتوں سے ہماری مراد وہ نسبتیں ہیں جو عقائد و اعمال میں شغفیتوں کی اندھی اور

جامد تقلید کا موجب ہیں! منہ

رحمت عالم کے طریقہ کے مطابق کرنی چاہیے کہ معبود برحق کی حکم برواری حضور سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں بجلائی جائے حضور کے طریقہ کے سوا کسی کا طریقہ درخورد اعتنا نہ مانا جائے۔ حضور پر نور فرماتے ہیں:

فَاتَّخِذْ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابَ اللَّهِ وَخَيْرَ الْمَدْيِ هَدْيَ مُحَمَّدٍ
(صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

تمام باتوں سے بہتر بات خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

یعنی خدا تعالیٰ کے کلام سے کوئی کلام بہتر نہیں ہے۔ اس لیے اس کا کلام قرآن مجید ہی دراصل قابل عمل ہے۔ احکم المحاکمین کے نازل کردہ دستور اور قانون کے مطابق ہی زندگی گزارنی لازم ہے کہ اسی خالق مالک رازق اور شاہنشاہ لا زوال کا حکم ہی انسانی زندگی پر لاگو ہے۔ اب خدا کے کلام ارشاد اور حکم پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیے: خَيْرَ الْمَدْيِ هَدْيَ مُحَمَّدٍ۔ کلام الہی پر عمل کرنے کا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے کوئی بہتر نہیں ہے۔

گو شمع میارید و دین بزم کہ اشب

در مجلس ماماہ ریح دوست تمام است

جب ثابت ہوا کہ طریقہ رسول کے سوا کوئی بہتر طریقہ نہیں۔ اور حضور کے طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ کو اختیار کرنے کی خدا کی طرف سے اجازت نہیں تو پھر جو شخص حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے سوا عقاید و اعمال میں کوئی اور طریقہ اختیار کرتا ہے وہ یقیناً

فرقے بندی کی راہ پر چلتا ہے۔ وہ سبیلِ رسول پر نہیں ہے۔ سبیلِ رسول پر صرف حدیث والا ہی ہو سکتا ہے۔ کہاں احادیث اور کہاں احادیث کے مقابلہ میں اقوالِ اُمّتیاں۔ مسلمان بھائیو! ”جواہرات“ چھوڑ کر کیوں ”خزمہ سگر“ لیے پھرتے ہو۔

بارغِ مراجعہ حاجتِ سبر و وصویر است
شمشادِ خانہ پروردگار ما از کہ کتر است

اصحابِ الحدیث کا حشر کے دن مرتبہ

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ مَا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَمَعَهُمُ النُّحَايِرُ فَيَقُولُ اللَّهُ آمَنْتُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ كُنْتُمْ تُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

(جواہر الاصول تاریخ خطیب از محدث خطیب بغدادی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حشر کے روز الحدیث خدا کے حضور اپنی دواتوں سمیت (جن سے احادیث نبوی لکھا کرتے تھے) حاضر ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو فرمائے گا۔ اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيثِ — تم اہل حدیث ہو۔ تم (حدیثوں کو لکھتے پڑھتے اور سناتے وقت) میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے تھے۔ جاؤ جنت میں داخل

ہو جاؤ“

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ تَجِيدٌ
مسلمان بھائیو! بھنو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
حدیثیں پڑھو، حدیثوں پر عمل کرو، ان کو سسر اٹکھوں پر رکھو، جان سے
عزیز جانو، اور حدیثوں کے عمل کو اپنی زندگی کا اور ٹھنا بچھونا بنا لو۔ سچے
اہل حدیثوں۔ عاملوں کی طرح زندگی گزارو، بڑی طیب اور پاک زندگی
بسر کرو۔ حلال کھاؤ، پیو، پہنو، سچ بولو، عقاید اور اعمال کی تمام
تاریکیوں کو گھدیثوں کے اُجالے سے کافور کر دو۔ حدیث والے بن کر
شاہراہ رسول پر تازلیست گامزن رہو، یاد رکھو! کہ ہدایت کی قدیلوں
سے ایسی روشن راہ کہیں بھی آپ کو نہیں مل سکے گی۔

نکبت زلف سے کم مرتبہ مشک ہوا

شرم سے ناف میں آہو کے لہو خشک ہوا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا نعرہ حق!

اہلسنت والجماعت اہلحدیث ہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی

تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کے علم و فضل اور زہد و ورع

کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور آپ کی ذات احناف اور اہل

حدیث میں یکساں عزت اور مرتبہ کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ نجات

پانے اور تاقیامت حق پر رہنے والی مظفر و منصور۔ مَا اَنَا عَلَيُّرٍ وَّ
 اصْحَابِي كِي روشن راہ پر چلنے والی جماعت کے متعلق آپ اپنی مایہ
 ناز کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ضد اور تعصب
 چھوڑ کر ایمان کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں :

وَأَمَّا الْفِرْقَةُ الْمُنَاجِيَةُ فَفِيهِمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
 (غنیۃ الطالبین)

”اور لیکن نجات پانے والا (حق پر ثابت)، گروہ اہل سنت و
 الجماعت ہے“

اگے آپ اہلسنت والجماعت کو فرقہ بندی سے بلا بتاتے ہوئے فرماتے
 ہیں : فَاهْلُ السُّنَّةِ طَائِفَةٌ وَّاحِدَةٌ (غنیۃ الطالبین)
 ”پس اہلسنت ایک ہی گروہ ہے“

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کیسا دیانت داری سے سچا فیصلہ
 عین حدیث کے مطابق کیا ہے کہ اہل سنت ایک ہی گروہ ہے۔

۱۰ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے ناجی گروہ اہلسنت والجماعت کو قرار دیا ہے۔ صحابہ
 تابعین اور تبع تابعین کے نیک زمانوں کے بعد نکلے ہوئے کسی فرقے کا نام نہیں لیا اور اہل
 سنت والجماعت کی آپ نے شہادت بھی بتا دی ہے فرماتے ہیں : السُّنَّةُ مَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
 (غنیۃ الطالبین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سنت کہتے ہیں اور صحابہؓ کے متفق ہونے
 کو جماعت کہتے ہیں۔ پس مَا اَنَا عَلَيُّرٍ وَّاصْحَابِي كِي راہ پر چلنے والے قرآن اور حدیث کو
 بالراست صحابہؓ کے طریق پر بجالانے والے اہلسنت والجماعت ہوئے۔

فرقے بندی سے بالا، صحابہؓ کی طرح ایک ہی جماعت ہے۔ اب اس -
 طائفہ واحدہ سے ایک جماعت کی مزید وضاحت فرماتے ہیں، اور
 پہچان بتاتے ہیں،

وَهُوَ أَهْلَابُ الْحَدِيثِ (غنیۃ الطالبین)
 ”اور وہ اہل حدیث ہے۔“

بیاساقی نولٹے مرغزار از شاخسار آمد
 بہار آمد نگار آمد، نگار آمد قرار آمد

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ
 اللہ علیہ اہلسنت والجماعت صرف اہلحدیث کو فرما رہے ہیں۔ تین
 صدیوں کے بعد جتنے فرقے آج تک ہوئے ہیں، ان میں سے کسی کا
 نام نہیں لیا۔ اگر ناجی اہلسنت والجماعت کسی کو کہا ہے تو اہلحدیث
 کو کہا ہے۔

در مجلس ما عطر میا میز کہ جہاں را
 ہر لحظہ برگیسوئی تو خوشبوئی مشام است

بادارانِ احاف کو اخلاقی جرأت کر کے ایمان کا سہارا لیکر حضرت
 شاہ جیلانی علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق اپنا مذہب حدیث اختیار کر لیا
 چاہیے۔ اہلسنت، اہلحدیث بن جانا چاہیے۔ سبیلِ رسولؐ پر چلیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ جیلانیؒ اہلحدیث تھے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ
 اہلسنت گروہ اہلحدیث ہے۔

صحابہ کا مذہب رکھنے والوں - اصحاب الحدیث میں شامل ہو جانا چاہیے۔ جن بھائیوں کا حضرت شاہ جیلانیؒ پر بڑا اعتقاد ہے، اور جو انہیں بزرگ اور بڑے ولی اللہ سمجھتے ہیں وہ ان کے فرمان کی بھی قدر کریں، ان کی بزرگی کے ساتھ ان کے ارشاد کو بھی مانیں کہ آپ فرما رہے ہیں :

"نجات پانے والا گروہ اہلسنت و الجماعت ہے - اور اہلسنت ایک ہی گروہ ہے" اور وہ اہلحدیث ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی ولایت کو برحق جاننے والے بھائیو! کبھی حدیث والوں کو برائی سے یاد نہ کرنا۔ یہ حدیث کوئی اہلحدیث کی گھر کی چیز نہیں ہے بلکہ ہمارے اور آپ کے اور سارے جہان کے رسول سید الکونین والتقلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہیں جنکی عزت و قدر کرنا اور ان پر عمل کرنا سب پر فرض ہے۔ حضرت شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر سب حدیث والے بن جاؤ۔ للہیت کے کے ماحول میں انصاف کی راہ اختیار کرو۔

اے سچا مرید اور مخلص تابع! بارہ ہوتا ہے جو اپنے پروردگار کے (مدعا) کہنے پر چلے جب شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہلسنت و الجماعت صرف اہل حدیث کو کہا ہے۔ اور کسی فرقے کو نہیں کہا تو شاہ صاحب کے سب معتقدوں اور عقیدتمندوں کا فرض ہے کہ جناب پیر حقانی کی بات مان کر اپنا مذہب : مَا آتَا عَلَيْنَا وَ أَحْمَدُ ابْنُ حَنِبَلٍ = لختیلا کریں۔ صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والے اہل حدیث بن جائیں! آپ کی خیر خواہی کے لئے درودِ دل سے اپیل ہے۔

ہے طلسم دہرم میں مید شرا پاداش عمل
انگی غافل کہ یک امروز بے فردا نہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرمان سے:

اہل بدعت کی پہچان!

حضرت شاہ جیلاں ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَعْلَمُ أَنَّ لِأَهْلِ الْبِدْعَةِ عَلَامَاتٍ يُعْرَفُونَ بِهَا (غنیۃ الطالبین،

اور یاد رکھو کہ بدعتیوں کی کئی نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے

جاتے ہیں۔“

آگے آپ بدعتیوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتاتے ہیں:

فَعَلَامَةُ أَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيعَةُ فِي أَهْلِ الْأَثَرِ (غنیۃ الطالبین،

پس نشانی بدعتیوں کی یہ ہے کہ وہ المحدث کی بدگونی کرتے ہیں۔“

حضرت پیر جیلانی نے اہل اثر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اہل اثر کے معنی

اہل حدیث کے ہیں۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ کرتے ہوئے

علامہ عبدالحکیمؒ فاضل سیالکوٹی اہل اثر کا ترجمہ المحدث کرتے ہیں۔

اس طرح:

فَعَلَامَةُ أَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيعَةُ فِي أَهْلِ الْأَثَرِ

”پس نشانِ اہل بدعت عیب گردن است در المحدث“

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی،

از علامہ عبدالحکیمؒ سیالکوٹی

بدعتی المحدث کو برا جھلا کہتے ہیں :

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کتنی خدا لگتی کہی ہے۔ اظہار حق میں کتنا بیباک قدم اٹھایا ہے۔ بلا خوف و ہراس نام علی الاعلان فتویٰ دیا ہے کہ المحدث کو برا کہنے والے، اُن کی بدگوئی اور عیب جوئی کرنے والے بدعتی ہیں — یعنی پہچان ہی بدعتیوں کی یہ ہے کہ وہ المحدث کی بدگوئی کرتے ہیں۔

المحدث کو برائی سے یاد کرنے والے بھائیو! گوشِ ہوش سے سُن لو کہ شاہ جیلانیؒ المحدث کو برا کہنے والوں کو بدعتی فرماتے ہیں۔ آئندہ توحید کے پروانوں اور حدیث و سنت کے شیدائیوں کو کبھی برائی سے یاد نہ کرنا بلکہ ان سے محبت کرنا اور خیر خواہی سے پیش آیا کیونکہ یہ لوگ صحابہؓ کی روش پر رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں اور تمام امت کے بزرگوں، ولیوں اور اولیاء اللہ کا ادب و احترام بجالاتے ہیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے جو المحدث کی برائی کرینوالوں کو بدعتی کہا ہے۔ یہ بدعت کا فتوے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعتی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: غور سے ملاحظہ فرمائیں

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لِصَاحِبِ بَدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلَاةً وَلَا صَدَقَةً
وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا قِيحًا مِمَّنْ أَسْلَمَ كَمَا
تَخْرُجُ الشَّحْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ (ابن ماجہ)

خدا تعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز اور نہ زکوٰۃ و خیرات اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی (داڑھ) اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے ٹوٹے

اٹے سے نکل جاتا ہے !

ناظرین ! دیکھا آپ نے کہ بدعتی خدا تعالیٰ کے نزدیک کتنا مردود ہے کہ اس کا کوئی عمل تک قبول نہیں ہوتا۔ پھر یاد رکھیں۔ آپ کبھی کوئی کام بدعت کا نہ کرتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے کاموں سے ایک کام یہ بتاتے ہیں کہ وہ اہلحدیث کی برائی کرتے ہیں۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے یہ بالکل حق کہا ہے۔ غور کریں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور حدیثوں پر عمل کرنے والوں کو بُرا جانتے ہیں وہ بدعتی نہیں تو اور کون ہو سکتے ہیں؟ بے شک حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال۔ احادیث و سنن کو بُرا جانتا، ان سے نفرت کرنا، چڑنا۔ انہیں مٹانا، ان پر عمل کرنے والوں سے لڑنا بھڑنا بدعتیوں کا ہی کام ہے۔ ایسے بھائیوں سے ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اس روش کو چھوڑ دیں۔ اہلحدیث سے بغض نہ رکھیں، انہیں امت کے ایک قطب الاقطاب کے فتوے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ ولایت کے بادشاہ کے کوڑے کی مہرب سے کانپ اٹھنا چاہیئے۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَن اَحَدَتْ فِيْ اَمْرِنَا هَذَا اَمَّا لَيْسَ مِنْهُ غَيْرُهُ رَدُّهُ سَدِّ بِنَايِ شَعْلِيْفٍ، جس شخص نے ہماری (مکمل) شریعت کے امر کوئی نیا طریقہ (مسئلہ وغیرہ) نکالا جو حضور رحمت میں پہلا (جاری کردہ) نہ ہو تو وہ طریقہ مسئلہ غیرہ مردود ہے۔ معلوم ہوا کہ شریعت کے اندر امتیوں کے بدلتے اور گھڑے ہوئے مسلوں اور طریقوں کو بدعت کہتے ہیں۔ پس آپ محتاط رہیں کہ کسی بے سند گھڑے ہوئے پر ثواب جان کر۔ اسے دین کی چیز مان کر۔ عمل نہ کر۔ بیٹھیں کہ بدعت پر عمل کرنے سے خدا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ (محمد صادق)

علماءِ سنی کی انگلیخت!

جب اہلحدیث قرآن اور حدیث بیان کرتے ہیں اور تبلیغ کی ذمہ داری کے میں شرک اور بدعت کا رد کرتے ہیں۔ خانہ ساز مسٹلوں کے "بیت العنکبوت" کو تار تار کرتے ہیں تو جن احبار و رہبان کی "بلیک مارکیٹ" کی آمدن ماری جاتی ہے وہ سادہ دل عوام کو اہلحدیث کے خلاف اُبھارتے ہیں کہتے ہیں: یہ بے ادب ہیں، بزرگوں کے منکر ہیں، ان کی باتیں مت سنو! ان کے پاس نہ جاؤ۔ یہ سنکر عوام۔ سادہ لوح مسلمان اہلحدیث سے نفرت کرتے ہیں۔ "برادرانِ یوسف" کی انگلیخت پر حدیث والوں سے بیسر رکھتے ہیں۔ ہم بڑے خلوص اور محبت سے ان سادہ دل مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی خالی خولی باتوں پر نہ جائیں۔ ان کے کہنے پر اہلحدیث کو بُرا نہ کہیں۔ یہ لوگ "رستوران" کی رونق کے لیے اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں اور آپ سے کراتے ہیں۔ ذرا سوچئے تو کہ اہل حدیث کا کیا گناہ ہے؟ صرف یہی کہ وہ تمام امت کے بزرگ اور ولیوں کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ لیکن تمام امت کے لیے اطاعت صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض جانتے تھے۔ حضور خیر الوارے کی ذاتِ اقدس کو معیار امت، حرفِ آخر اور منہائے کلام مانتے ہیں۔

جنہیں حشریم تصور میں باریابی ہے!

وہ بزمِ سرو و سمن سے کشان کشان گزسے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ حضرت شیخ جیلانی رح آپ کو متنبہ کر رہے

ہیں کہ اصحابِ اہلحدیث کو بُرا نہ جانیں کہ انہیں بُرا جانتا اہلبدعت کا شیوہ

ہے۔ پھر آپ علماء سوء کا محرک STIMULANT نہ لیں۔ اس ڈوز (DOSE) سے پرہیز کریں۔

خداوند! علماء کرام کو توفیق دے کہ وہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد اور اور محبت و پیار کے وعظ کریں۔ وہ ایک دوسرے کو قریب لائیں اور انہیں شکر و شکر رہنے کی تلقین کریں کہ اسلام کا پیغام اولین یہی ہے۔

دیئے سے جلنے لگے زیست کے دھندکوں میں
پس کے روئے درنشاں کی یاد آئی ہے!

یہود کے فرقہ ساز علماء کا حال

یہودیوں کے فرقہ ساز علماء سادہ دل، ان پڑھ لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے مسائل بنا کر گمراہ کرتے تھے، جھوٹے قصے کہانیاں سنا سنا کر روٹی کھاتے تھے۔ بنی اسرائیل کو فرقہ فرقہ کر کے آپس میں لڑاتے تھے۔ قرآن کہتا ہے:

وَمِنْهُمْ أَهْبِیُّونَ لَا یَعْلَمُونَ الْکِتَابَ اِلَّا اَمَانِیً وَاِنْ هُمْ
اِلَّا یَظُنُّونَ۔ (پہ ۹۶)

اور بعضے ان (یہود) میں سے ان پڑھ ہیں۔ نہیں جانتے، کتاب (تورات) کو مگر (جھوٹی) آبدوزیں اور نہیں وہ مگر گمان کرتے

اس آیت میں خدا نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں جو ان پڑھ بے علم اور سادہ لوح لوگ تھے وہ تورات کے احکام و مسائل نہیں جانتے تھے۔ ہاں ان اکاذیب اور جھوٹے قصوں کو جانتے تھے جو ان کے مولویوں اور پیروں نے ان کو سنا رکھے تھے ان ہی بے سند اکاذیب اور قصص پر ان پڑھ لوگوں کے مذہب کا داز و مدار تھا اور ان کے علماء بھی تورات کے احکام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

عمل بالتورات چھپا کر لوگوں کو خانہ ساز مذہب پر چلاتے تھے اور ناجائز روٹی کھاتے تھے۔ دیکھئے : خدا تعالیٰ ان علماء و مشائخ کی ناجائز کمائی کا حال بیان کرتا ہے :-

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكُتُبَ بِأَيْدِيهِمْ قَتَلُوا نَفْسَهُمْ هَذَا
مِمَّا عِنْدَ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهَا قَسِيئًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ
أَيْدِيهِمْ وَذَلِيلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝ (پل ۹ع)

پس افسوس ہے ان لوگوں (علمائے یہود) پر جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں پھر دآن پڑھوں سے، کہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے تھوڑے سے دام (دنیاوی فائدہ)، حاصل کریں۔ پس افسوس ہے ان پر کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے (جھوٹ، لکھا اور دھیر) افسوس ہے ان پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے علماء جاہلوں سے مال حاصل کرنے کی غرض سے خود گھڑ کر مسائل لکھتے تھے اور انہیں کہتے تھے کہ تورات میں خدا کا ایسا ہی حکم ہے۔ یعنی شریعت کے نام سے بہت سے کھانے پینے کے مسائل اور دولت اکٹھی کرنے کے فرضی احکام انہوں نے خود لکھ لیے تھے۔ تاروں، تباہوں، چڑھاؤں کی مدین دین کے لیبیل سے آپ قائم کر لی جتیں اور لوگوں کو یہ کہہ کر دفا دیتے تھے :

هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ - یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ۔

دین ہے، شریعت ہے۔ اللہ فرماتا ہے : فَوَيْلٌ : خرابی ہے، بربادی ہے ہلاکت اور جہنم ہے ان علماء کے لیے جو اپنے پاس سے (اکاذیب، لکھ کر

جہلا کو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور یہ سب کچھ کیوں کرتے ہیں، عوام کو مذہب میں کیوں دھوکا دیتے ہیں؟ رَلِيسْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ تاکہ اس لکھے ہوئے (خانہ ساز مذہب) کے عوض تھوڑا مول لیں، مطلب یہ کہ وہ علماء و مشائخ پیرری مریدی کے پیشے کے ذریعے جھوٹے مسائل کے طفیل لوگوں کا لہو چوس چوس کر ہزاروں، لاکھوں روپے جمع کرتے تھے۔

قرآن نے اس مال کو ثمن قلیل: تھوڑی قیمت کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ دین کو حق بیان کرتے تو اس حق بیانی کے بدلے خدا نے جو آخرت میں انہیں انعام دینا تھا۔ بہشت کی نعمتیں عطا کرنی تھیں۔

اس آخرت کے اجر کے مقابلہ میں دنیا کا مال ڈولت خواہ کتنا ہی کثرت سے ہو، لاکھوں کروڑوں روپیہ ہو — واقعی تھوڑا ہے، ثمن قلیل ہے

عور فرمایا آپ نے کہ یہ حال تھا یہود کے مولیوں کا کہ اصل دین: یعنی

تورات اور سنتِ موسیٰ کو گلدستہ طاق نسیاں بنا کر خانہ ساز مذہب گھڑ کر جہلا کو اس پر چلا کر ان سے دنیا اکھٹی کرتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے

فَوَيْلٌ لِّهٖمۡ مِمَّا كَتَبَتْ اٰیٰتِہٖمۡ

”پس خرابی، ہلاکت اور عذاب سے ان کے لیے جنہوں نے لکھا

وہاں ساز مذہب، اپنے ہاتھوں سے“

وَوَيْلٌ لِّهٖمۡ مِمَّا يَكْسِبُوْنَ۔

اور خرابی، بربادی، ہلاکت اور دوزخ کی آگ ہے اس چیز سے

جو کماتے ہیں۔“

یعنی اصل دین کو چھپا کر اپنا بنایا ہوا دین لوگوں کو بتانے والے علماء کے لیے دوزخ ہے اور اس گھریلو دین — اقوال و آراء کے بدلے جو دنیا کا

مال اکٹھا کیا ہے یہ بھی جہنم کا ایندھن ہے۔

مسلمان سادہ دل بھائیو! یہ حال تھا یہود کے علماء و مشائخ کا - خدانے ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے مزید ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ، فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يَكَلِمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابِ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَىٰ الْمَتَارَةِ (پ ۵۷)

”تحقیق جو لوگ (علماء و مشائخ) اُن احکام کو جو خدانے کتاب میں نازل کئے (نفسانی اغراض کی بنا پر) چھپاتے ہیں اور اُنکے بدلے (دنیاوی معاوضہ جو بمقابلہ آخرت) تھوڑا ہے، حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں - ان (خائن عالموں اور درویشوں) سے خدا قیامت کے دن بات بھی نہیں کرے گا اور زبان کو (دین زدوشی اور مذہبی خیانت کے گناہوں سے) پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہ (خائن علماء) وہ لوگ ہیں جنہوں نے مول لیا مگر ابھی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب کو بدلے بخشش کے، پھر کیا صبر کرتے ہیں وہ اگ پر“

آپ نے یہودی مولویوں کا حال پڑھ لیا کہ کس طرح دنیا کا مال اکٹھا کرنے کے لیے شریعت موسوی میں رد و بدل کرتے تھے اور عوام کو مذہب کے متعلق دھوکا دیتے تھے - خدانے ایسے دین چھپانے والے فرستے ساز

مولویوں کے بارے میں صاف فرما دیا کہ یہ لوگ اپنے پیٹوں میں انگا سے بھر رہے ہیں یعنی مذہب میں دھوکا فریب کر کے جو عوام سے مال اکھٹا کرتے ہیں، یہ آگ ہے آگ۔ جہنم کی آگ۔ خدا قیامت کے دن ان مردود مولویوں سے کلام تک نہ کرے گا۔ نہ ان کے دجل و فریب کی خباثت و نجاست سے انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب سے دوچار کرے گا۔

یہ سزا ان مولویوں کو خدا اس لیے دے گا کہ دنیا میں انھوں نے عوام کو فرقہ فرقہ کر دیا۔ اور ان فرقوں کو مذہبی تجارت کی منڈیاں بنا لیا۔ تجارت کے "اصول و ضوابط" (مسائل و فتاویٰ) خود گھڑ لیے۔ ہر فرقے کو دوسرے فرقے کے ساتھ لڑایا اور خوب دنیا کمائی۔ ایسے ایسے مسائل کے شوشے چھوڑے کہ ان کا نام و نشان نہ تورات میں ملتا ہے، نہ موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ

زندگی میں! اُمّتِ خیرِ الرُّسلِ کو انتباہ!

سادہ اور ان پڑھ لوگ ہر زمانے میں ہوتے ہیں جنہیں بیوقوف بنا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُمّتِ رسولؐ کے سادہ دلوں کو علماءِ سوء سے بیدار اور ہوشیار رہنے کے لیے آیتِ ذیل نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَعْمَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُونَ
أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
مسلمانو! تحقیق بہت سے عالموں اور درویشوں میں سے البتہ کھا
جاتے ہیں مال لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے، اور بند کرتے (روکتے)

ہیں (لوگوں کو) راہِ خدا سے۔“

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ مولویوں اور پیروں کی اکثریت سادہ لوح عوام کو مذہب کا چکمہ دیکر ان کے مال ہتھیاتی ہے۔ جھوٹ اور فریب سے مکار علماء اور مشائخ لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور انہیں (بدعت اور شرک کی رسموں پر چلا کر) راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ خاندان ساز مشلوں پر عمل کرا کر ان کی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ ایسے مولوی اور پیرو بھی ہیں، اور کثرت سے ہیں۔ ان ”کالی بھیڑوں“ کی بہتات ہے۔

یہ تو علماء سوء کا حال مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے خدا نے بیان کیا ہے

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بھی ایسے علماء کا حال سنیں :-

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ شَكَ
أَنْ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَسَلَا
يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَرَهَى خَرَابٌ
مِنَ الْمُهَلْدَى عُلَمَاءُهُمْ سُرُومٌ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ
تَخْرُجُ الْفَيْسَةُ وَفِيهِمْ تَعَوُّدٌ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا، جب اسلام نام کا رہ جائے گا اور قرآن کو فقط رسم، مسلمانوں کی مسجدیں (بظاہر جھاڑ فانوس پانی روشنی اور ”بھیڑ“ سے تو) آباد ہوں گی، لیکن ہدایت (خالص قرآن و حدیث کے درس و تدریس)، اور مسنون عبادت، سے ویران ہوں گی اور (اس وقت) ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ ان کے پاس سے

(دین میں افتراق وانشقاق اور اشراک و احدث کا) فتنہ پھیلے گا اور ان میں لوٹے گا۔“

برادرانِ اسلام! حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک (دجی) پر ایک بار پھر نظر کریں اور سوچیں کہ کیا حضور نے اپنی امت میں علماء سو کو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق نہیں فرمایا۔ انہیں فتنہ پھیلانے والے نہیں کہا؟ جب کہا ہے تو یقین کیجئے کہ ایسے علماء ضرور ہیں اور کثرت سے ہیں جو مسلمانوں میں خود گھڑ کر نئے نئے مسائل جاری کر کے روٹی ٹکاتے ہیں۔ بدعت اور شرک کی رسموں کے ذریعہ سادہ لوحوں سے مال ہتھیاتے، اور انہیں راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے اور فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے فرقت سازی کرتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے ان ہی علماءِ سود کے متعلق کہا ہے

دینِ مِلّاتی سبیل اللہ فساد!

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فتنہ فساد اور لڑائی جھگڑا اس وقت سراٹھاتا ہے۔ مسلمانوں میں فرقہ بندی اس وقت راہ پاتی ہے جب قرآن اور حدیث کے سوا، اعتقاد و عمل کی کوئی نئی راہ بار پائے، جب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ قال فلاں کہا جائے۔ احادیث کی جگہ اقوال رجال لے لیں علماء مشائخ اپنی باتیں منوانے لگیں۔ امانی، اکاذیب اور بے سند قصے کہانیاں منبروں پر سنانے لگیں۔ حقیقت خرافات میں کھو جائے، مذہب میں دھونس اور دھاندلی سے کام لیا جائے۔ سادہ لوح اندھی ارادت کی بناء پر احادیث کی شمعیں جگانے والوں کے مقابل نبرد آزما ہوں۔ "زاع وزغن" عقابوں کے نشیمن پر قبضہ جمانے کے لیے پرتولیں۔ ایسے ماحول کے سرپرستوں سے

بچنے کے لیے خدا اور اس کے رسولؐ نے قرآن اور حدیث میں مسلمانوں کو...
ہوشیار کیا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہود سے

علماء ربانی لوگوں کے لیے رحمت ہیں!

جہاں علماء سو امرات کے لیے زحمت ہیں وہاں علماء ربانی لوگوں کے
لیے سراسر رحمت اور نعمت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
فرماتے ہیں: —

فَضَّلَ الْعَالِمَ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى كُمْ (مشکوٰۃ)
بزرگی عالم (ربانی، حق گو، باعمل) کی اوپر عابد کے اس طرح ہے۔
جس طرح میری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی) بزرگی تمہارے ادنیٰ
پر ہے۔

حضورؐ اور مزید ارشاد فرماتے ہیں: —

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى الثَّمَلَةُ فِي
بُحْرِهَا وَحَتَّى الْحَوَّةِ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ (ترمذی)
تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان اور زمین حتمی کہ
چونٹیاں اپنے بتوں میں اور مچھلیاں (دوبیاؤں میں) لوگوں کو نصیر
(قرآن اور حدیث کا علم) سکھانے والے کے لئے دُعا خیر کرتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ نیک، سچے، صالح، حلال خور، حق گو، دیانتداری سے قرآن و
حدیث بیان کرنے والے صاحب کردار عالم باعمل کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے دیانت و وارث اور امین کے مقام کو کوئی غیر عالم نہیں پہنچ سکتا۔ سبحان اللہ! ایسے نیک علماء ربانی پر خدا اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور جیونیاں اور مچھلیاں ان کے حق میں بخشش مغفرت اور عافیت کی دعا کرتی ہیں۔ پھر کتنی بڑی رحمت ہیں۔ ایسے علماء امت کے لیے یاد رکھیں۔ ایسے علماء یقیناً اولیاء اللہ ہیں۔ علمائے ربانی کے حق میں حضرت انورؑ اور ارشاد فرماتے ہیں :

إِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ (دارمی شریف)

”بے شک بہترین بھلوں کے بھلے علماء ہیں!“

یعنی علمائے حقانی سے بڑھ کر کوئی بھلا نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علمائے خیر کا وجود اپنے لیے رحمت جانیں، ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھیں ان کی عزت و آبرو اور احترام بجالانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ان کی صحبت کو کبریت احمر اور اکسیر تصور کریں۔ کَثُرَ اللَّهُ سَوَادَهُمْ

المحدث کا ایک ہی نام ہے!

”ویناری علماء“ خود بھی حدیث والوں (المحدث) کو بڑا کہتے ہیں اور عوام کو بھی ان کے خلاف اکساتے ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا فتوے ایسے لوگوں کے حق میں آپ تیمچے پڑھ چکے ہیں کہ اہل حدیث کو بڑا کہنے والے بدعتی ہیں۔ حضرت پیر جیلانیؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ عور سے ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَلَامَةُ الرِّبَا وَقَتْرَتِ تَسْبِيَتِهِمْ أَهْلُ الْأَثَرِ الْحَشْرِيَّةِ يُرِيدُونَ

إِبْطَالِ الْأَثَرِ وَعَلَامَةُ الْقَدْرِ تَسْبِيَتِهِمْ أَهْلُ الْأَثَرِ خَيْرٌ

وَعَلَامَةُ الْجَمِيَّةِ تَسْبِيَتِهِمْ أَهْلُ السَّبْتِ مُسْتَهْمَةٌ وَعَلَامَةُ

الرَّافِضَةُ تَسْمِيَتُهُمْ أَهْلَ الْأَثَرِ نَاصِبَةً - وَكُلُّ ذَلِكَ
عَضْبَةٌ وَغِيَاظٌ لِأَهْلِ الشُّكَّةِ وَكَأَسْمَ لَهُمْ إِلَّا إِسْمُ
وَاحِدٌ وَهُوَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ وَكَذَلِكَ تَصِقُ بِهِمْ مَا لَقِبُواهُمْ
أَهْلَ الْبُدَيْعِ كَمَا لَمْ يَلْتَصِقْ بِالسَّبِيحِ مَتَى لَاقَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَسْبِيَةً كُفَّارَ مَكَّةَ سَاحِرًا وَشَاعِرًا وَبَجُونًا وَمَفْتُونًا
وَكَاهِنًا وَكُلَّ مَنْ يُكْنَى اسْمُهُ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ مَلَائِكَتِهِ وَعِنْدَ
إِنْسِيهِ وَجَنَّتِهِ وَسَائِرِ خَلْقِهِ إِلَّا رَسُولًا نَبِيًّا بَرِيئًا مِنَ الْعَاهَةِ
كُلِّهَا (غنية الطالبين)

(میرے مریدو سنو!) بے دین زندیق فرقے کی نشانی یہ ہے کہ وہ
الحدیث جماعت کا نام (شرارتاً) حشوئیہ رکھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے
ہیں کہ حدیثوں پر لوگ عمل نہ کریں۔ قدریہ فرقہ کا نشان یہ ہے کہ
وہ الحدیث کا نام (شرارتاً) مجربہ رکھتے ہیں۔ جمہیہ فرقہ کی نشانی
یہ ہے کہ وہ الحدیث کا نام (شرارتاً) مشبہ رکھتے ہیں۔ رافضی
فرقہ الحدیث کا نام (شرارتاً) ناصبہ رکھتے ہیں۔ (سنو!) ان
تمام باطل فرقوں کی یہ ہمتیں الحدیث پر محض افزا ہیں، ہٹ
دھرمی اور تعصب ہے۔ ان کے ساتھ حسد و بغض رکھنے کے سبب
یہ بہتان باندھتے ہیں (خوب یاد رکھو!) کہ اہل سنت والجماعت کا
ایک نام کے سوا کوئی نام نہیں اور وہ نام اہل حدیث ہے۔ یہ
بدعتی ٹوٹے الحدیث کو خواہ کچھ ہی کہیں ان کے لئے اللہ نام
رکھیں، اس سے الحدیث کا کچھ نہیں بگڑتا۔ (سنو!) جسطرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کفار مکہ نے بہت سے

نام گھڑ لیے تھے اور ان کا کچھ نہ بگڑا تھا (دیکھو!) کافروں نے حضورؐ کے (اُلٹے اُلٹے) نام، جادوگر، شاعر، مجنوں، مفتون، کاہن وغیرہ رکھے تھے (لیکن، درحقیقت حضورؐ پر نور صلتہ اللہ علیہ وسلم کا ان ناموں میں سے، خدا کے نزدیک، اسکے فرشتوں کے نزدیک، انسانوں، جنوں اور ساری خلقت کے نزدیک کوئی نام نہ تھا۔ آپؐ کا نام صرف رسولؐ، نبیؐ ہی تھا۔ حضورؐ ان آفتوں سے قطعاً پاک تھے۔

اہلحدیث کے اُلٹے سیدھے نام رکھنا بدعتیوں کا کام

حضرت پیر جیلانیؒ کا ارشاد سن لیا آپؐ نے کہ وہ فرماتے ہیں: کہ بدعتی گروہ اور فرقے اہلحدیث کے ساتھ بعض اور حسد رکھتے ہیں اور بغض و حسد کے سبب دشرارتا، اہلحدیث کے اُلٹے سیدھے نام رکھتے ہیں حالانکہ ان کا ایک ہی نام ہے، اور وہ اہلحدیث ہے اور اہلحدیث ہی دراصل اہلسنت والجماعت ہیں!

اہلحدیث کو بُرا کہنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ جس طرح حضورؐ کے اُلٹے سیدھے نام رکھنے والے ساحر، شاعر، مجنوں، مفتون مکہ کے کافران کا کچھ نہ بگاڑ سکے تھے۔ ایسے ہی اہلحدیث کے اُلٹے سیدھے نام رکھنے والے اہلحدیث کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تو اہلحدیث کے بدگو بقولِ شاہ جیلانیؒ کہہ کے نقش قدم پر ہونے، نقش قدم پر ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلحدیث کے اُلٹے سیدھے نام رکھنا، انہیں دل آزار لقب دینا۔ اہل

بدعت کا کام ہے۔ پھر جو لوگ انہیں وہابی، نجدی، لامذہب وغیرہ مذموم القاب سے یاد کرتے ہیں بقولِ حضرت شیخ جیلانیؒ بدعتی ہوئے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے :-

فَعَلَامَةٌ أَهْلِ الْمُبْدَعَةِ الرَّبِيعَةُ فِي أَهْلِ الْأَثَرِ (غنیہ)
بدعتیوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ الہدیت کی بدگونی کرتے ہیں۔“

وہابی، نجدی، لامذہب کے دلائل القاب!

الہدیت علیٰ وجہ البصیرت مرف قرآن اور حدیث کو ماننے والے ہیں وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ پھر انہیں کسی بزرگ عبدالوہاب صاحب کی طرف زبردستی منسوب کر کے وہابی کہنا عقل و دیانت کے منافی ہے۔ ایسے ہی نجد میں رہنے والے کسی بزرگ کی طرف منسوب کر کے الہدیت کو از راہِ حقارت نجدی کہنا۔ یہ بھی شرافت سے بعید ہے۔ غور فرمائیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو فر کے رہنے والے تھے کیا ابو حنیفہؒ کے مقلد کوئی ہیں؟ نہیں۔ جب مقلد کوئی نہیں ہو سکتے تو جو کسی کے مقلد ہی نہیں وہ کیونکر نجدی ہو سکتے ہیں؟ سنیے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَوَكَّلْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ
وَسُنَّةَ رَسُولِهِ : (مشکوٰۃ)

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔“

اسے فرمانِ رسول کے مطابق اہلحدیث نے حضورؐ کی چھوڑی ہوئی دو چیزوں کو مضبوطی سے تھام لیا: یعنی قرآن اور حدیث کو اپنا مذہب بنا لیا۔ پھر قرآن حدیث کا مذہب رکھنے والوں کو لا مذہب کہنا کیا ایمانداری ہے۔ حضرت شیخ جیلانیؒ نے سچ فرمایا: **كُلُّ ذَلِكَ عَصَبَةٌ وَرَحِيظَةٌ**۔ (سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کے یہ) سب (الٹے سیدھے) نام اور القاب (تہمت طرازیوں اور بہتان بازیوں) تعصب اور حسد و بغض کے سبب ہیں۔ اُمید ہے کہ شاہ جیلان رحمۃ اللہ علیہ کی عزت کرنے والا کوئی شریف حنفی ائمہ اہلحدیث کو دہائی، نجدی، لامذہب وغیرہ دلائل و دلائل القاب سے نہیں پکارے گا، بلکہ محبت سے اہلحدیث کہیگا، بلکہ حضورؐ کی حدیث کی محبت میں خود بھی اہلحدیث کہلائے گا۔

حنفی بھائیو! پھر سنو! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: **لَا اسْمَ لَهُمْ**۔ سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کا کوئی نام نہیں۔ **إِلَّا اسْمُهُ وَاحِدٌ**۔ سوائے ایک نام کے **وَهُوَ اصْحَابُ الْحَدِيثِ**۔ اور وہ نام اہلحدیث ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت شیخ جیلانی کا مذہب

وَأَجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ إِمَامًا لِّكَ وَأَنْظُرْ فِيهِمَا بِنَاءً مَثَلًا: دَتَاتِهِ بَرًّا وَعَمَلًا بِهِمَا دَكَةً تَغْتَنَّى بِالْقَالِ وَالْقَيْلِ وَالنَّوَسِ۔ اور صرف کتاب و سنت (قرآن و حدیث) کو اپنا امام بنا اور غور اور تدبر سے ان دونوں کو پڑھا کر، اور ان دونوں ہی پر عمل کیا کر، اور (خبردار!) اُمتیوں کی رائے قیاس پر مت چل!

شاہ جیلان نے صاف فرمایا ہے کہ دین میں اپنا امام اور پیشوا صرف قرآن اور حدیث کو بناؤ اور ان ہی پر عمل کرو اور سوائے قرآن و حدیث کے اوروں کی قال و قبیل اور رائے قیاس پر (انڈھا دھند) نہ چلو۔ ثابت ہوا کہ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کا مذہب قرآن و حدیث تھا۔ وہ کسی کے جامد مقلد نہ تھے۔ یعنی بغیر تحقیق کے انڈھا دھند کسی کے پیچھے نہ چلتے تھے۔ بے دلیل کسی کی نہیں مانتے تھے۔ سچی بات ہے کہ اہل اشرعنی اہل حدیث تھے۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے اہلسنت اہل حدیث اصحاب کو فرمایا ہے۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ خود اہلسنت اہل حدیث نہ تھے۔ جب اہل سنت ہو کر اہل حدیث ہوئے تو حضرت کے ارادت کیشوں اور عقیدہ مندوں کو انصاف سے چاہیے کہ وہ بھی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق صرف قرآن اور حدیث کو اپنا امام اور پیشوا بنالیں۔ بندھنوں سے آزاد ہو کر اصحاب الحدیث میں شامل ہو جائیں۔ دیکھیے! حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اب زر سے لکھنے کے قابل ایک اور وصیت فرماتے ہیں :

فَيَعْمَلُ بِمَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَصْمَعُ عَمَّا سِوَايَ ذَلِكَ (غنیہ،

رہے میرے مرید!) صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرو، اور

ان کے ماسوا سے بالکل بے بہرہ ہو جاؤ!

ثابت ہوا کہ شاہ صاحب صرف قرآن اور حدیث کو بالراست مانتے والے اہل حدیث تھے اور اتنے زبردست اہل حدیث تھے کہ مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ آیت اور حدیث کے سوا دین کے اندر کچھ سنیں ہی نہ، بہرے ہو جائیں۔ مزید ارشاد ہوتا ہے :

فَعَلَيْكَ بِالتَّسُّكِّ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْعَمَلِ بِهِمَا أَمْرًا

وَنَهْيًا أَسْلًا وَقَدْ عَافِيَجْعَلُهُمَا جَزَاءَ حَيْه يَطِيرُ بِهِمَا فِي الطَّرِيقِ

الْوَاصِلِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (غنیمۃ الطالبین)

میرے ہر طالب اور مرید پر فروری اور لازمی ہے کہ قرآن اور حدیث کو مضبوط پکڑے، اور ان دونوں پر (ہی) عمل کرے، ان کے امر کو بجالائے اور نہی سے باز رہے۔ اصول میں بھی ان کا پابند رہے اور فروع میں بھی ان دو ہی کی تعمیل کرے۔ یہی قرآن و حدیث ہی دو پر ہیں جن کے ساتھ آدمی راہِ خدا میں پرواز کر کے اللہ عزت اور جلال والے سے مل سکتا ہے!

غور کریں کہ حضرت شاہ صاحب نے مسلمانوں کے سامنے صرف قرآن و حدیث ہی کو پیش کیا ہے اور خدا سے ملنے کے لیے ان کو دو پر کہا ہے۔ حضرت شیخ جیلانیؒ کو پیر حقانی ماننے والو! آپ کے ارشاد کے مطابق ان دو پروں سے رب العزت کی جناب میں پرواز کرو اور کتاب و سنت کے ماسوا سے بے نیاز ہو جاؤ۔

یہاں کہ سیتہٴ نض میں رواں ہے موجِ بہار
یہاں کہ رقصِ شہر میں ہے نورِ سینائی

بادہ پیمائوں کے سلیقے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے والو! —
"بادہ پیمائوں" کے ان سلیقوں کو اختیار کرو جو رحمتِ عالم کی نظر سے مرتب ہوئے ہیں۔ ذرا بہ حدیث کی کیف اور صہبا سے ایسے سرمست ہو جاؤ کہ آئینوں کے احوال کا "چشمہٴ حیاواں" آپ کی نظر میں رقص کرنے لگے۔ "زہر شامکوں" کی "زلفِ دوتا" لٹ جائے۔ برہمزدوں کے "نغمے" سوجائیں۔ حسن کے "دب"

بُجھ جائیں، اور سنت کی وسعت کے اُگے آرائے رجال کی دنیا چشمِ حسود سے تنگ تر دکھائی دے۔

مسلمانو! رسالت کو اس طرح مانو کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیوں کے ساتھ تو لٹنے کے لئے کوئی "ترازو" نہ ہو۔ قول و فعل کے نور کے اُگے کوئی "کرمکِ شبِ تاب" دکھائی نہ دے اور اطاعتِ مصطفیٰ کی "دافنگی" میں "دنیا و مافیہا" سے بے نیاز ہو جاؤ۔ پھر اقرار رسالت کی ذمہ داری سے عمدہ برآ ہو گے۔ پھر مسلمان بنو گے!

کیا وجہ ہے کہ آپ کے دل دھک دھک نہیں کرتے۔ "حسن" اور "شباب" نرزاں کی نیند سو گئے ہیں۔ عشق اور محبت کے سوتے سوکھ گئے ہیں اور آپ پر ایک اداس اور مصنوعی ماحول چھا گیا ہے۔ اگر ہلکے پھیکے، اور بجھے بجھے ایمان کے شباب کے خواہاں ہو۔ افسردہ اور سونے "باغ" میں جشنِ مہاراز کے مزے لوٹنا چاہتے ہو، تو اپنے "خرابے" کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے "تنفس" سے رشک جنال بناؤ، سراپائے ایمان کو حدیث کے پھولوں سے بساؤ۔

کہ صاف درد کی کشش پیمانہ جسم ہیں ہم لوگ
وٹے وہ بادہ کہ افسردہ "انگور" نہیں

دین کے ٹکڑے اور حصے بخرے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ انبیاء کے اندر بہت سے پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کا حال بیان کیا ہے کہ کس طرح ان امتوں نے اپنے نبیوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کیں۔ دین میں پھوٹ اور تفریق

ڈالی اور بربادی مول لی۔ اُمتِ محمدیہ کی آنکھیں کھولنے کیلئے ارشاد فرمایا:

وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كَمَا كَلَّ الْيَتِيمَ الرَّاجِعُونَ (پ ۱۷)

”اور لوگوں نے آپس میں (اختلاف کر کے) اپنے دین کو ٹکڑے

ٹکڑے کر ڈالا (بالآخر) سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں؛

اس آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ پہلے لوگوں نے اپنے دین کے حصے بخرے

کر لیے تھے۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی راہیں بنالی تھیں۔ نبیوں کی

راہ کو چھوڑ کر فرقہ فرقہ ہو گئے تھے۔ اللہ نے فرمایا: كَلَّ الْيَتِيمَ الرَّاجِعُونَ۔

آخر کار یہ سب فرقہ باز ہماری جناب میں حاضر ہونے والے ہیں؛

ان گمراہ سازوں، فرقہ بازوں، دین کے حصے بخرے کرنے والوں کو

ہم پوچھیں گے کہ تم نے میرے نبیوں کے متعینہ رستوں کو چھوڑ کر دین

میں کیوں اور راستے اختیار کئے؟ کیوں فرقے بنائے، کیوں خدا کے دین

میں گھریلو مذہبوں کی بنیادیں رکھیں۔

مسلمان بھائیو! یہ سوال جہاں دوسری امتوں کو ہوگا۔ وہاں میدان

محشر میں آپ سے بھی پوچھ گچھ ہوگی کہ حضور سید العرب والجم سید الکونین

والشقلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چھوڑ کر

تم نے اور راہیں کیوں اختیار کیں؟ تم کیوں فرقے فرقے ہوئے؟ کیوں

گروہ گروہ اور ٹوٹے ٹوٹے بنے۔ اسلام کے عالمگیر دین میں تم نے

کیوں مختلف مذہبوں کے جام کھنکائے؟ امتیوں کے نام سے کیوں

مشرکوں کی داغ بیل ڈالی؟ بولو — ظالمو! قال الرسول کے سامنے کہیں

کہتے تھے: فلاں امام کے نزدیک مسئلہ یوں ہے۔ فلاں بزرگ کے نزدیک

یہ حلال ہے فلاں کے نزدیک حرام سے؟ اطاعت کی تکمیل امتیوں کے

ہاتھ میں پکڑ کر کھٹ پتلی بننے والا! یاد تمہارا رسول کون تھا؟ کلمہ کس کا پڑھا بیٹھا؟ اور بلا دلیل کس کی مانی تھی؟ ٹکسالی سکوں میں جعلی سکہ کیوں ملاٹھے تھے؟ ہیروں کو خرمیروں کے ساتھ کیوں تولتے تھے؟ مسلمانوں کا دعوے کر کے کن کن کی اطاعت کے پتے ٹگے میں ڈال رکھے تھے، انہی تقلید کے نشہ میں کیوں چور روؤں میں گرتے تھے۔ تمہیں ہوش کے دارو سے کیوں نفرت تھی؟ بلو! آج تمہارا کون مددگار ہے؟

بیکسی ہائے شب ہجر کی وحشت ہے ہے

سایہ خورشید قیامت میں ہے یہاں

راہ رسول کے خلاف اور راہوں کو پکڑنے والے بھائیو! سوچو! میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی پوچھ گچھ کے جواب میں آپ کیا کہیں گے؟ جب حنا کا رنگ جاتا رہا۔ غار سے اتر گئے تو خلاف سنن اعمال کا ابطال کیا رنگ لائے گا، اس وقت نہ کوئی مقتدا ملے گا، نہ بزرگ نظر آئے گا، فرقے ہبنا منشور ہو جائیں گے۔ پھر بہتر ہے کہ آج ہی دامن رسول مضبوطی سے ختم لو اور تمام موبہوم دامنوں کو چھوڑ دو۔

زمصحف ربخ دلدار آیتے بر خوات

نہ این مقام مقالات کشف وکشاف آ

رسول خدا کا فرقہ بازوں سے کوئی تعلق نہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا أَلَسَتْ مِنْهُمْ

فِي شَيْءٍ عِلْمٌ (پہ ع ۷۷)

داے پیغمبر! جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور
ہو گئے فرقہ فرقے - تیرا ان سے کچھ سروکار نہیں۔“

اس آیت نے صاف بتا دیا کہ فرقوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا کچھ سروکار نہیں، کوئی واسطہ نہیں۔ فرقے والے توبہ کرو، فرقہ بندی
سے اور اپنی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم کرو اعتقاداً
اور عملاً بھی۔

برصطانیہ ہر ماں خوش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر یہ اوزر سیدی تمام پوہی است

راہ خدا سے بھٹکے ہوئے کا حشر کے دن واویلا:

وَيَوْمَ يَعْنِي الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَتَنَّبَيْ اِتَّخَذْتُ مَعَ
الرَّسُولِ سَبِيلاً ۝ يَوْمَئِذٍ لِّيَتَنَّبَيْ لِمَ آخِذُ فَلَئِنَّ اخْتِلاَءَهُ

اور جس دن ظالم (آدمی مارے افسوس کے) اپنے دونوں ہاتھوں
کو کاٹے گا اور کہے گا۔ اے کاش! پکڑتا میں ساتھ رسول کے
راہ۔ ہائے میری کبجختی، کاش کہ نہ پکڑتا میں ظالم کو دوست۔“

اس آیت میں حشر کے دن ظالم کے واویلا کا ذکر ہے کہ ظالم ایک بات
پر بہت پچھتاے گا۔ پشیمان، نادم، شرمندہ اور منفعیل ہوگا اور ماے
افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ کہیگا: اے کاش! میں نے دنیا میں
رسول کی راہ اختیار کی ہوتی، جس رستے پر حضور چلے تھے، میں بھی اس
رستے پر چلا ہوتا۔ ان کے قدم پر قدم رکھا ہوتا۔ سنت اور حدیث کی مطابقت
عمل کیا ہوتا۔ ہائے راو رسول نہ پکڑنے کے سبب آج خدا نے مجھے

پکڑ لیا ہے، گرفتار کر لیا ہے۔ زنجیروں میں کس دیا ہے، الزام ثابت کر کے فرض جرم لگا دی ہے۔ بیشک میں جرم ہوں اور میرا جرم یہ ہے: کہ راہ رسول چھوڑ کر نہیں نے اور راہیں اختیار کی تھیں۔ یہ اور راہیں اختیار کرنا میرا جرم ہے، اپنی جان پر ظلم ہے۔ خدانے اپنے سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں اس لیے بھیجا تھا کہ وہ قرآن پر عمل کر کے لوگوں کے لیے راہ متعین کر دیں، بے شک حضورؐ نے اپنے عمل سے راہ دکھائی، پر میری کبھتی، میں نے راہ رسولؐ نہ پکڑی: مَا أَنَا عَلَيَّ وَالصَّحَابِ دُكِي كَمَكْتَا شَا سَا اَشْخَا مَوْنَدَلِي۔ یہ میں نے بڑا ظلم کیا۔ اس ظلم کی سزا آج بھگتے لگا ہوں۔ آج نہ کوئی میرا سفارشی ہے۔ نہ ضامن نہ وکیل ہے۔ نہ بدلہ، نہ رشوت ہے۔ کوئی یار، دوست، ساتھی، منگی، نہ مددگار، نہ کارساز، نہ بچانے والا نہ چھڑانے والا ہے۔

اے امیری کبھتی، بدبختی جن کی راہیں میں نے اختیار کیں، جن کے کہنے پر میں نے عمل کیا، جنکے طریقے پکڑے۔ انکھیں بند کر کے پیچھے چلا اشارہ ابرو پر فدا ہونا رہا۔ مال، جان، اولاد جسکی خدمت کے لیے وقف تھے جن کی زبان پر دن کو رات اور رات کو دن مانتا رہا، اٹھتے بیٹھتے جنکو پکارتا اور ناموں کے وظیفے چیتا رہا۔ دل کے آئینہ خانے میں جسکی تصویر ہر وقت آویزاں رہتی تھی۔ کیا اندھیر ہے کہ آج ان میں سے کوئی نظر نہیں آتا، کوئی شکل نہیں دکھاتا، کدھر گئے میرے "پیر"۔ "مرشد"۔ "ہادی" "امام"۔ "پیشوا"۔ "صوفی"۔ "ملنگ"۔ "درویش"۔ "قلندر"۔ "مجاور"۔ "صاحبزادے"۔ "گدی نشین"۔ "اولیاء"۔ اپنی اطاعت کی "افیون" میں مدسبیل کا زہر گھول کر، مجھے پلا کر آج کہاں چھپ گئے، اپنی راہوں

پر چلا کر کیوں غائب ہو گئے ہیں ؟

يُوَيْلِيكَ لِيَتَّبِعِيَ لَمْ آخِذًا خُلَانًا خَلِيلًا - میری شومی قسمت دانتے
پر ہاتھ مارتا ہے، میری بد نصیبی ! (ہاتھ کاٹتا ہے) ہاتھ میں نے ان
فلاں، فلاں، فلاں کو کیوں دوست بنایا۔ ان سے کیوں یاراں گانٹھا ؟
کیوں مرید بنا ؟ کیوں ان کی راہ اختیار کی ہے

لے کاش ! جانتا نہ تری رہسگزر کو میں

مسلمان بھائیو ! دیکھ لیا آپ نے کہ سبیل رسول یعنی حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم کی راہ، روش، سنت، اور حدیث کا مجروح اور تارک قیامت
کو کس طرح سر پھوڑے گا، روٹے گا، چپٹائے گا، پیچھے گا، ہاتھ کاٹے گا
اور بری طرح واہلا کرے گا۔ پھر سوچ لو، اچھی طرح کہ آپ کو کس کی
سبیل اختیار کرنی چاہیے۔ کس کی راہ پر چلنا چاہیے ؟ ضمیر کی آواز تو یہی
ہے۔ ایمان بالرسالت یہی گواہی دیتا ہے کہ حضور سید الکونین - سید
العرب والعجم، رسول جبرو بر، سرور کائنات، خدا کے آخری رسول -
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر ہی چلنا چاہیے۔

جس جانسیم شازہ کش زلف یار ہے

نافر دماغ آہوٹے دشت تتر ہے

مشرکین مکہ کا مذہب !

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا
لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ تَصْوِيرِهِ (پاج ۱۴)
"اور (مشرک) خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں اس چیز کی کہ

نہیں اتاری (اس نے) ساتھ اس کے کوئی دلیل، اور اس چیز کی کمر نہیں ہے واسطے ان کے ساتھ اس کے علم اور نہیں ہے واسطے ظالموں کے کوئی مددگار“

یعنی مشرکین مکہ ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں کہ اللہ نے اس کے لیے کوئی حجت اور سند نہیں اتاری۔ جس طرح ان کے باپ دادا کرتے آئے تھے، وہ بھی اسی طرح کرتے تھے، چنانچہ قرآن کہتا ہے :-

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا آَلَفَيْنَا عَلَيْهَا آباءنا مَا آءَاءَنا (پس)

اور جب کہا جاتا ہے ان کو، پیروی کرو اس چیز کی کہ اتاری ہے اللہ نے، کہتے ہیں بلکہ پیروی کریں گے ہم اس چیز کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپوں کو“

مشرکین اپنے مذہب کے لیے یہی ثبوت رکھتے تھے کہ ان کے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں اس لیے وہ بھی کرتے ہیں۔ حضورؐ ان کو قرآن کی دلیل اور حدیث کی حجت کی طرف بلاتے تھے، وہ بجائے قرآن کی

سہ یہاں خدا نے ظالم ان لوگوں کو فرمایا جو مذہب پر بلا دلیل چلتے ہیں۔ وحی جلی یادھی خفی کی سند کے بغیر عمل اور عقیدے رکھتے ہیں۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ قیامت کے دن ان ظالموں کے لئے خدا کے مذاب سے چھڑانے والا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف رواج اور تقلیدی مذہب رکھنے والے لوگوں کو لرز جانا چاہیئے۔

سے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر قسم کی عبادت اور شرعی کاموں کے لیے سند رکھیں۔ قرآن اور حدیث کی دلیل سے مذہبی امور بجالائیں اور بے سند طریقوں اور عملوں کو ترک کر دیں۔ آیت مذکورہ میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

طرف آنے کے اپنے آباء کے طریقے کی طرف جاتے تھے قرآن کے مقابلہ میں باپ دادا اور بزرگوں کو پیش کرتے تھے۔ ایسے اندھے اور جامد مقلد تھے، گویا بزرگوں کو پوجتے تھے۔ یاد رکھیں! کہ ایسی جامد تقلید حرام ہے جو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں کی جائے۔ قرآن کہتا ہے :

وَإِذَا قِيلَ لَهُم تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْنَا آبَاءَنَا (پ ع ۴)

اور جب کہا جاتا ہے ان کو، او اس چیز کی طرف جو اتاری ہے اللہ نے، اور (آؤ)، طرف رسول کے (تو) کہتے ہیں کافی ہے ہم کو جو کچھ کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپوں کو“

غور فرمائیں! ارشاد خداوندی ہوتا ہے: تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ: او قرآن کی طرف دِلِ الرَّسُولِ: اور رسول (کی حدیث) کی طرف! یعنی جب ان کو قرآن اور حدیث کی طرف بلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا کے طریقے ہمارے لیے کافی ہیں۔ قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اپنے آبا و اجداد اور بزرگوں کے اقوال پر چلتے ہیں۔ گویا اپنے آباء کے جامد مقلد ہیں۔ مسلمان بھائیوں کو ڈرنا چاہیے اور قرآن اور حدیث سے ثابت شدہ مسئلہ کے مقابلہ میں برادری کی بات یا اپنے بزرگوں کے اقوال ہرگز نہیں ماننے چاہئیں کہ یہ مشرکین کی روش ہے مزید ارشاد ہوتا ہے :

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا (پ ع ۱۰)

”اور جب کرتے ہیں بے حیائی (کے کام) کہتے ہیں پایا ہم نے

اس پر اپنے باپوں کو، اور اللہ نے حکم کیا ہے ہم کو ساتھ اس کے دیکھئے! مکہ کے مشرک ایسے اذھے اور جامد مقلد تھے کہ جب بیعتی کے کام کرتے تھے اور ان کو ٹوکا جاتا تھا تو کہتے تھے چونکہ یہ کام ہمارے اجداد کرتے تھے، اس لیے ہم کرتے ہیں۔ پھر کہا جاتا، یہ تو بے حیائی کا کام ہے۔ پھر کہتے: وَاللّٰهُ اَمَرَ نَابِیْہَا۔ ہم کو خدا نے اس کا حکم دیا ہے۔ جب پوچھا جاتا کہ خدا کا حکم دکھاؤ تو جواب دیتے کہ ہمارے باپ دادا کوئی بے وقوف تھے کہ بغیر خدا کے حکم کے کرتے تھے۔ یہ ہے مکہ کے جامد، اذھے مقلدوں کا جواب۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ خدا رسول کے احکام کے مقابلہ میں تقلید کرتے تھے۔ یہ تقلید حرام ہے۔ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ اس کتاب میں ایسی ہی تقلید کی تردید کی گئی ہے۔

مسلمان بھائیو! سوچو کہ آج بھی جب قرآن اور حدیث پیش کیا جاتا ہے تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مقلد ہیں۔ ہمارے لئے اپنے بزرگوں کا طریقہ، امام کا قول کافی ہے۔ ہمارے آباء اجداد جس مذہب پر تھے، ہم بھی اسی پر ہیں۔ پھر صریحاً حدیث کے خلاف اُمتی کا قول لے لیتے ہیں اور حدیث چھوڑ دیتے ہیں، کیا یہ کلمہ گو مذکورہ آیت کی زد میں نہیں آتے؟ اس شرط پر امام کے مسلک پر چلنا کہ اگر کوئی قول امام کا حدیث کے خلاف ہوا تو قول چھوڑ کر حدیث لے لوں گا، درست روش ہے، لیکن ایسی جامد اور اذھی تقلید کہ مقلد کے آگے آیت پڑھو، حدیث پڑھو، دونوں کا ترجمہ بھی دکھا دو، وہ اپنی آنکھوں سے پڑھ سکتے۔ پھر بھی اس آیت، حدیث کے خلاف عقیدہ، عمل پھیلنے سے

اور کہے کہ میں اپنے بزرگوں کے عقیدے اور عمل کو نہیں چھوڑ سکتا۔
 کیے کیا ایسے لوگ قیامت کو محض اس لیے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ
 وہ زبانی کلمہ پڑھتے تھے۔ احادیث خیر البشرہ کو پر سے ہٹا کر اپنے آبا
 ائمہ اور بزرگوں کے طریقوں اور قولوں کو اپنانے والے اس لئے نہ پوچھے
 جائیں گے کہ وہ اُمت رسول کہلاتے تھے؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ
 ضرور ضرور پوچھے جائیں گے۔

مسلمان بھائیو! ہوش کرو اور سوچو کہ قرآن اور حدیث کے مقابلہ کی تقلیدی
 راہ جو شرعی تقلیدِ ائمہ کے منافی ہے، مشرکین مکہ کی روش ہے جو سراسر
 مذہم اور مطرود ہے۔ کتاب و سنت کے مقابلہ میں حرام تقلید کے بارے
 میں علامہ اقبالؒ سچ فرماتے ہیں :-

اگر تقلیدِ بودت شیوہ خوب

پہمبہ ہم رہ اہلار رہتے

یعنی اگر تقلید (قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی اتی کی ہے تو میں
 بات، مان لینا) اچھا راہدیشہ ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے آبا و
 اجداد کی راہ پر چلتے۔

قرآن مجید نے کافروں کی اس روش و ادھی اور جاہد تقلید کو بار بار
 بیان کیا ہے تاکہ مسلمان اس مرض کا شکار نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
 جب فرعون اور اس کی قوم کو حق کی دعوت دی تو انھوں نے جواب میں کہا:

وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَالهٰٓءِذَا عَابِدُوۡنَ ۙ (پہا ع ۵) یا ہم نے اپنے باپوں

کو واسطے ان (عسیر اللہ) کے عبادت کرنے والے؟

وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوۡنَ ۙ (پہا ع ۶)

”پایا ہم نے اپنے باپوں کو اسی طرح کرتے تھے“

ر مشرک اپنے عقیدے کی بنا پر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اور ایسے ہی اور وہی تباہی عقیدے رکھتے تھے۔ خدا نے فرمایا :-

مَا لَكُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ (پہا ۸)

”نہیں ہے ان کو سناٹا اس کے کچھ علم، نہیں وہ مگر اٹکل کرتے“

یعنی ان مشرکوں کے یہ عقائد و اعمال علم کی بنا پر نہیں ہیں، محض قیاسی اور خیالی ہیں کہ بغیر سند، ثبوت اور دلیل کے ہیں۔

أَمْ أَنْتُمْ مِمَّنْ قَبْلَهُ قَوْمٌ بِهِ مَسْتَفْهِكُونَ ۝ (پہا ۸)

”کیا دی ہے ہم نے ان کو کتاب اس سے پہلے۔ پس وہ سناٹا

اس کے محکم پکڑ رہے ہیں“

یعنی کیا ان مشرکوں کو ہم نے کوئی کتاب دی ہے جس کو مضبوطی سے پکڑ کر ان عقیدوں اور عملوں پر چل رہے ہیں؟ خدا ان کو پوچھتا ہے کہ کوئی کتاب دکھاؤ، سند اور دلیل لاؤ جس کی بنا پر تم نے یہ مذہب بنا رکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں :-

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ۝

(پہا ۸)

”تحقیق پایا ہم نے اپنے باپوں کو اور پر ایک راہ کے اور تحقیق ہم

ان ہی کے قدم بقدم ٹھیک رستے پر جا رہے ہیں“

یہ ہے جواب مشرکوں کا۔ کہ ہم اپنے آباء کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ خدا پوچھتا ہے کہ اپنے منہ، مسائل، جائز ناجائز، حلال، حرام، کاپر، ثواب اور کارگناہ پر کوئی کتاب، کوئی سند، کوئی دلیل پیش کرو، وہ

اپنے باپ دادا کے اقوال پیش کرتے ہیں جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں یہ آیتیں مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں، وہ اپنے عقائد اور اعمال پر کتاب و سنت گواہ لائیں، قرآن اور حدیث سے دلیل لائیں نہ کہ بزرگوں کے اقوال۔

جن لوگوں نے قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں امتیوں کے طریقوں کو پیش کیا، خدا نے ان کے متعلق اپنا فیصلہ دیا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءُنَا وَآؤَلُو كَانُوا الشَّيْطَانَ يَدْعُوهُمْ إِلَى
عَذَابِ السَّعِيرِ (پہلے ع ۱۲)

"اور جب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ (قرآن) جو خدا نے اتارا ہے اس پر چلو، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس (طریق) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کے باپوں کو عذاب و دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہو (تو بھی انہی کے طریقے پر چلیں گے؛

یہ آیت بتاتی ہے کہ جو طریقہ بھی کتاب و سنت کے مقابلہ میں بغیر سند اور دلیل کے اختیار کیا جائے وہ شیطانی طریقہ ہے۔ جب ان آباء کے کے جادہ مقلدوں کے پاس اپنے طریقے کی کوئی خدائی سند نہیں، صرف باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کوئی دلیل نہیں رکھتے، تو خدا نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے آباء و اجداد جو قیاسی، رواجی، اس بچو اور اوٹ پٹانگ مذہب رکھتے تھے وہ دراصل شیطان کی دعوت پر چلتے تھے، ان کا پیشوا شیطان تھا جو انہیں عذاب و دوزخ کی طرف بلاتا رہا۔ اس تصریح سے یہ

بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ قرآن اور حدیث کے مغاثر اور خلاف تمام اقوال و افعال، عقاید و اعمال، نظریات، طریقے، راستے اور راہیں — شیطان کی دعوتیں اور پیکارس ہیں۔ اس لیے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ وہ بتیسرے قرآن اور حدیث کی سند اور دلیل کے ذہب میں کوئی بات نہ مانیں نہ اس پر عمل کریں۔ کسی کے پیچھے اندھا دھند نہ دوڑیں، یہ قرآن کا ارشاد یاد رکھیں :

يَا عِوٰهُمُ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

”شیطان بلاتا ہے ان (کتاب و سنت کے خلاف بغیر سند، دلیل اور حجت کے عمل کرنے والوں) کو دوزخ کی طرف“

کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ مذکورہ آیتوں میں تو کافروں اور مشرکوں کی جامد تقلید کا بیان ہے اور ہم تو مسلمان ہیں : ہمیں ان آیتوں سے کیا واسطہ؟ جواب یہ ہے کہ اگر جھوٹ بولنا کافروں کے لئے منع تھا تو ہمارے لئے بھی منع ہے۔ شرک، کفر، وعدہ خلافی، چوری، زنا، اغوا، اگر ان کے لیے حرام تھا تو ہمارے لیے بھی یہ کام حرام ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے بے سند اقوال اور برادری کے طوطیوں کو دین کا نام دے کر پیش کرتے تھے، خدا نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو، خدائی سند کے مطابق عمل کرو ایسے ہی ہمارے لیے بھی آیات مذکورہ کی روشنی میں ضروری ہو گیا کہ ہم برادری کے رواجوں، رسموں، اپنے آباؤ اجداد کی بے سند باتوں اور اور ائمہ کے بے دلیل اقوال پر دین کے نام سے عمل نہ کریں، — جب قرآن اور حدیث میں دلیل کامل موجود ہے تو پھر سب کو چاہیے کہ قرآن اور حدیث میں روشنی میں دلیل سے عمل کریں۔ اس انتباہ سے کوئی

یہ نہ سمجھ لے کہ ہم ائمہ اربعہ کے ماننے والوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔
 نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم خود ائمہ اربعہ اور ان کے سوا اور بہت سے
 ائمہ کو ماننے اور ان کے لیے خدا سے رحمتیں طلب کرتے ہیں — ان
 ائمہ کے چراغوں کے علم و اجتهاد سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی
 بات ان غیر معصوم ہستیوں کی کتاب و سنت سے ٹکرائے تو وہ چھوڑ
 دیتے ہیں کیونکہ ان پر وحی نہیں آتی تھی۔ پس ان کے مسالک پر جو
 لوگ قرآن اور حدیث کی روشنی میں عمل کرتے ہیں وہ حق پر ہیں۔

مسلمان آباؤ اجداد

اگر کوئی کہے کہ مشرکین کے آباء تو کافر تھے، اس لیے ان کی تقلید سے
 خدانے منع کیا ہے۔ ہمارے بڑے تو مسلمان ہیں اور تھے اس لیے ہمیں
 اپنے آباء کی بات بلا چون و چرا مان لینی چاہیے تو جواب یہ ہے کہ حضرت
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ ہر
 ایک سے غلطی کا امکان ہے، اس لیے شریعت میں کسی امتی کا قول و
 فعل حجت نہیں ہو سکتا۔ جب تک قرآن اور حدیث کے مطابق نہ ہو۔
 نہیں مانا جاسکتا۔ خدانے قرآن میں اطیعوا الرسول فرما کر رحمت عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حجیت کے سوا غیر مشروط اطاعت کا دروازہ
 بند کر دیا ہے۔ گدا سے شاہ تک کی بات پر کھرا کر مان جائے گی، اگر حدیث
 اس کی شناخت سے انکاری ہے تو وہ بات ٹھکرا دی جائے گی، باپ دادا
 ولی، شہید، بزرگ، امام، مجتہد — حضور اور، سید العرب والعم —
 سید الکونین والشعابین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ...

”اجازت“ کے بغیر لب نہیں بلا سکتے۔ گفتار اطہر کی روشنی میں ہی حرکت کر سکتے ہیں۔ در رسالت کی ”بھیک“ پر ہی سب کی گزران ہے، دہلیز نبوت سے پھوٹے ہوئے ”چشمہ“ سے پی کر ”زندگی“ پاتے ہیں۔

یابا کے ہاں سے کون لایا جس نے پایا وہیں سے پایا

بے شک ہے

محمد حامی دین ماحی کفر و ضلالت ہے

محمد شمع ایماں مشعل راہ ہدایت ہے

محمد مصطفیٰ کیواسطے کیا کیا سعادت ہے

نبوت ہے، رسالت ہے، امتیاز ہے امامت ہے

محمد کے سر پر نور پر تاج شفاعت ہے

نہیں ملتی ہے جو ہر آدمی کو وہ یہ نعمت ہے

محمد ہی کے دم سے افتخار آدمیت ہے

محمد جانِ ملت، انِ ملت، شانِ ملت ہے

راک امی نے سب ادیان و ملل منسوخ کر ڈالے

محمدؐ تاجدار منصب ختم رسالت ہے

ہاں تو زندگی بڑی احتیاط سے گزاریں، پھونک پھونک کر قدم رکھیں، ایسا نہ ہو

کہ کوئی ”ساحر الموطء“ آپ کو ”برگِ حشیش“ دے رہا ہو اور آپ اسے ”شاخِ نبات“

سمجھ کر نوشِ جان کر رہے ہوں۔ دیکھو تو ج

ساقی نے کچھ بلا نہ دیا ہو شراب میں!

لے بیٹی کوئی بھی ہدایت کا درس بابا کے ہاں سے نہیں لایا۔ جس نے کوئی تر تہ پایا ہے حضور

پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر ہی پایا ہے۔

یہودیوں کی راہ و روش سے بچنے کا حکم

الْمَدْيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَحْشَعُوا قُلُوبَهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا
 نَزَّلَ مِنَ الْعَقَبِ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ
 فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝
 (۲۴ ع ۱۸)

کیا مسلمانوں کے لئے نہیں آیا وہ وقت کہ نرم ہوں دل ان کے
 خدا کی یاد کے لیے اور اس کے لیے جو اترا ہے حق سے (یعنی قرآن)
 اور نہ ہویں مانند ان لوگوں (یہود) کے کہ دیئے گئے تھے کتاب
 پہلے اس سے، پس دراز ہوئی ان پر مدت، پھر سخت ہو گئے
 دل ان کے اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں“

اس آیت میں خدا نے مسلمانوں کو سمجھوڑا ہے کہ کیا ابھی تک ان کے لئے
 اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ذکر الہی اور قرآنی احکام کے لیے ان کے دل
 گداز ہوں۔ اللہ کے ذکر اور قرآن برحق کے لئے عاجز، نرم اور رقیق ہوں،
 یعنی مسلمان پورے پورے خدا کے حکم بردار اور مطیع ہوں، نہ کہ بجائے
 مطیع اور فرماں بردار ہونے کے یہودیوں کی مانند ہو جائیں جن کو تورات دی
 گئی تھی اور ایک آسمانہ دراز گزر جانے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے، ان
 کے دلوں سے خدا کا خوف نکل گیا۔ وہ تورات کو چھوڑ گئے اور فاسق بن کر
 من مانیوں کرنے لگے، یعنی خدا نے ہم کو یہودیوں کی روش پر چلنے سے روکا
 ہے کہ خبردار! ان کی طرح خدا کی کتاب کو چھوڑ کر خواہش کا مذہب نہ بنا لیں گے
 قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں رائے قیاس پر نہ چلنے لگ جانا، اہل علم و

رہبان کی اندھا دھند تقلید نہ کرنا۔ امتیوں کے اقوال پر احادیث چھوڑ کر نہ مرنے۔ ان کی کتاب و سنت کے مقابلہ میں جامد تقلید کر کے انہیں رب نہ بنا لینا :

یہودیوں کی راہ و روش مذہب کے بارے میں یہ تھی کہ وہ تورات کو چھوڑ کر اپنے مولویوں اور پیروں کے اذھے مقلد ہو گئے تھے، انہی رائے قیاس کو بلا دلیل مانتے تھے۔ ان کے ذہنی بناٹے جوئے حلال حرام، جائز ناجائز کی کچھ تحقیق نہ کرتے تھے۔ انکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے تھے : جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے :

أَقْبَلُوا عَلَى الْأَرْزَاءِ الْمُخْتَلِصَةِ وَالْأَقْوَالِ السُّوْتِيَكَةِ وَقَلَّدُوا
الرِّجَالَ فِي دِينِ اللَّهِ وَالْحَدِيثِ وَأَحْبَادَهُمْ وَرَهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا
مَنْ دُونِ اللَّهِ (ابن کثیر)

یہودی تورات اور حضرت موسیٰ کے طریقے کو چھوڑ کر، بزرگوں کی مختلف رایوں اور ایجادی قولوں کے پیچھے لگ گئے تھے اللہ کے دین یعنی شریعت موسوی میں اماموں کے مقلد بن گئے اور (تقلید جامد کر کے) اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا رب

بنا لیا “
علماء و مشائخ کو رب بنا لیا

خدا نے ارشاد فرمایا ہے : یہودیوں کی اندھی تقلید کا ذکر کر کے مسلمانوں کو سبھایا ہے :

اتَّخَذُوا أَحْبَادَهُمْ وَرَهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ (پناغ)
کھڑا لیا (یہودیوں اور عیسائیوں نے) اپنے مولویوں اور درویشوں

کو رب اللہ کے سوا“

عدی بن حاتم طائی نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے دریافت کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء مشائخ کو کس طرح اللہ کے سوا رب بنا لیا، تو آپ نے فرمایا:

كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ (ترمذی سے شریف)

یہود و نصاریٰ کے عالم و درویش جب کسی چیز کو لوگوں کے لیے حلال مان لیتے تھے، حلال کہہ دیتے تھے تو لوگ (انہما دھند) حلال مان لیتے تھے اور جب کسی چیز کو لوگوں کے لئے حرام مان لیتے تھے، حرام کہہ دیتے تھے، لوگ (انہما دھند) تقلید کرتے ہوئے، حرام مان لیتے تھے۔“

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا رب اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ان کی دین میں انہما دھند تقلید کی جاتی ہے، جو وہ زبان سے بلا دلیل کہہ دیں اسے دین مان لیا جائے اور جب ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث کے خلاف ہے پھر اسے نہ چھوڑا جائے تو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اماموں، بزرگوں، درویشوں کی راہوں اور قولوں کو ماننا ان کو اللہ کے سوا رب بنانا ہے۔

پھر غور کریں کہ جو بھائی احادیث کے مقابلہ میں اپنے اپنے اماموں کے قولوں پر چلتے ہیں، ان کی راہوں پر سنن ہدیٰ کے معارضہ میں عمل پیرا ہیں۔ کیا وہ خدا اور رسول کی زبانی اپنے اماموں کو اللہ کے سوا رب نہیں بنا رہے ہیں؟ ان بھائیوں کو احادیث کے مقابلہ میں جامد تقلید کی روش چھوڑ دینی

چاہیے۔

رہائیو! خدا راضی اور تعصب کو چھوڑ کر ٹنڈے دل سے غور کرو اور سوچو کہ آپ کدھر جا رہے ہیں۔ خدائے وحدہ لا شریک کی قسم! ہم آپ کی ذی خیر خواہی اور رضائے الہی کی نیت سے یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ ہماری مشترکہ عہد شکنی ہے کہ آپ فرقہ بندی کی پگڈنڈیاں چھوڑ کر مَا أَنَا عَلَیْهِ وَاصحابی کی شاہراہ پر آجائیں۔ پیارے بھائیو! اللہ جامد تقلیدی راہوں اور فرقوں کو خیر باد کہہ کر خواجہ بدر و حنین صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں آجاؤ، مرنے کی حدیث کی شمع کے اُجالے میں زندگی گزارنا اپنا مذہب بنا لو۔ غور نہیں کیا آپ نے کہ قَلْبًا وَالرِّجَالِ فِی دِیْنِ اللّٰهِ یُہودِیوں نے اپنے مذہب میں اماموں اور بزرگوں، اخبار اور رہبان کی جامد تقلید کر رکھی تھی، ان کی راہوں اور قولوں پر اندھا دھند چلتے تھے۔ اللہ کی کتاب اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پروا ہو کر درویشوں اور بولبولوں کی بے سند باتوں پر مرتے تھے۔ اگر آپ بھی ان کی طرح حدیث کے مقابلہ میں: اقوالِ رجال لے لیں تو یہ راہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوگی۔ اُمّہ کو اللہ کے سوا رب بنانا لازم آئے گا۔ فرمائیے رسالت کے تحت پر کون جلوہ فرما ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تختِ رسالت پر کوئی اور بھی آپ کا جلیس ہے؟ کوئی نہیں! جب کوئی نہیں ہے تو پھر آپ نے کیوں امتیوں کو رسالت کا مقام دے رکھا ہے۔ اس طرح کہ حدیث کے مقابلہ میں اُنکے بلا دلیل اقوال کو حجیت فی الدین مان کر انہیں شریک رسالت کرتے ہیں۔ کتاب و سنت کے معارضہ میں بزرگوں کی باتوں کو تسلیم کر کے ان کو تختِ نبوت پر بٹھاتے ہیں! ایسا کرنے والے کل قیامت کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو کون سا منہ دکھائیں گے؟ اللہ رب العالمین کو کیا جواب دیئے؟
 حدیث کو چھوڑ کر امتی کی رائے پر عمل کرنے والو! سوچو یہ
 افشائے محبت کا جو تھا خوف تو ہر اشک
 دامن میں چھپا تھا، کوئی پلکوں میں نہاں تھا

حدیث کے مقابلہ میں رائے پر عمل کر نیوالے گمراہ ہیں!

حضرت ابوہریرہ رضی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا:

تَعْمَلُ هَذِهِ الْأُمَّةُ بَرَهَةً بِيكْتَابِ اللَّهِ وَبَرَهَةً بِسُنَّةِ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَعْمَلُونَ بِالرَّأْيِ فَإِذَا فَعَلُوا
 ذَلِكَ فَقَدْ ضَلُّوا (ابن کثیر)

"میری امت ایک زمانہ تک تو قرآن اور سنت پر عامل رہے گی،
 اس کے بعد (افسوس امتیوں کی)، رائے پر چلنے لگے گی جب رائے
 پر چلے گی تو گمراہ ہو جائے گی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث سے رو رکائیات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
 رائے پر چلنے والے گمراہ ہیں۔

حضرت عمر کا فتوے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد
 فرماتے ہیں:

أَهْمِي الرِّأْيُ أَعْدَاءُ السُّنَّةِ أَعْيَتْهُمْ الْأَحَادِيثُ أَنْ يَحْفَظُوهَا
 وَتَخَلَّتْ مِنْهُمْ أَنْ يُعْوَها وَاسْتَحْيُوا حِينَ سُئِلُوا أَنْ يَقُولُوا لَا
 بِمَعْلَمٍ فَعَارَضُوا السُّنَنَ بِرَأْيِهِمْ بَاتَاهُمْ إِيَّاكُمْ (اعلام الموقعين)

اہلِ رائے حدیثوں کے دشمن ہیں۔ حدیثیں ان کو یاد نہیں رہتیں حافظے سے نکل جاتی ہیں اور جب ان سے مسائل پوچھے جاتے ہیں تو ان کو شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ ہم نہیں جانتے۔ پھر یہ (جہال) اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں جو حدیثوں کے برعکس ہوتے ہیں۔ (خبردار!) تم ان رائے سے فتوے دینے والوں سے الگ رہنا اور انہیں قریب نہ آنے دینا۔“

دین میں بڑے فتنہ انگیز

حضرت النور مصلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

أَعْظَمُ مَا فِتْنَةٌ عَلَى أُمَّتِي قَوْمٌ يَقْبِسُونَ الْأُمُورَ بِرَأْيِهِمْ رَجَحَ الزَّوَالِمُ

میری امت میں سب سے بڑے فتنہ انگیز وہ لوگ ہیں جو امورِ دین میں (احادیث کی موجودگی میں) رائے قیاس چلائیں گے؟

ثابت ہوا کہ جو لوگ حدیثوں کو پر سے ہٹا کر ان کے خلاف قولوں اور قیاسوں پر عمل کرتے ہیں وہ سب سے بڑے فتنہ انگیز فرقہ باز ہیں!

حدیث کے خلاف رائے کے مسائل کو رائے میں پھینک دو!

امام شعبیؒ کا فتاویٰ

مَا حَدَّثْتُكَ هُوَ لَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَتَنَّهُ بِهِ وَمَا قَالُوا بِرَأْيِهِمْ فَانْتَبِهْ نُو الْحَسَنِ ؑ

(الانصاف از شاہ ولی اللہ)

یہ رسائل و فتاویٰ بتانے والے، لوگ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لائیں تو انہیں لے لیا کرو اور جو مسائل یہ اپنی رائے سے بتائیں

انہیں کوڑے میں پھینک دیا کرو“

امام شعبیؒ کے اس ایمان افروز فتوے ، بیباک حق گوئی سے معلوم ہوا۔
کہ احادیث کے مقابلہ میں قیاسات اور آراء کوڑے میں پھینک دینے کے
لائق ہیں۔

ائمہ و رہبان کے اقوال کی طرف دعوت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي رِجَالٌ يَتَدَعُونَ النَّاسَ إِلَى أَقْوَالِ إِمَامِهِمْ
وَرَهْبَانِهِمْ وَيَعْمَلُونَ بِهَا وَيَحْسُدُونَ عَلَى التَّائِبِينَ خَلْفَ
الْإِمَامِ الْأَرَنَّهُمْ يَهُودٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ تَلْشَأُ

(از طریق محمدی - رواہ ابن القطان وصحیح ابن بسن)

”حضرت ابی ہریرہ رضی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری امت میں عنقریب ایسے لوگ
ہوں گے جو لوگوں کو اپنے اماموں اور درویشوں کے اقوال کی
طرف بلائیں گے اور ان پر حدیث چھوڑ کر عمل کریں گے ، اور
سنت پر عمل کرنے والے مسلمانوں سے امام کے پیچھے پکار کر

تلمہ آئین باجبر سے چڑھنے کے متعلق ایک اور حدیث میں سرور عالم فرماتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَسَدَ نَكْرًا الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ
مَّا حَسَدَ نَكْرًا عَلَى الْمَدَامِ وَالْمُتَّائِبِينَ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
یہودی تم سے (کسی اور بات پر اس قدر) حسد نہیں کرتے جب تمہارا سلام علیکم اور
آئین پکانے میں کہتے ہیں : آئین پکانے پر جو حنفی بھائی حسد اور دشمنی کرتے ہیں اور اس

آمین کہنے پر دشمنی کریں گے۔ (سنو) وہ اس امت کے یہودی

میں تین مرتبہ فریاض

بھائیو! ڈر جاؤ، اُمّتیوں کے بے دلیل قولوں اور رایوں کو چھوڑ دو، اور حدیث پر عمل شروع کر دو۔ احادیث کے خلاف اقوالی رجال پر چلنا یہودیت ہے اور جو بھائی امام کے پیچھے اونچی آواز سے آمین کہتے ہیں ان کی مخالفت بھی نہ کرنا کہ یہ بھی یہود کی خصلت ہے۔ حدیث آپ اوپر پڑھ چکے ہیں: کہ یہود اونچی آواز سے آمین سنکر حسد کرتے اور چڑتے تھے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ سے لگے)

فعل کو برا جانتے ہیں حدیث مذکور کی روشنی میں انہیں اپنی اس روش پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔ اور پھر کبھی آمین باہجر پر نہ چڑھنا چاہیے۔ بھائیو! اس سنت پاک پر بجائے مخالفت کے عملی کرو اور کسی مولوی کے کہنے پر برگز نہ چڑھنا نہ نفرت کرنا! فرقہ بندی پیدا کرنے اور لڑانے والے علماء نہ اسلام کے حسیہ خواہ ہیں نہ آپ کے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علماء سوادان کے جامد مقننوں کو یہودی کی روش پر بتاتے ہیں۔ اشار فرماتے ہیں اگر آپ یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ان بڑے علماء کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب ہیں اور ان کی تقلید کے خوگر ہیں اور کتاب و سنت سے روگرداں ہیں۔ اور تعمق اور تشدد سے ایک عالم کو سمجھ کر کہہ کر مشاعرہ معصوم سے بے پروا ہو گئے ہیں۔ اور موضوع حدیثوں اور تاویلات فاسدہ کو اپنا مقتدا بنا لیا ہے۔ کانہم ہمد۔ گویا کہ یہ یہودی ہیں (فزا کیس) یہ قول ہے شاہ ولی اللہ صاحب کتاب و سنت کے مقابلہ میں تقلید کرنے کو ماننے والے مقلدوں کے تعلق۔ ہم محترم علماء کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ تقلید پر زور دینے کی بجائے لوگوں کو سنت اور حدیث پر عمل کرینی کی تاکید فرمائیں۔

خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے!

هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۗ
 مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۗ (پنج، ۱۰)
 اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل
 دین (توحید والا) تمہارے باپ ابراہیم کا اس نے تمہارا نام
 مسلمان رکھا۔

اس سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کیلئے منتخب
 فرمایا اور ہمارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی، ہر امر میں آسانی فرمائی
 ہے۔ نماز ہی کو لیجئے۔ سفر میں چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھنے کی
 اجازت دے دی ہے۔ سفر میں روزہ کی رخصت فرما دی۔ ٹولجے، لشکرے
 سے جہاد ساقط کر دیا۔ غرض سارے دین میں اسی طرح آسانیاں رکھدی ہیں
 اور نفس کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دی ہے۔ پھر فرمایا: یہ آسان
 اور سہل دین وہی ہے جو تمہارے باپ ابراہیم کا تھا۔ اس پر دستِ نبوی
 اکرم کے مطابق چلو، اور خبردار! فرقے فرقے نہ ہونا، دین کو ٹکڑے ٹکڑے
 نہ کر دینا۔ خود کو مذہب کی رو سے امتیوں کے ناموں سے منسوب کر کے دین
 کے حصے بجزے نہ کر لینا۔ سبوا خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اسی
 پیارے نام کو اپنے لیے موجب فخر جاننا کہ مسلمان کے نام میں صرف اللہ کی
 فرماں برداری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ہاں ہاں! یاد رکھنا تم مسلمان ہو!

مسلمان کہلانے میں پھوٹ اور تفریق پیدا نہیں ہوتی۔ جو شخص اللہ
 کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان کر عقاید

اور اعمال میں قرآن اور حدیث کا پابند ہو جاتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اس اصول پر تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی عالمگیر برادری میں شامل ہیں۔ اتفاق، اتحاد اور اخوت و محبت کے پیکر ہیں لیکن جب اماموں، مجتہدوں، اور بزرگوں کے ناموں کی طرف مذہب کو، عقیدوں کو منسوب کیا جائیگا تو لا محالہ فرقے بندی پیدا ہوگی، جو امت کے لیے تفریق اور نقصان کا موجب ہے۔ اماموں اور مجتہدوں کے علمی کارنامے اس لئے نہیں ہیں کہ ان کے ناموں کے مذہب بنائے جائیں، بلکہ چاہیے کہ ان سے استفادہ کر کے، کتاب و سنت پر عمل کیا جائے۔ پس ہر شخص کو شخصیت پرستی سے آزاد ہو کر مذہبی فرقوں کا چولا اتار کر خود کو (قرآن و حدیث پر عمل کرنا والا) مسلمان کہلانا چاہیے۔

الہدیت مسلمان

اور یہ جو آپ نے پیچھے ذکر خیر پڑھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم الہدیت تھے۔ شیخ عبدالقادر بیلہانی رحمہ اللہ الہدیت کو نجات پانے والی جماعت کہتے ہیں اس کے متعلق پھر گزارش ہے کہ الہدیت فرقہ نہیں ہے۔ الہدیت کے معنی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والا۔ قرآن کو حدیث کے ذریعے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا۔ سنئے! اللہ کی توحید، حضرت الزور کی رسالت اور قرآن کو مان کر مسلمان تو ہو گئے۔ اب قرآن پر عمل کرنا۔ اقیما الصلوٰۃ کے فرض کو ادا کرنا ہے۔ اب نماز کس طرح پڑھیں؟ قرآن کی کہتا ہے:

وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

اور جو نماز اور قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ دے تم کو رسول

پس وہ لے لو۔“

تو قرآن کے اس حکم کی بناء پر ہم - نماز اس طرح پڑھیں گے جس طرح حضورؐ نے پڑھی ہے اور حضورؐ کے نماز پڑھنے کا طریقہ حدیث ہی سے مل سکتا ہے۔ پھر حدیث کا ماننا اتنا ہی مزدوری ہوا، جتنا کہ قرآن پر ایمان مزدوری ہے۔ ثابت ہوا کہ بغیر حدیث کے قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ تو تو مسلمان وہ ہے جو اس اسلام کو مانے اور قابل عمل جانے جو حدیث اور سنت کے ذریعے پہنچا ہے۔ جامد تقلیدی فرقے اپنے اماموں اور بزرگوں کے اقوال کے مطابق اسلام پر چلتے ہیں، ان کی رایوں سے پیش کیا ہوا اسلام مانتے ہیں۔ لیکن اہل حدیث صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے قول و فعل کے ذریعے پہنچے ہوئے اسلام کو مانتے ہیں۔ حضرت انورؑ کے عمل بالقرآن کے اجالے میں آیات خداوندی کو پڑھتے پڑھاتے اور ان پر عمل کراتے ہیں۔ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ اسلام کو ماننے والے مسلمان ہیں تو یاد رکھیں کہ اہل حدیث کہلانہ فرقہ بندی سے سبب زاری کا اعلان ہے، اسلام میں گروہ سازیوں اور جھٹہ بندیوں سے فرار کی راہ ہے۔ جنگ بقاء و دولت سے کنارہ کشی اور عافیت کوشی کا نشان ہے۔ تمام فرقوں کے اپنے اپنے جدا ساقی ہیں۔ لیکن اہل حدیث کے مشر ایک ہی ساقی "حضور سید العرب والعجم، سید الکونین والتخلین جناب خاتم النبیین، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، اکرم الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

بچوں تو ناز نینے سر تا با لٹا

گیتی نشاں ندادہ، ایزد نیا فریدہ

فرقوں کو اسلام میں مدغم کر دیں!

اسلام میں فرقے کثرت سے پیدا ہو گئے ہیں جو دجال امت کے ناموں سے موسوم ہیں۔ ان سب کو یہاں نام بنام گناہا مشکل ہے، ہم سب فرقوں سے بابت دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان کا وجود قرون مشہود لہا یا تخیل میں تھا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم، تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے نیک زمانوں میں یہ فرقے پائے جاتے تھے؟ نہیں! پھر یہ بعد کی پیداوار ہوئے جس کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے۔ پھر ان کو چاہیے کہ اسلام میں فرقہ بندی قائم نہ کریں اور فرقہ بندی سے امت کی وحدت کو پارہ پارہ نہ کریں۔ ہم درد دل سے ان سب فرقہ والوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ خدا را وہ ان سب فرقوں کو اسلام میں مدغم کر دیں۔ صرف مسلمان کہلائیں اور عمل کے لیے صرف سنت اور حدیث کو کافی جانیں۔ عبادت خدا کی اور طریقہ حضرت محمدا صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہی مطلب سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا۔

ہم پڑھے لکھے درد مند حضرات کی خدمت میں بڑے خلوص سے عرض کرتے ہیں کہ وہ خود کو صرف مسلمان جانیں اور عمل کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے (سنت اور حدیث) کو کافی جان کر فرقہ بندی کی زہریلی فضا سے باہر آجائیں۔ بکے حدیث والے مسلمان بن جائیں۔ قیامت کے روز خدا نے آپ کے اعمال کا جائزہ لینا ہے۔ ترازوئے عدل میں آپ کے اعمال کو تولنا ہے۔ یاد رکھیں! صرف وہی اعمال بار آور ہونگے جو طریقہ رسول (سنت اور حدیث) کے مطابق کئے ہوں گے، اسوۂ رسول کے معیار پر پورے اترینگے۔ فرقوں کے عقیدوں اور طریقوں کو خدا نے

نہیں پوچھا۔ خدا نے صاف فرما دیا ہے

لَعَدَا كَان لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ - (پہا ع ۱۹)

(مسلمانو! خدا کے احکام پر چلنے کے لیے، بیشک تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی) میں اچھا نمونہ ہے۔

جب خدا نے آپ کو عمل کے لیے پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک لامثال نمونہ دے دیا ہے تو پھر اس پیغمبر نمونے کو چھوڑ کر فرقوں میں نمونے تلاش کرنا رسالت سے استغنا برتنا نہیں ہے؛ نبوت کی بے قدری نہیں ہے؛ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ پر حرج لانا نہیں ہے؛

حضرت ختم نبیان کے کامل نمونہ زندگی کی موجودگی میں بے نیاز ہو جاؤ۔ اُمتیوں کے نمونوں سے! چلے او فرقوں کی تقلیدی بستی سے اُسوۂ حسنہ کے دارالبصیرت میں!

قبروں میں نکیرین کے سوال

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ یہاں آخرت کے راہی کی مذہبی زندگی کا ہلکا سا امتحان (TEST) لیا جاتا ہے۔ اگر وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اگلی منزل میں اس پر آسان ہو جائیں گی۔ جتنے کہ سب سے بڑے، حشر والے امتحان میں کامیاب ہو کر بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر قبر کے ٹیسٹ میں سوالوں کا جواب نہ دے سکا تو آنے والی منزلوں میں مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ امتحانِ محشر میں ناکام ہو کر بڑے جیل (دوزخ) میں جا پڑے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قبر میں منکر نکیر

نے خدا کے حکم سے ہمیں پوچھنا ہے۔

مَنْ رَبُّكَ : بتا تیرا رب کون ہے ؟ (ابوداؤد)

وَمَا دِينُكَ : اور تیرا دین کیا ہے ؟ (ابوداؤد)

وَمَنْ بَدِيَّتُكَ : اور تیرا نبی کون ہے ؟ (ابوداؤد)

اب نیکرین کے سوالوں کے جواب حضور کی زبانی سنئے :-

منکر نکیر : بتا تیرا رب کون ہے ؟

مسلمان : رَبِّيَ اللَّهُ : میرا رب اللہ ہے۔ (ابوداؤد)

منکر نکیر : اور تیرا دین کیا ہے ؟

مسلمان : دِينِي الْإِسْلَامُ : میرا دین اسلام ہے۔ (ابوداؤد)

منکر نکیر : اور تیرا نبی کون ہے ؟

مسلمان : مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ : میرے نبی محمد - اللہ کے

رسول ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم ! (ابوداؤد)

دنیا کا "اندھا" آخرت کا اندھا ہے

بھائیو! سنو! خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَاصْفَلَّ

سَبِيلًا (پاج ۸۷)

"اور جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے

اور بہت کھویا ہوا ہے راہ"

لہ اور ایک روایت میں مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ بِهِ أَيُّهَا - یعنی ان کے

بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے ؟ (احمد - ابوداؤد)

جس طرح ظاہر کی روشن آنکھ کے لیے بیماریاں ہیں مثلاً قذافی ، رمد ،
 تکدر ، جرب العین ، ناخنہ ، بیاض ، سبل ، ضعف البصر ، دھند ، غبار ،
 جلا ، اندھرتا ، قریب نظری ، بعید نظری ، پڑبال ، موتیا بند ، اندھاپن -
 وغیرہ ۔ ویسے ہی باطنی آنکھ کے لیے بھی روحانی اور اخلاقی بیماریاں ہیں
 ظاہری بیماریاں بینائی کے لیے مضر ہیں تو روحانی بیماریاں ایمانی اور اخلاقی
 بینائی کے لیے نقصان دہ ہیں مثلاً شرک ایک ایسی بیماری ہے جو ایمانی
 بصارت کو کلیتہً زائل کر کے پورا " اندھا " بنا دیتی ہے ۔ ایسے ہی کھنڈیر
 عقاید و اعمال ، دوسرے ابر کبار ، اور بدعات ، باطنی بصارت گنوا دیتے
 ہیں ۔

جس نے اس دارمکافات میں اپنے خالق ، مالک ، رب اور معبود
 برحق کو اس کی الوہیت اور صفات کی وحدت کے ساتھ نہیں پہچانا ،
 جو توحید کے عقیدہ و عمل کے ساتھ اس پر ایمان نہیں لایا ، جو قرآنی
 احکام سے آنکھیں بند کر کے طغیان کی وادیوں میں پھرتا رہا ۔ ہدایت
 خداوندی کا نابینا ۔ شاہراہ رسالت مآب کا اندھا ، حشر میں بہشت کی
 تلاش میں ٹامک ٹوٹیاں مارے گا ۔ اندھوں کی طرح ہاتھ پھیلے گا ۔
 لیکن " نابینا " گوہر مقصود نہ پاسکے گا ۔

قبر بھی آخرت کی ایک منزل ہے ۔ توحید کا اندھا ، اسلام کی پہچان
 کا اندھا ، حدیث کی قدر اور سنت کے عمل کا اندھا ، قبر میں نکیسرین کے
 روبرو ۔ آہ کس طرح اپنے موحد مسلمان اور امت محمدیہ رسول اللہ ﷺ
 اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعوئے کر سکیگا ؛ کیری آنکھوں والے خوفناک
 فرشتوں کے سامنے ، اللہ سے بے تعلق ، اسلام ناشناس ، نافرمان رسول ﷺ

پر کیا بیٹے گی؟ اللہ ہم سب کے حال پر رحم فرما! کتب و سنت پر عمل کی توفیق دے کر قبر کے قنوں اور آخرت کی سختیوں سے بچا لینا!

قارئین کرام! جو چیز قبر میں پوچھی جاتی ہے وہ توحید خداوندی ہے۔ اس کی نگہداشت کریں کہ موحد مسلمان جیئیں، پھر دین کا سوال ہونا ہے اس لیے خالص دین اسلام یعنی صرف قرآن اور حدیث پر عمل رکھیں، بانی اسلام حضور سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا تمام اطاعتوں کے جوئے کندھوں سے اُتار دیں۔

خبردار! توحید کی شراب ظہور میں شرک کی نجاست نہ گرائیں۔ اسلام کے خالص شہد میں کسی قسم کی "راب" نہ ملائیں۔ اسلام کی شاہراہ پر چلنے کے لیے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے سوا کوئی طریقہ نہ اپنائیں، پس حدیث اور سنت کی روشنی میں اسلام کے احکام پر عمل کرنے والا موحد مسلمان بتوفیقہ تعالیٰ قبر میں ثابت قدم رہیگا۔

حدیث نکیرین کے بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ قبر کے امتحان میں کسی فرقے، کسی گروہ، کسی امام، مجتہد، مرشد، اور اماموں، مرشدوں، مجتہدوں کی طرف منسوب کئے گئے مذہبوں، اور مشربوں کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔ پھر اللہ خیر باد کہہ دیں آپ تمام فرقوں، گروہوں اور ایجادی مذہبوں اور مسکوں کو۔ کہ آپ مسلمان ہیں۔ آپ کا دین اسلام ہے، اور دین اسلام پر چلنے کا طریقہ مذہب و مسلک شافع روز جزا کی ادائیں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم!

وہ دنائے مسل ختم الرسل مولا لہ جس نے: غبارِ ہوا کو نشا مشرغ وادو سینا

خاتمہ اور دعا

خداوند! ہمیں اپنی پسند کا ایمان عطا فرما، اپنی مرضی کا مسلمان بنا، آسمان سے اترے ہوئے دینِ اسلام پر اس طرح عمل کرنے کی توفیق دے جس طرح تیرے بچے رسولِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ ہماری زندگی کی راہ میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے دیپ جلا، سننِ ہدیٰ کی شمعیں جگا، اسوۂ اطہر ہمارے نزدیک سارے جہان سے زیادہ محبوب بنا۔ اللہ! ہمیں "دلہلوں" سے بچا، تازیستِ تنفس پاک کی عنبر بیز فضا میں رکھ، رحمتِ عالم کے ہاتھوں جامِ کوثر پلا اور حضورِ انورؐ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین!

رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ
نَبِيًّا ۝ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ
وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ ۝ ط

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ
وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ ۝

تبصرے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہنامہ "فاران" کراچی

جناب مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے احادیث نبوی کی روشنی میں اسلامی زندگی کے اخلاق و اطوار اور معاشرت کے آداب مرتب اور مدقون کئے ہیں۔ یہ کتاب بڑے اخلاص اور درد مندی کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے اور کوئی شک نہیں کہ اس موضوع پر بڑے کام کی کتاب ہے۔ اسلامی معاشرت، اور دینی زندگی کی تعلیم کے ساتھ فاضل مؤلف نے شرک و بدعت کا بھی جگہ جگہ رد کر کے خالص توحید کو اجاگر کر دیا ہے۔

"ریاض الاخلاق" کو پڑھ کر خوفِ خدا، خوفِ آخرت اور دین سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور جتنی دیر تک یہ کتاب مطالعہ میں رہتی ہے۔ ذہن و فکر اور دل و دماغ پر پاکیزہ تاثرات قائم رہتے ہیں۔ دو چار حدیثوں کے علاوہ تمام احادیث صحاح ستہ سے لی گئی ہیں۔ فاضل مصنف کو اللہ تعالیٰ اس محنت کا اجر عطا فرمائے۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ بد اخلاقی اور بد کاری کی نجاستیں قدم قدم پر بکھری ہوئی ہیں۔ موصوف نے اخلاق کے پھولوں سے مشام جاں کو معطر کر دیا ہے۔

(فاران کراچی۔ مارچ ۱۹۵۳ء)

”نوائے وقت“ لاہور

اخیار بن طبقہ مولانا محمد صادق صاحب کے نام سے اچھی طرح واقف ہے۔ مولانا محمد صادق کئی سالوں سے مختلف اسلامی موضوعات پر کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے رسول مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے متعلق حدیثیں یکجا کر دی ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کو اسلامی طرز معاشرت سے پوری طرح شناسا کر سکتا ہے۔ اور وہ اس کی بدولت بہترین شہری بن سکتا ہے۔
(نوائے وقت، نومبر ۱۹۵۲ء)

ہفت روزہ ”قندیل“ لاہور

یہ کتاب مجموعہ ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا۔ اور حکیم صاحب نے مختلف ابواب کے تحت احادیث نبوی کو جمع کر دیا ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو نہیں۔ جو فہرست میں موجود نہ ہو۔ ایک عام مسلمان کے لئے یہ کتاب انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ اپنی ہدایت کے لئے یہاں سے ارشاد نبوی کی تلاش کر سکتا ہے۔ حکیم صاحب کی یہ کوشش قابل ستائش و مبارکباد ہے۔

(”قندیل“ لاہور۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۲ء)

مولانا محمد صادق سہیل کوٹی کی شہرہ آفاق تصانیف

انوار الزکوٰۃ	صلوٰۃ الرسولؐ
رحمت عالم کی دعائیں	انوار التوحید
دینی لطائف کے ارشادات	سبیل الرسولؐ
مرآۃ الزکوٰۃ	ریاض الاحساق
نماز مقبولہ نوافل نمازیں	شہید الکونینؒ
شانِ ربِّ العالمین	حج مستون
جماعت دینی لطائف	ضربِ حدیث
شائق کوثر	اعجازِ حدیث
بیاض الاربعین	قرآنی شخصیں
بستان الاربعین	اصلاح معاشرہ
ارشاد شیخ عبدالعزیزؒ	مسلمان کا سفر آخرت
مفت م والدین	عالمِ عمت
سرورِ دعوے عالم	شرح خطبہ جمعہ للعلمین
کاپٹین آفرین	حزب الرسولؐ

LIBRARY
Lahore

Islamic University
Book No. 001170

گوجرانوالہ

مکتبہ نعمانیہ
31 Bahar Block, Garden Town, Lahore

نمک کے طویل عرض میں قرآن و حدیث کا نور پھیلائے والی

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی شہر آفاق تصانیف

کوئی مسلمان گھرانہ ان سترہ ایفکار کتابوں سے خالی نہیں رہنا چاہتیے

قیمت

۱۶	رحمت عالم کی دعائیں	۱	صلوٰۃ الرسول
۱۷	انوار الزکوٰۃ	۲	بجمال مصطفیٰ
۱۸	صد احادیث (ذاتی نمک کا شاہکار)	۳	انوار التوحید
۱۹	تجلیات رمضان	۴	ریاض الاخلاق
۲۰	سرور دو عالم کا پیغام آخری	۵	ستید الکونین
۲۱	شان رت العالمین	۶	خطبہ رحمت للعالمین
۲۲	جماعت مصطفیٰ (ذاتی نمک)	۷	ضرب حدیث
۲۳	ساقی کوثر	۸	اعجاز حدیث
۲۴	نماز جنازہ	۹	قرآنی شمعیں
۲۵	لسان الاربعین	۱۰	اصلاح معاشرہ
۲۶	ارشادات شیخ عبد القادر جیلانی	۱۱	مسلمان کا سفر آخرت
۲۷	مقام والدین	۱۲	عالم عقیدہ
۲۸	بیاض الاربعین	۱۳	کسبیل الرسول
۲۹	تسبیح حج	۱۴	جزب الرسول
۳۰	نماز مقبول معہ نورانی نماز	۱۵	حج مسنون

رعایتی صرف

قیمت بمجموع سیٹ

ہمارے ہاں! قرآن پاک مرقم تفاسیر احادیث، تراجم احادیث، قولی، ادب منطق، فلسفہ، اور مولوی فاضل کی کتابیں مقابلہ انزال ملتی ہیں

مکتبہ نعمان
ارڈو بازار — لاہور

نعمان کی خانہ کتبہ
لاہور